ہندستانی اکیڈمی کا تِماہی رِسالہ

جنوری سنہ ۱۹۳۹ع

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الٰہ آباد

سالانہ چندہ چار رُپئے

هندستانی سنه ۱۹۳۹ع

ایڈیٹر : مولانا سعید انصاری

فہرست مضامین

صفحہ

برفانی اقالیم

۱—اسلانڈہ (Iceland) مغرب کی طرف سے تیسرا جزیرہ صف اول میں -

۲—بحر ظلمات (شمالی سمندر) -

۳—ڈرامسو ' دارموشہ ' ثولی ' رواعہ ' (Norway and Lapland) شمال کے سب سے اونچے حصے کی مشرقی جانب -

۴—بحیرۂ مایطس (Barents Sea) قطب شمالی کے پاس -

۵—بحیرۂ نیرہ (White Sea) ماجوج کے پاس -

۶—ماجوج (شمالی یورپی روس) -

۷—تین جزیرے (Novaya Zemlya) -

۸— ... (Kara Sea) -

۹—ارض خالدہ (Yamal Peninsula) -

۱۰— ... (Gulf of Ob) -

۱۱— ... (Taz G.) -

۱۲—کوہ قوقایا (The Urals) -

۱۳—یاجوج (سائبیریا کا شمالی حصہ) -

۱۴—سواحل بحر ظلمت (Taimir Peninsula) -

۱۵—بحر زفتی (Nordenskiold Sea) -

۱۶—کیماک (Yukahirs) -

۱۷—یاقوت (Tchuktchis Peninsula) مشرق میں سب سے آخری جزیرہ نما -

۱۸—راس بحر ونجل (East Cape) -

۱۹—بحرورنگ (Bering Sea) -

اِس میں گرین لینڈ کہلہ و نو یافتہ ' اُس کا سمندر ' چھوٹے شمالی جزائر اور جزائر سیمریۂ نو نہیں ہیں -

هندستانی

هندستانی اکیڈیمی کا تماہی رسالہ

جلد ۹ } جنوری سنہ ۱۹۳۹ع { حصہ ۱

برفانی اقالیم

(ARCTIC REGIONS)

[از سعید انصاری ، مدیر رسالہ]

برفانی اقالیم سے سمندروں اور زمینوں کا وہ رقبہ مراد ہے جو قطبِ شمالی کے چاروں طرف واقع ہے - اِس رقبہ کی آب و ہوا میں قطبی حالات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں - موجودہ جغرافیہ کی رو سے جزیرۂ برفستان (آئس لینڈ) سے راسِ تشلف اور الاشقا (روسی امریکا) سے جزیرۂ خضراء (گرین لینڈ) تک جس قدر علاقہ برفانی دائرے (Arctic circle) کے اندر پڑتا ہے اِس رقبہ میں داخل ہے - اِس طرح زمینوں میں شمالی امریکا کے ساحل اور جزیرے ، جزیرۂ خضراء ، بعض چھوٹے شمالی جزائر ، جزیرۂ برفستان ، اسپطس برجن (Spitsbergen) ، ترامسو ، راسِ شمالی ، لاپلینڈ ، شمالی یورپی روس ، شمالی سیبریا ، (جزائر) سیمبریۂ نو ، راسِ تشلف ، اور سمندروں میں بحر برفی شمالی (Arctic Ocean) مع اپنے شعبوں ، بحر الماس (Beaufort Sea) ، خلیج بافن ، باب دیویس ، باب دنمارک ، بحر بیرنگس ، بحیرۂ ابیض ارکنجل ، بحیرۂ کارا ، بحر عنبر (Nordenskiold Sea) ، برفانی اقالیم میں واقع ہے - یہ تمام حصہ برف کا سفید لباس پہنے ہوئے ہیں !

اِس مضمون میں جو برفانی اقالیم مذکور ہیں وہ زیادہ‌تر "پرانی دنیا" سے تعلق رکھتے ہیں۔ "کُرے" کے دوسرے حصے میں سے صرف جزیرۂ خضراء (Greenland) کا تذکرہ ہے۔ "شمالی امریکا" کے ساحلوں کی طرف محض چند اشارات کیے گئے ہیں۔

"بطلیموس" کے نقشے میں برفانی اقالیم کا پتا نہیں ہے۔ مسلمانوں کے قدیم جغرافیہ نویس مثلاً یعقوبی (سنہ ۲۷۷ھ)، ابن رستہ (سنہ ۲۹۰ھ) اور ابوالفرج قدامہ بن جعفر، جزائر برطانیہ سے آگے کا علم نہیں رکھتے تھے۔ لیکن "کندی" (سنہ ۲۴۲ھ) کو اِن لوگوں سے بہت پہلے "جزیرۂ ثولی" کا علم ہوگیا تھا، جو برفانی اقالیم میں شامل ہے۔ کندی کے ساتھ ساتھ سرخسی صاحب معتضد باللّٰہ: اور بطلیموس بھی اِس جزیرے سے واقف تھے۔ البلخی (سنہ ۳۱۷ھ)، الجیہانی، مسعودی، ابن حوقل، البیرونی، یاقوتِ حموی، سب نے دنیا کے نقشوں میں، شمالی سمندر، ساحل اور جزیرے، قطبِ شمالی کے اِردگرد دکھائے ہیں۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ ہمارے اِس "سیارے" کی خشکی پر پانی کا لفافہ لپٹا ہوا ہے!

مسلمانوں نے اِن مقامات سے جو واقفیت پیدا کی تھی اُس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آگے آتا ہے۔ یہاں اجمالی طور پر وہ خصوصیات یکجا کیے جاتے ہیں جو قطبی حالات سے متعلق ہیں۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ مسلمانوں نے اِن ممالک کا کتنا گہرا اور کس قدر قریب وہ کر مطالعہ کیا تھا۔

قطبی رقبے کے خصوصیات حسب ذیل ہیں:—

قطب کی روشنی

وہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے سب سے پہلے برفستان کی "شفق" کا "ایشیائی" ادب سے تعارف کرایا۔ نجم‌الدین حرانی نے جامع‌الفنون میں اور سراج‌الدین ابن الوردی نے

خریدۃالعجائب میں " جزیرۂ دارموشہ " کا حال لکھتے ہوئے وہاں کی رات کی روشنی کا ذکر کیا ہے - جن لوگوں نے شمالی ممالک کی تاریک راتوں میں " قطب " کی روشنی دیکھی تھی ' کیا عجب ہے کہ "ناروے" کے " آفتابِ نیم‌شب " (Midnight Sun) [۱] سے بھی واقف ہوں! جو محض شاعری ہی نہیں ' بلکہ واقعہ ہے -

خط شمالی

وہ انتہاے شمال کے اُس خط سے بھی واقف تھے جو جزیرۂ ٹولی پر سے گذرتا ہے - البیرونی نے تفہیم میں اور ابو عبید بکری نے المسالک و الممالک میں اِس خط کا ذکر کیا ہے - یہ خط " برفانی دائرہ " (Arctic circle) سے آگے ہے -

دن ' رات

مسعودی نے ٹولی' قزوینی نے برجان اور قطب‌الدین شیرازی نے ٹولی اور اُس کے آگے کے علاقے کے دن اور رات کی لمبان اور اختصار کا ذکر اپنی تصنیفات میں کیا ہے - اِن مقامات میں ۲۰ اور ۲۱ گھنٹے ' لانبے دن رات ہوتے ہیں -

پانی

وہ اِس سے بھی آگاہ تھے کہ شمالی ساحلوں میں کہاں کا پانی شیریں اور کہاں کا شور ہے؟ بالفاظ دیگر کہاں تک بحرِ اوقیانوس (Atlantic Ocean) کا اثر ہے اور کہاں سے قطب کا! مسعودی نے صقالبہ کے شیریں سمادر [۲] ' وطواط نے ٹولی سے متصل ایک جزیرے کے نوبت بہ نوبت دستیاب ہونے والے میٹھے اور کھاری پانی ' اور دمشقی نے جزیرۂ رواعہ کے نمکین بحیرے اور کوہِ قافونیا کے قریب ایک شیریں بحیرے کے نمکین اور میٹھے پانی کا مفصل بیان لکھا ہے -

درخت

برفانی دائرے کے شمال میں ۱۰۰ فٹ لمبے درخت پائے جاتے ہیں [۳] - یہ خصوصیت نجم‌الدین حرانی اور

---

[۱]—انسائکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۵۲۷ ' ج ۱۶ - [۲]—زاٹپل ' ص ۱۲۷ ' بحوالہ کتاب العجائب - [۳]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۳۰۵ ' ج ۲ -

ابن‌الوردی نے جزیرۂ داوسوشہ کی‘ دمشقی نے ارمیانوس سے مغرب دو جزیروں کی‘ ادریسی اور وطواط نے ڈولی سے متصل جزیرۂ نروافہ کی‘ تحریر کی ہے -

لومڑی

مسعودی نے بلاد " برطاس " کے تجارتی مال کی جو فہرست کتاب‌التنبیہ و الاشراف میں درج کی ہے اُس میں سیاہ ‘ سرخ اور سفید لومڑیوں کی کھالیں بھی ہیں - یہ تینوں قسم کی لومڑیاں شمال سے تعلق رکھتی ہیں - اور چونکہ اِن کا ذکر آگے نہیں کیا گیا ہے ‘ اس لیے یہیں اِن کی تفصیل کی جاتی ہے -

ا — قطب کی لومڑی (Canislagepus) - اِس کا رنگ گرمی میں بھورا یا ہلکا نیلا ہوتا ہے - جاڑا شروع ہوتے ہی اِس کا جسم لمبے لمبے سفید بالوں سے ڈھک جاتا ہے - اِس کا خوبصورت سمور مسعودی کو خاص طور پر پسند تھا - لکھتا ہے [۱] :—

و الابیض‌الذی لا یفصل بینہ و بین الفنک و الخلنجی -	اور سفید (کھال) کہ اُس میں اور فنک اور خلنجی میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا -

" فنک " ایک چوپایہ ہے جس کی کھال کی پوستین بنتی تھی - یہ عربی نہیں ہے [۲] - " خلنجی " خلنج سے نکلا ہے - خلنج خلنگ ہے ‘ جس کے معنے فارسی میں ابلق اور دورنگ کے ہیں [۳] - یہ شاید کوئی دورنگی پوستین ہوگی -

۲ — کالی لومڑی - یہ قسم پہلے برطاس اور آس پاس کے علاوہ دنیا میں کہیں نہ تھی - یہ مسعودی کا بیان ہے - اب شمالی امریکا میں ملتی ہے - یہ قطعی سیاہ ہوتی ہے - لیکن بالوں کے سرے سفید ہوتے ہیں -

---

[۱] — زائیڈل ‘ ص ۱۲۷ - [۲] — لسان‌العرب ‘ ص ۳۶۹ ‘ ج ۱۲ - [۳] — فرہنگ السراج ‘ ص ۱۰۴۰ ‘ ج ۱ -

اِس کی کھال اچھی قیمت میں فروخت ہوتی ہے - مسعودی بھی اِس کا قدرداں ہے - لکھے [۱] :—

جلود الثعالب السود ' وهی اکرم الاوبار و اکثرها ثمنا... . و لیس یوجد الاسود منها فی العالم الا فی هذا الصقع.........و یبلغ الاسود منها الثمن الکثیر -	کالی لومڑیوں کی کھالیں ' اور یہ سب سے نفیس اُون اور سب سے بیش قیمت ہیں......اور اُن میں سے سیاہ دنیا میں کہیں نہیں پائی جاتی مگر اِس ملک میں......اور اُن میں سے سیاہ کی قیمت بہت ہوتی ہے -

۳—سرخ لومڑی (C. fulvus) - یہ صنف بھی شمالی امریکا میں پائی جاتی ہے - اِس کے لمبے اور ملائم بالوں کا رنگ سرخ اور چمکدار ہوتا ہے- مسعودی نے اِس کی نسبت کوئی خاص معلومات بہم نہیں پہنچائی- صرف اِتنا لکھا ہے [۲] :—

و منها الاحمر -	اور بعض سرخ ہوتی ہیں -

اِن سب کھالوں کی ٹوپیاں اور پوستینیں بنتی تھیں ؛ جن کی بادشاہ بڑی قدر کرتے تھے -

قطب کا بھالو

ابن سعید مغربی نے سفید سناقر والے جزیرے میں سفید بھالو کا ذکر کیا ہے' جو تیرتا ہے اور مچھلیوں کا شکار کرتا ہے- میں نے انسائکلوپیڈیا (ص ۵۰۴' پلیت ۵' ج ۱۹) میں السکا کے بھورے بھالو کی تصویر دیکھی ہے' جو منہ میں مچھلی دبائے ہوئے ہے !

پرند

" سُنقُر " باز کی طرح کا ایک شکاری پرندہ ہے جو سرد ممالک میں پایا جاتا ہے - اِس کی جمع سناقر ہے -

[۱ و ۲]—ژانبول ' ص ۱۲۷ -

ابن سعید مغربی نے جزیرۂ ہرموسہ ' اُس کے پڑوسی چھوٹے چھوٹے جزائر ' سفید سناقر والے جزیرے ' اور چھوٹے شمالی جزیروں میں مختلف قسموں کے سناقر کا حال لکھا ہے - دمشقی نے جزیرۂ ارمہانوس سے مغرب ایسے دو جزیرے بتائے ہیں جہاں سفید اور سیاہی مائل سفید سناقر ملتے ہیں -

ابن سعید کو وہ جزیرہ بھی معلوم تھا جہاں برف کی شدت کے سبب پرند نہیں ہیں -

---

اسلانڈہ کا نقشہ (از زائپل)
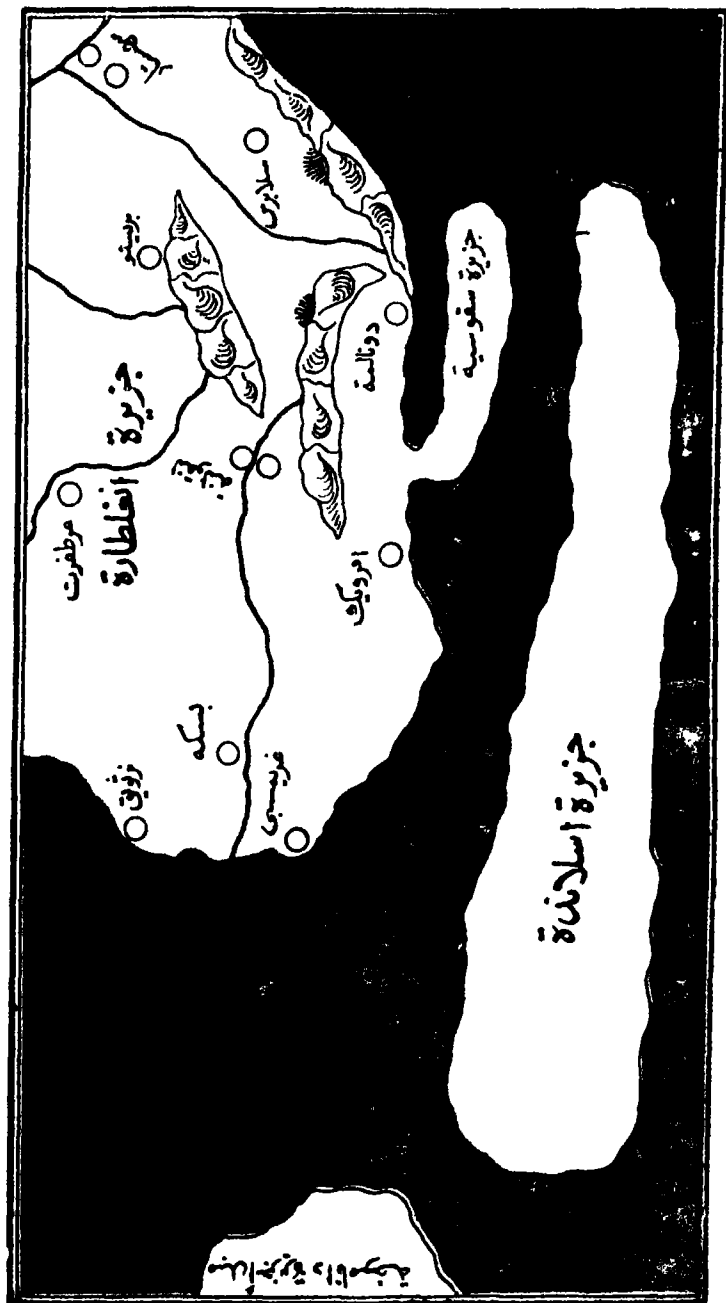
اسلانڈہ

آئسلینڈ یا جزیرۂ برفستان

اسلانڈہ (Iceland) کا ذکر ادریسی (۴۹۳—۵۴۸ ھ) کی ' نزہۃالمشتاق " میں آیا ہے - اُس نے اِس جزیرے کے نقشے بھی دیے ہیں - یہ ادریسی کے خیال میں بحرِ مظلمِ شمالی اور موجودہ جغرافیے کے مطابق بحر اوقیانوس شمالی (North Atlantic Ocean) کا ایک جزیرہ ہے - اِس کا انتہائی شمالی حصہ ' برفانی دائرے کے اندر ہے -

اکتشاف کا زمانہ

ایک آئرش راہب " Dicuil " نے سنہ ۲۱۰ھ (سنہ ۸۲۵ء) کے متعلق لکھتے ہوئے ' چند چھوٹے جزائر (Faeroes Is) اور ایک کسی قدر بڑے جزیرے (آئسلینڈ) کے انکشاف کا حوالہ دیا ہے - اُس نے اِس جزیرے کا نام ٹولی (Thule) رکھا ہے [۱] -

یہ ڈاکٹر رڈموزبراؤن (R. N. Rudmose Brown) کا بیان ہے ' جو برفانی اقالیم پر ایک مستند مصنف مانے جاتے ہیں - اُنہوں نے (Spitsbergen) پر ' اِسی نام سے ایک کتاب لکھی ہے - لیکن ہم کو اِس میں کچھ شبہہ ہے - ٹولی ایک دوسرا جزیرہ ہے جس کا ذکر بطلمیوس کی کتاب میں موجود ہے ! گو اُس کے نقشے میں اِس جزیرے کا نام موجود نہیں - اِس لیے بہت ممکن ہے کہ آئرش راہب ٹولی ہی گیا ہو ! آئسلینڈ نہ گیا ہو - خصوصاً جب کہ وہ خود جزیرے کا نام ٹولی لکھ رہا ہے ! اگر یہ شبہہ صحیح ہے تو نویں صدی کی ابتدا کے بجاے ' چند سال آگے بڑھ کر اِس کے انکشاف کا زمانہ تسلیم کرنا پڑیگا - ہو سکتا

[۱]—انسائکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۲۹۰ ' ج ۲ -

ھے کہ اُن اُترھی راھبوں نے اِس کا پتا چلایا ھو ' جو نویں صدی عیسوی کے اختتام سے پہلے یہاں پہنچ گئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کرلی تھی -

نقشے

ادریسی نے اِس زمانے کے تقریباً تین سو برس بعد اِس جزیرے کا حال لکھا اور اِس کے نقشے بنائے - اِن سب نقشوں کی تعداد پانچ ھے -

ایک نقشے میں جزیرے کی شکل آنکھ کے ایک دبتے ھوئے حلقے کی ھے جو لمبا زیادہ ھے اور چوڑا کم - اور ساتویں اقلیم کے دوسرے حصے میں دکھایا گیا ھے -

تین نقشوں میں جو پیرس (نمبر ۲۲۱) ' آکسفورڈ (نمبر ۱) اور پٹرسبرگ میں ھیں ' اگلے نقشے کی طرح اُس کو ساتویں اقلیم کے دوسرے جز میں دکھایا گیا ھے - اور اُس کی شکل بہت لانبی بنائی گئی ھے -

یہ چاروں نقشے " عربی نقشے " (Mappae Arabicae) کی چھٹی جلد " ادریسی کے نقشے " (Idrisi Atlas) میں درج ھیں - پہلے کا نمبر ۳۷ اور باقی تین کا ۶۲ ھے -

ایک نقشہ زائیل نے دیا ھے - اُس میں جزیرے کی وھی شکل ھے جو نمبر ۶۲ کے نقشوں میں ھے - لیکن بعض اور جزائر اور شہروں کے ناموں میں فرق ھے - اِس سے یہ خیال ھوتا ھے کہ زائیل نے کسی دوسرے ماخذ سے اِس نقشے کو نقل کیا ھے - لیکن چونکہ گذشتہ چار نقشے عکس لیکر چھاپے گئے ھیں اور زائیل کا نقشہ عکس نہیں ' بلکہ نقل ھے ' اِس لئے یہ بھی قرین قیاس ھے کہ اُس نے اُنھیں نقشوں میں نام بدل دیے ھیں ; اور تصحیح کے بعد اُن کو ٹائپ میں چھپوا دیا ھے - شکست خط کا عکس چھاپنے میں صحیح نام نہیں چھپ سکتے تھے -

اسلاذدہ کے نقشے (از میپے عربکے)
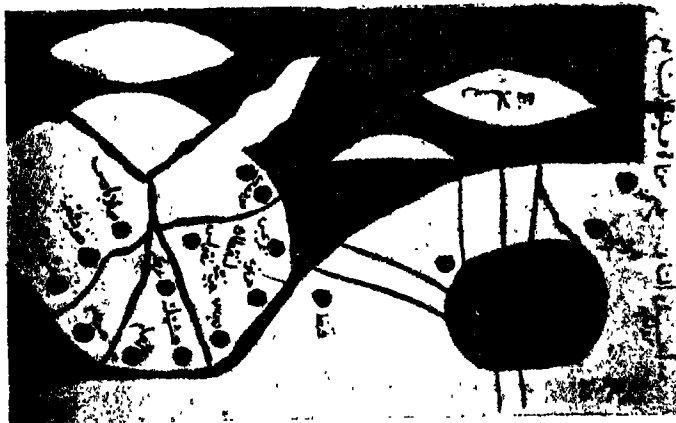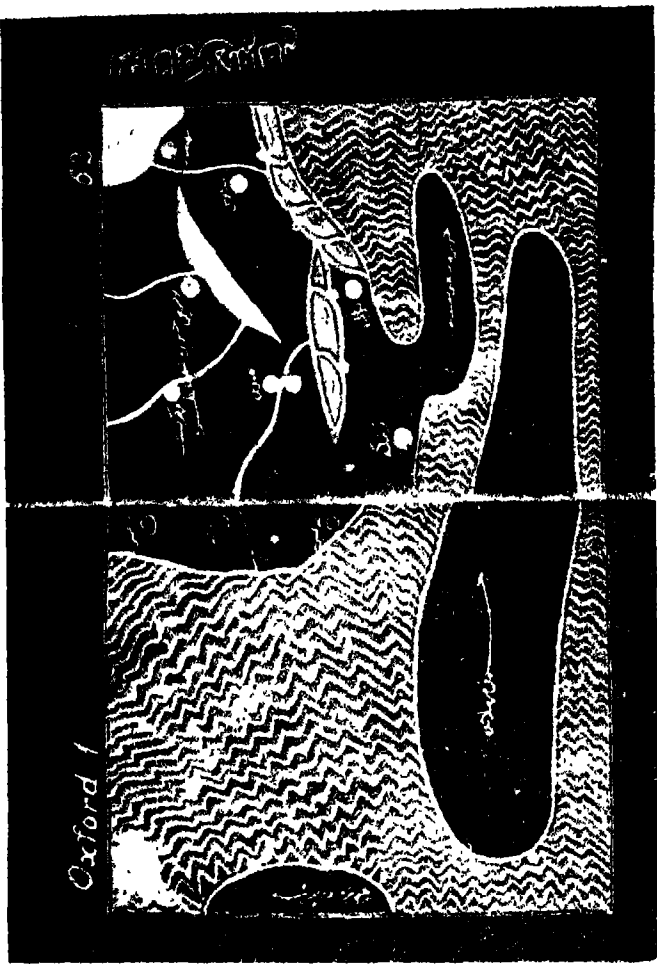
ژالیل کا نقشہ "اخبار اُمم النجوس" کے شروع میں لگا ہوا ہے -

میرے خیال میں ادریسی کے یہ نقشے، آئسلینڈ کے دنیا میں پہلے نقشے ہیں! اُس سے پہلے کوئی شخص اِس برفانی جزیرے کی تصویر کاغذ پر نہیں اُتار سکا! ہرفورڈ (Hereford) کا "نقشۂ عالم" یورپ کے قدیم‌ترین نقشوں میں ہے؛ جو تقریباً سنہ ۶۷۹ھ (سنہ ۱۲۸۰ع) میں تیار ہوا - لیکن وہ ادریسی کے نقشوں کے تقریباً پونے دو سو برس بعد بنایا گیا ہے؛ اور اُس میں آئسلینڈ نہیں ہے [۱]! کیا اِس نقشے کی موجودگی میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ یورپ والے؛ اسلامی جغرافیہ میں آئسلینڈ کا ذکر آجانے کے باوجود، کم از کم دو سو برس بعد تک اِس جزیرے سے عام طور پر ناواقف تھے!

نام	ادریسی نے اِس جزیرے کا نام "اسلاندہ" لکھا ہے - ڈنمارک والے اِس کو "اسلاند" (Island) کہتے

ہیں [۲] - غالباً ادریسی نے ڈینش (Danish) زبان سے یہ لفظ لیا ہے - ادریسی کی نسبت بعضوں کا یہ خیال ہے کہ اُس نے فرانس اور انگلستان کے کچھ ساحلی حصوں کی سیاحت کی تھی [۳] -

"اسلاندہ" کا لفظ اُن اقتباسات میں بھی موجود ہے جو ژالیل نے نزہۃالمشتاق سے دیے ہیں؛ اور اُس نقشے میں بھی جو اُس نے اپنی کتاب میں چھاپا ہے - یہی صحیح لفظ ہے - "میوہ عربیکہ" کے سب نقشوں میں "رسلاندہ" لکھا ہے - یعنی الف کے بجائے ابتدا میں ر ہے - لیکن یہ کاتبوں کی غلطی ہے - شکست خط میں الف کا ترچھا ہوجانا اور ر پڑھا جانا بہت معمولی بات ہے - ابن خلدون کے مطبوعہ مصری نسخے میں بھی رسلاندہ ہی چھپا ہے - یہ بھی قدیم غلطی کی پیروی ہے -

[۱]—انسائکلوپیڈیا، ص ۸۲۰، ج ۱۳ - [۲]—ایضاً، ص ۴۲، ج ۱۲ -
[۳]—ایضاً، ص ۷۲، ج ۱۲ -

اصل یہ ہے کہ " مہی عربکے " کے مصنفین نے چونکہ نقشے عکسی چھپوائے تھے ' وہ صحیح نام نہ لکھ سکے - اور ممکن ہے کہ اُن کا ذہن ہی اِدھر منتقل نہ ہوا ہو! جس طرح تاریخ ابن خلدون کے چھاپنے والوں کا منتقل نہیں ہوا ! گو دونوں کے زمانوں میں ژائبل کے اقتباسات اور صحیح کیے ہوئے نام موجود تھے -

آبادی — ادریسی کے اقتباسات میں اِس جزیرے کی آبادی کا کچھ حال مذکور نہیں - لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِس کو پھر آباد بھی نہیں سمجھتا تھا - ویران جزیروں کی نسبت وہ "خالیۃ" کا لفظ لکھنے کا عادی ہے - اور یہ لفظ نہ یہاں لکھا ہے اور نہ نقشوں میں - شائد اِس کی وجہ یہ ہو کہ اُس زمانے میں جزیرے کی آبادی بہت کم تھی - سنہ ۴۹۴ھ (سنہ ۱۱۰۰ع) میں یہاں ۴۵۰۰ " Franklin " تھے - یعنی وہ زمیندار جو غلام تو نہ تھے مگر شریف بھی نہیں سمجھے جاتے تھے - اور اُس وقت پورے جزیرے کی آبادی مشکل سے پچاس ہزار نفوس ہو گی [۱] ! ظاہر ہے کہ زمین کے اِتنے بڑے وسیع خطے میں یہ چند ذرے کیا حقیقت رکھتے ہیں !

دو اہم باتیں — آئسلینڈ کی نسبت ادریسی نے دو اہم باتیں بیان کی ہیں -

۱—اسکاٹلینڈ ' آئرلینڈ اور ناروے سے اُس کا فاصلہ [۲] :—

و من طرف اسقوسیۃ فی جہۃ الشمال الی جزیرۃ اسلاندۃ ثلثا مجری ؛ و بین طرف جزیرۃ اسلاندۃ و طرف جزیرۃ ارلاندۃ الکبیرۃ مجری؛ و کذلک	اسقوسیہ کی طرف سے شمال کی جانب جزیرۂ اسلاندہ تک مجری کے دو ثلث ہیں ؛ اور جزیرۂ اسلاندہ اور جزیرۂ ارلاندۂ کبیرہ کے کناروں کے

[۱]—اسائیکلوپیڈیا ' ص ۲۹ و ۲۷ ' ج ۱۲ - [۲]—ژئبل ' ص ۱۳۳ -

بین طرف جزیرة اسلاندة فی جهة الشرق الی جزیرة نروافة اثناعشر میلا -

درمیان ایک مجری ہے- اور اِسی طرح جزیرۂ اسلاندہ کے کنارے سے مشرق کی طرف جزیرۂ نروافہ تک بارہ میل ہیں -

اِس عبارت میں فاصلہ دو لفظوں کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے :

مجری اور میل - میل تو معلوم ہے - مجری کی اصطلاح سمندر کی پیمائش میں استعمال ہوتی تھی - مجار اِسی مجری کی جمع ہے - ابن دحیہ (ابوالخطاب عمر بن الحسن) ' کتاب المطرب فی اشعار اہل المغرب میں ضمناً ایک موقع پر لکھتا ہے [۱] :—

و بینها و بین البر ثلاث مجار - وهی ثلث مائة میل -

اور اُس (پایۂ تخت مجوس) کے اور خشکی (براعظم) کے درمیان ۳ مجار ہیں - یعنی ۳۰۰ میل -

اِس سے ظاہر ہوا کہ مجری " سو میل " کو کہتے تھے -

اسقوسیہ (اسکاٹلینڈ) سے آئسلینڈ تک مجری کے دو ثلث یعنی ۶۶ میل اور ارلاندہ (آئرلینڈ) اور آئسلینڈ کے کناروں میں ایک مجری یعنی سو میل کا فاصلہ بتایا گیا ہے - اِس کی وجہ یہ ہے کہ ادریسی کے نقشوں میں آئسلینڈ کی شکل بہت لانبی اور مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی بتائی گئی ہے ؛ اور یوں سمندر کا بہت بڑا حصہ خشکی میں تبدیل ہو گیا ہے - دوسرے یہ کہ اُس کو ساتویں اقلیم کے دوسرے حصے میں سمجھا گیا ہے ؛ اور یوں وہ انکلترا (انگلینڈ) کے زیادہ قریب ہو گیا ہے - اگرچہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں ' تاہم توجیہ کا کام دے سکتی ہیں !

البتہ جزیرۂ نروافہ (ناروے) سے آئسلینڈ کا جو فاصلہ (یعنی بارہ

[۱]—زائیل ' ص ۱۴ -

میل) بتایا گیا ہے ' اُس کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی - ممکن ہے " اثنا عشر " کے بعد کوئی لفظ چھوٹ گیا ہو - میں نے دنیا کے چار نقشوں میں " بلاد ترک " کا دور مختلف دیکھا ہے - دو میں جو لندن میں ہیں ' " ۱۲ فرسخ " دور بیان کیا گیا ہے ؛ حالانکہ پیرس (نمبر ۴) اور آکسفورڈ (نمبر ۲) میں " ۱۲ ہزار فرسخ " ہے [۱] - ایک لفظ " الف " (ہزار) کے چھوٹ جانے سے رقبے میں کتنا بڑا فرق پیدا ہو گیا !

فاصلے کے ساتھ ساتھ ادریسی نے آئسلینڈ اور اسقوسیہ وغیرہ کی سمتیں بھی بتائی ہیں ؛ جو بالکل صحیح ہیں - اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ سے یہ جزیرہ شمال میں ہے ' اور ناروے سے مغرب -

۲—آئسلینڈ کا رقبہ [۲] :—

و طول جزیرۃ اسلاندۃ اربع مائۃ میل ' و عرضہا مائۃ و خمسون میلاً -	اور جزیرۂ اسلاندہ کا طول ۴۰۰ میل اور اُس کا عرض ۱۵۰ میل ہے -

۴۰۰ میل طول اور ۱۵۰ میل عرض کے حساب سے تقریباً (۴۲۹۲۵) مربع میل رقبہ ہوا - موجودہ تحقیقات کی رو سے ۲۹۸ میل طول اور ۱۹۴ میل عرض ہے ' اِس طرح کل رقبہ (۴۰۴۳۷) مربع میل ہوا [۳] - یہ کوئی بڑا فرق نہیں ہے - ممکن ہے سمندر کے دباؤ اور زمین کے اُبھار کی کرشمہ سازیاں اِس کا باعث ہوں- اِس صورت میں یہ فرق اور بھی ہلکا ہوجاتا ہے !

مزید حالات

ادریسی نے رقبے والی عبارت کے بعد یہ فقرہ بھی لکھا ہے :—

و سنذکر ہذہ الجزائر فیمابعد -	اور عنقریب ہم اِن جزائر کا آگے ذکر کریں گے -

[۱]—مپے عربکہ ' ج ۵ ' نمبر ۷۷ و ۷۸ - [۲] زائپل ' ص ۱۳۴ -
[۳]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۴۲ ' ج ۱۲ -

لیکن ژالبرل کے انتخابات میں اِس دوسری جگہ کی عبارت درج نہیں ہے ؛ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ ادریسی نے اِس جزیرے کی نسبت گزشتہ دو باتوں کے علاوہ اور کیا بیان کیا ہے ؟

ادریسی کے یہ دونوں بیانات بلا حوالہ ہیں ؛ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے ؛ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں -

ابن خلدون نے مقدمے میں جغرافیے پر جو مضمون لکھا ہے' اُس کی بنیاد بطلمیوس اور ادریسی کی کتابیں ہیں [۱] - اُس میں وہ لکھتا ہے [۲] :—

(الاقلیم السابع) و وراء هذه الجزیرة فی شمال الجزء الثانی ' جزیرة وسلانده ' مستطیلة من الغرب الی الشرق -	(ساتویں اقلیم) اور اِس جزیرے (انگلترا) کے آگے' دوسرے حصے کے شمال میں' جزیرۂ وسلانده ہے جو مغرب سے مشرق تک لمبان میں پھیلا ہوا ہے -

چونکہ بطلمیوس کی کتاب میں آئسلینڈ کا ذکر نہیں ہے' اِس لیے لا محالہ یہ عبارت ادریسی سے لی گئی ہوگی - اِس میں صرف نام غلط ہے - اسلانده ہونا چاہیے' (الف سے) - جاے وقوع بھی محلِّ نظر ہے - اُس وقت تک بحر مغربی کی ٹھیک ٹھیک پیمائش نہیں ہوئی تھی' اس لیے آئسلینڈ کا جاے وقوع ادریسی سے متعین نہ ہوسکا - وہ ساتویں اقلیم کے دوسرے حصے میں نہیں ہے ؛ بلکہ خارج از اقالیم ہے -

سنانیر

ادریسی کی مندرجۂ بالا تحریر میں یہاں کے سنانیر کا ذکر نہیں ہے ؛ حالانکہ انسائکلو پیڈیا برٹانیکا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سفید سنانیر ہوتے ہیں- اُس کی عبارت یہ ہے [۳] -

[۱]—مقدمہ ' ص ۴۴ - [۲]—ایضاً ' ص ۶۸ - [۳]—ص ۴۳ ' ج ۹ -

" The Iceland falcon (F. islandus), which also inhabits South Greenland, is paler,"

اِس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں -

(۱)—آئسلینڈ کا سنقر اور ممالک کے سنقر سے بالکل علحدہ ہوتا ہے - اور وہ ایک مستقل قسم ہے -

(۲)—اُس کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے ؛ یعنی اُس پر دھاریاں وغیرہ نہیں ہوتیں -

ممکن ہے ادریسی نے اپنی کتاب میں دوسرے مقام پر آئسلینڈ کے سنقر کا ذکر بھی کیا ہو - اور وہ اقتباس زائیل نے اپنے انتخاب میں نہ لیا ہو -

---

بحر ظلمات

اِس کو ادریسی نے "بحر مظلم شمالی" لکھا ہے - اور چونکہ آئسلینڈ کے نقشے میں بھی سمندر کا یہی نام درج کیا ہے ' اِس لیے بحر جزیرۂ خضراء (Greenland Sea) اور باب دنمارک (Denmark Strait) بھی اِسی میں آجاتے ہیں -

زیات نے سد یاجوج و ماجوج کے آگے بحر غربی محیط کو بحر مظلم " المعروف بالظلمات " سے ملایا ہے - دمشقی نے زمین کے جنوب و مشرق کی طرف بحر محیط کے ایک سمندر کا نام بحر ظلمات بتایا ہے ; اور شمال و مغرب میں بھی محیط کے ایک حصے کو بحر ظلمت کہا ہے -

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی سمندر کے ٹکڑے ہیں - بحر ظلمات ' جزیرۂ خضراء (گرین لینڈ) کے پاس سے شروع ہوکر بحر ورنگ کے پاس ختم ہوتا ہے - اِس طرح بحر ظلمات ' موجودہ بحر برفی (Arctic Ocean) سے بڑا تھا ! کیونکہ اُس میں بحیرۂ شمالی (North Sea) اور بحیرۂ بالطیک بھی شامل تھے !

بحر ظلمات کے جزائر

بحر ظلمات جس کو مستوفی نے بحر محیط شمالی لکھا ہے' بہت سے جزائر سے مالا مال ہے - مستوفی نے اُن کی تعداد دو ہزار کے قریب بتائی ہے [۱] -

" و بدین بحر قریب به دو هزار جزیرة است "

موجودہ نقشے میں تو اِتنے جزیرے نظر نہیں آتے - البتہ اگر بعض

---

[۱]—نزہۃالقلوب' ص ۲۳۸ -

ممالک اور امریکا کے شمالی جزائر ملا لیے جائیں تو عجب نہیں کہ یہ تعداد پوری ہو جائے - مستوفی کی طرح ' جغرافیۃالارض کے مصنف نے بھی اگرچہ اِن جزائر کی تعداد نہیں بتائی ہے ' تاہم اُس نے یہ عبارت لکھی ہے [١] :—

بحرالظلمۃ و ھو البحر المحیط الغربی و فی ھذا البحر من الجزائر العامرۃ والخراب ما لایعلمہ الا اللہ - —وقد وصل الناس منھا الی سبعۃ و عشرین -	بحر ظلمت اور وہ مغربی بحر محیط ہے - اور اِس سمندر میں آباد اور ویران جزیرے اِتنے ہیں کہ اُن کو خدا ہی جانتا ہے - اور لوگ اُن میں سے ستائیس (جزیروں) تک پہنچ سکے ہیں -

اِس کے بعد جزائر کے نام لکھے ہیں' جو بحر مغربی کے ہیں ؛ اور زیادہ تر محرف ہیں' جن کی تصحیح کی زحمت گوارا نہیں کی گئی ہے؛ مثلاً شاصلند کو الصاصلمد لکھا ہے؛ لاتہ کو لاتہ وغیرہ - اِس بیان میں یہ بھی غلط ہے کہ بحر محیط مغربی کو بحر ظلمت کہتے ہیں -

ظلمات کی تاریکی

ظلمات کو ظلمات کیوں کہتے ہیں ؟ اِس کی وجہ مستوفی نے یہ بتائی ہے -

" وبہ ہنگام کوتاہی روز بعضے ازیں جزائر تاریک شود و بدیں سبب آں را ظلمات خوانند - و شرح جزائرش در کتب ہیئت مشروح است - و درو عجائب بسیار است " -

انسائکلو پیڈیا میں بحر ظلمات کے ایک خاص حصے (Barents Sea) کی تاریکی کا حال یوں درج ہے [٢] :—

"In the open Sea in winter there is long darkness."

[١]—جغرافیۃالارض قلمی ' ص ١١٥ و ١١١ - [٢]—ص ١٠٨ ' ج ٣ -

قدیم و جدید بیانات کو سامنے رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ دمشق کا شمال و مغرب والا بحر ظلمت بہت وسیع نہ تھا - وہ شاید یہی بحر بحرنتس تھا - گو اُس کا مشرقی بحر ظلمات کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو!

فنمارکی نرواغۃ

(TROMSÖ)

اِس نام کا کوئی علاقہ نہ تھا - مضمون کے لحاظ سے ہم نے یہ نام رکھدیا ھے ؛ جس طرح برطانوی ھندوستان ' چینی ترکستان وغیرہ - اِس سے مراد ناروے کا وہ علاقہ ھے جو فنمارک کے مقبوضات میں داخل تھا -

ترامسو کے نام کا شہر اور ضلع شمالی ناروے میں اِس وقت بھی ھے ؛ اور قدیم زمانے میں بھی تھا - اُس زمانے میں اِس کا یہ نام نہ بھی ھو ' تب بھی یہ علاقہ ناروے ھی میں شامل تھا - ادریسی (سنہ ۵۴۸ھ) نے ایک جگہ لکھا ھے [۱] :—

و ملک فنمارک لہ بلاد و عمارات فی جزیرۃ نروافۃ السابق ذکرھا -	اور بادشاہ فنمارک کے بہت سے شہر اور آبادیاں جزیرۂ نروافہ میں ھیں' جس کا ذکر اوپر آ چکا ھے -

یہ "بلاد" اور "عمارات" کہاں واقع تھے ؟ اِس کا جواب جدید خزانۂ معلومات سے یہ ملتا ھے [۲] :—

" Finmark, even in the 13th century stretched far into Sweden and included the Norwegian district of Tromso,"

" فنمارک " تیرھویں صدی میں بھی سوئیڈن میں دور تک پھیلا ھوا تھا - اور اُس میں نارویں ضلع ' ترامسو ' داخل تھا -

ترامسو ' برفانی دائرے کے بہت اندر ھے -

---

[۱]—رائہل ' ص ۱۲۶ - [۲]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۵۵۰ ' ج ۱۶ -

دارموشة

یہ "نروافہ" کا وہ حصہ ہے جو تولی سے متصل ہے - اِس کو ترامسو کے آگے سے کم از کم پورسنجر فجارۃ (Porsanger Fjord) تک سمجھنا چاھیے - اِس کے متعلق وطواط ' حرانی اور ابن الوردی کے بیانات یہ ھیں۔

وطواط [۱] :—

ان فی جزیرۃ من جزائر البحر المحیط مما یلی جزیرۃ تولی التی عرضها یقارب تمام المیل الاعظم ' قوما مستوحشین یسکنون البراری ' رؤسهم لاصقة باکتافهم ' لا اعناق لهم ' یأوون الی شجر عادیة ' یتخذون فیها بیوتا ' یسکنون فیها ' و اکلهم ثمرالبلوط" وتسمی هذہ الجزیرۃ جزیرۃ نروافة -	بحر محیط کے جزائر میں سے ایک جزیرے میں ' جو جزیرۃ تولی سے متصل ہے ' جس کا عرض پورے بڑے جھکاو (خطِ شمالی) کے قریب ہے ؛ ایک قوم ہے وحشی جو جنگلوں میں رهتی ہے - اِن کے سر شانوں سے چپکے ہوئے ھیں - اِن کی گردنیں نہیں ھیں - یہ پرانے درختوں میں پناہ لیتے ھیں ؛ اُن میں گھر بناتے ھیں اور رھتے ھیں - اور اِن کی غذا بلوط کا پھل ہے - اور اِس جزیرے کا نام جزیرۃ نروافہ ہے -

حرانی [۲] :—

و آخرالبحرالمظلم یقف مع شمالّی الروسیة ' و ینعطف الی جهة	اور بحر مظلم کا آخری حصہ ٹھہرتا ہے روس کے شمالی جانب اور گھوم

[۱]—زائپلؔ ' ص ۱۴۳ ' بحوالۂ مناھج الفکر و مباھج العبر -
[۲]—ایضاً ' ص ۱۴۷ ' بحوالۂ جامع الفنون -

المغرب - وليس بعد منعطفه مكان
يُسلك - و غربيهم فى البحر المظلم
جزيرة دارموشة - و فى هذه الجزيرة
من الاشجار الهائلة العظيمة الجرم
ما لا يدخل تحت الاحصاء - و اهلها
يوقدون النار بالنهار فى بيوتهم من
الظلمة و قلة النور - لان الشمس لاتُشرق
عليهم الا اياماً فى السنة - و يقال ان
بهذه الجزيرة اقواما مستوحشين يسكنون
البراري والقفار ' و رؤسهم لاصقة
باكتافهم ولا اعناق لهم - وهم ينقبون
الشجر و يتخذون فى اجوافها بيوتا
يأوون اليها ' واكلهم البلوط - وبها من
الحيوان الذي يسمى البهر شيىء كثير-

جاتا ہے مغرب کی طرف - اور اُس
کے اِس گھماؤ (موڑ) کے بعد کوئی جگہ
نہیں جس پر چلا جا سکے (یعنی
سمندر ہی سمندر ہے ؛ زمین نہیں
ہے) - اور روسیوں کے مغرب ' بحر
مظلم میں جزیرۂ دارموشہ ہے - اور
اِس جزیرے میں ہولناک بڑے تناور
درخت اِتنے ہیں جو گنتی میں
نہیں آ سکتے - اور وہاں کے لوگ دن
کو اپنے گھروں میں آگ روشن رکھتے
ہیں ' تاریکی اور روشنی کی کمی
کے سبب - کیونکہ آفتاب اُن پر سال
میں صرف چند روز چمکتا ہے - اور
کہا جاتا ہے کہ اِس جزیرے میں
کچھ وحشی قومیں ہیں جو جنگلوں
اور چٹیل میدانوں میں رہتی
ہیں ' اور اُن کے سر شانوں سے چپکے
ہوئے ہیں اور اُن کے گردنیں نہیں
ہیں - اور وہ درختوں کو کھودتے ہیں
اور اُن کے اندر خول میں گھر بناتے
ہیں ' جن میں پناہ لیتے ہیں - اور
اُن کی غذا بلوط ہے -اور وہاں وہ جانور
بہت ہے جس کو بہر کہتے ہیں -

ابن الوردی [۱] :—

وغربی ارض الروس جزیرة دارموشة
و فی هذه الجزیرة اشجار ازلیة کبیرة،
منها اشجار اذا دار حول ساقها
عشرون رجلا و مدّوا باعاتهم علی
ساق الشجرة الواحدة فلا یحوشونها -
واهلها یوقدون النار فی بیوتهم نهاراً،
لبعد الشمس عنهم وقلة الضوء - و بهذه
الجزیرة قوم مستوحشون یُعرفون
بالبراری ، ورؤسهم لاصقة باکتافهم ولا
اعناق لهم ، و دابهم ینحتون الشجار
الکبار ویتخذون اجوافها بیوتاً یأوون
الیها ، واکلهم البلوط - وبها من الحیوان
المسمی بالببر شیء کثیر ، و هو
حیوان غریب الوصف و لایوجد ولا
یعیش الا فی تلک الامکنة -

اور سر زمین روس سے مغربی جانب
جزیرۂ دارموشہ ہے - اور اِس جزیرے
میں پرانے بڑے درخت ہیں - اُن
میں کچھ درخت ایسے ہیں کہ اگر
اُن کے تنے کے چاروں طرف بیس
آدمی چکر کاٹیں اور ایک درخت کے
تنے پر اپنے ہاتھ پھیلائیں تو وہ اُس کو
گھیرے میں نہیں لے سکتے - اور
وہاں کے باشندے اپنے گھروں میں دن
کو آگ جلائے رکھتے ہیں ، کیونکہ
آفتاب اُن سے دور ہے ، اور روشنی کی
کمی ہے - اور اِس جزیرے میں ایک
وحشی قوم ہے جو جنگلوں میں
شناخت کی جاتی ہے ، اُس کے سر
شانوں سے پیوستہ ہوتے ہیں اور
گردنیں نہیں ہوتیں - اور اُن کا
طریقہ یہ ہے کہ بڑے درختوں کو
کھودتے ہیں ، اور اُن کے اندر خول
میں گھر بناتے ہیں ، جن میں پناہ
لیتے ہیں - اور اُن کی غذا بلوط ہے-
اور وہاں ببر نامی جانور بہت ہوتا

[۱] —ژالیہل ، ص ۱۳۸ ، بحوالۂ خریدة العجائب -

	ہے - اور وہ عجیب اوصاف کا جانور ہے - اور اُن مقامات کے سوا نہ کہیں پایا جاتا ہے اور نہ زندہ رہتا ہے -

اِن عبارتوں سے دارموشہ کے متعلق حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :—

نام	جزیرے کا نام دارموشہ ہے - یہ حرانی اور ابن‌الوردی کا بیان ہے - ادریسی کے نقشوں میں اِس

کو " درموشہ " بلا الف لکھا گیا ہے - اِن نقشوں کا نمبر ۵۵ اور ۶۲ ہے -

موقع	یہ جزیرہ کہاں واقع ہے ؟ وطواط نے اِس کو تولی کے متصل مانا ہے ' اور اِس کا نام نروافہ رکھا ہے - اور

جب کہ خود تولی موجودہ ناروے کے شمالی حصے کا نام تھا ' تو ظاہر ہے کہ ترامسو اور تولی کے بیچ میں جو علاقہ پڑتا ہے وہ ناروے ہی میں شامل ہوگا - ممکن ہے وطواط کے زمانے میں وہ ناروے (نروافہ) کہلاتا ہو؛ جس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اُس کا مشہور نام دارموشہ ہو ' اور ناروے کا ایک جز سمجھا جاتا ہو -

یہ وہ جگہ ہے جہاں بقول حرانی بحر مظلم (Arctic Ocean) ' شمالی روس کے پاس (وھائٹ سی کے آگے) رک کر مغرب کی طرف گھوم گیا ہے - یہ جزیرہ ' روس سے مغرب کی طرف ہے - اور ظاہر ہے کہ اِس کی جگہ وہی ہے جو ہم نے اوپر بتائی - لیکن ادریسی کے بعض نقشوں میں یہ لفظ " دانامرخہ " (ڈنمارک) کی جگہ پر لکھا ہوا ہے - اُس کا وہ نقشہ جس میں انغلطارہ (انگلینڈ) ' سقوسیہ (اسکاٹلینڈ) اور اسلاندہ (آئسلینڈ) دکھائے گئے ہیں ' زائبل نے مشرق کی طرف اُس میں " مبدء جزیرۂ دانامرخہ " لکھا ہے جو بالکل صحیح ہے ؛ لیکن یہی نقشہ جب " میں

عربکی" میں عکسی چھاپا گیا تو اُس میں "مہدم جزیرۂ درموشہ" چھپا - چونکہ "میں" کا نقشہ عکسی ہے اُس لیے یہ لامحالہ کتابت کی غلطی ہوگی - درموشہ کا جو حال حرانی اور ابن‌الوردی کی کتابوں سے بیان ہوا ہے ' داناءمرخہ پر بالکل صادق نہیں آتا - اِس کے علاوہ دونوں کے ناموں میں بڑا فرق ہے - ادریسی کے نقشوں میں شمالی ناروے کا کوئی ملک بالتصریح نہیں دکھایا گیا ہے ' نہ ترامسو کا علاقہ معین ہے ' نہ پورسلنجر فجارد کا اور نہ ٹولی کا - پھر کیا تعجب ہے اگر دارموشہ کا نقشہ بھی اُس میں موجود نہ ہو - ساحل کا کہا ذکر ہے ' ادریسی نے تو "اولیا" کا نقشہ بھی نہیں دیا ہے !

دن ' رات — یہ جزیرہ جس جگہ واقع ہے ' وہاں قطبی موسم کا اثر ہے - حرانی کہتے ہیں :—

اهلها یوقدون‌النار بالنهار فی بیوتهم من الظلمة و قلة النور - لان‌الشمس لا تشرق علیهم الا ایاماً فی‌السنة -

وہاں کے لوگ دن کو اپنے گھروں میں آگ روشن رکھتے ہیں تاریکی اور نور کی کمی کے سبب سے - کیونکہ آفتاب اُن پر سال میں صرف چند دن چمکتا ہے -

ابن‌الوردی کا بیان ہے :—

اهلها یوقدون النار في بیوتهم نهاراً لبعد الشمس عنهم و قلةالضوء -

وہاں کے لوگ اپنے گھروں میں دن کو آگ جلائے رکھتے ہیں' کیونکہ آفتاب اُن سے دور ہے اور روشنی کی کمی ہے -

اِس کی تصدیق میں یہ بیان پڑھیے [۱] :—

"The Sun does not rise above the horizon at the North Cape for over two months and there is only a twilight at midday."

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۵۲۷ ' ج ۱۶ -

اِس بیان کي رو سے حراني کا آخری فقرہ کسی قدر غلط ہو جاتا ہے - ممکن ہے اُس کو مکمل معلومات حاصل نہ ہوئے ہوں !

حیوانات

یہاں کے "گورلا" کا ذکر تینوں مصنفوں نے کیا ہے - اُس کا مفصل بیان "رواعۃ" میں آئے گا -

حراني اور ابن‌الوردی یہاں "ببر" کا تذکرہ بھي کرتے ہیں -

حراني :—

وبہا من‌الحیوان الذی یسمي‌الببر شيء کثیر -	اور وہاں وہ جانور' جس کا نام ببر ہے ' بہت ہوتا ہے -

ابن‌الوردی :—

و بہا من‌الحیوان‌المسي بالببر شيء کثیر وھو حیوان غریب الوصف ولا یوجد ولا یعیش الا في تلک الامکنۃ -	اور وہاں ببر نام کا جانور بہت ہے - اور وہ عجیب اوصاف کا جانور ہوتا ہے - اور اِن مقامات کے علاوہ نہ کہیں پایا جاتا ہے' اور نہ زندہ رهتا-

یہ دعوی شاید یورپ کے اور ممالک کي نسبت صحیح ہو - ورنہ افریقا کا ببر تو عام طور پر مشہور ہے - یہ عجیب بات ہے کہ گورلا اور ببر جو مسلمانوں کو یورپ کے برفاني خطے میں نظر آئے ' آج وہ دونوں افریقا ہي سے نسبت رکھتے ہیں -

نباتات

پرانے تناور درخت یہاں بکثرت ہیں - وطواط نے لکھا ہے :—

شجر عادیۃ -	پرانے درخت -

حراني کہتے ہیں :—

و في ھذہ الجزیرۃ من‌الاشجار الھائلۃ العظیمۃ الجرم ما لایدخل تحت الاحصاء -	اور اِس جزیرے میں ہولناک تناور درخت اِتنے ہیں کہ شمار کے تحت میں نہیں آتے -

ابن الوردی نے اِس کی تفصیل یوں کی ہے :—

وفي هذه الجزيرة اشجار ازلية كبيرة منها اشجار اذا دار حول ساقها عشرون رجلا و مدّوا باماتهم على ساق الشجرة الواحدة فلا يحوشونها -

اور اِس جزیرے میں پرانے بڑے درخت ہیں- اُن میں ایسے درخت ہیں کہ اگر اُن کے تلے کے اِرد گرد بیس آدمی گھومیں اور اپنے ہاتھ کسی ایک درخت کے تلے پر پھیلائیں تو وہ اُس کو گھیرے میں نہیں لے سکتے -

بہتوں مصنفوں نے بلّوط کے درخت کا نام خصوصیت سے لیا ہے -

———

بحیرۂ مایطس

(Barents Sea)

بحیرۂ مایطس کا تذکرہ بہت قدیم ماخذوں میں ہے - کندی (سنہ ۲۲۲ھ) ، اُس کے شاگرد سرخسی (سنہ ۲۸۶ھ) اور بنو منجم، سب کی کتابوں اور رسالوں میں اِس کا بیان موجود ہے -

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے [۱] :—

و رأیت فی بعض الکتب المضافة الی الکندی و تلمیذہ السرخسی صاحب المعتضد باللہ ان فی طرف العمارة فی الشمال بحیرة عظیمة بعضها تحت قطب الشمال - و ان بقربها مدینة لیس بعدها عمارة یقال لها تولیة - وقد رأیت لبنی المنجم فی بعض رسائلهم ذکر هذہ البحیرة -

اور میں نے بعض کتابوں میں جو کندی اور اُس کے شاگرد سرخسی (مصاحب معتضد باللہ) کی طرف منسوب ہیں، دیکھا ہے کہ شمال میں آبادی کے کنارے ایک بڑا بحیرہ ہے، اُس کا کچھ حصہ قطب شمالی کے نیچے ہے - اور اُس کے قریب ایک شہر ہے جس کے بعد آبادی نہیں ؛ اُس کو تولیہ کہا جاتا ہے - اور میں نے بنو منجم کے بعض رسالوں میں اِس بحیرے کا ذکر دیکھا ہے -

یاقوت نے معجم البلدان میں کندی کی طرف یہ عبارت منسوب کی ہے [۲] :—

قال الکندی فی طرف العمارة من ناحیة الشمال بحر عظیم تحت

کندی نے کہا ، آبادی کے کنارے شمال کی جانب ایک بڑا سمندر ہے قطب

[۱]—ژانپل، ص ۱۲۶ - [۲]—معجم، ص ۵۰۰ ، ج ۱ ، لیزگ -

قطب الشمالی، و بقربها مدینة یقال لها تولیة،........ولم یقرب منها سفینة -

شمالی کے نیچے - اور اُس کے پاس ایک شہر ہے جس کو تولیہ کہا جاتا ہے .... اور کوئی کشتی اب تک اُس کے قریب نہیں گئی ہے -

دوسری جگہ ہے [١] :—

قال الکندی ولا اعرفه فی طرف العمارة من ناحیة الشمال بحیرة عظیمة بعضها تحت القطب الشمال و بقربها مدینة - الخ -

کندی نے کہا، اور میں اِس کو نہیں جانتا ، آبادی کے کنارے شمال کی جانب ایک بڑا بحیرہ ہے، جس کا کچھ حصہ قطب شمالی کے نیچے ہے اور اُس کے قریب ایک شہر ہے - الخ

اِن عبارتوں کے ساتھ مسعودی کی وہ عبارت ملاؤ جو کتاب التنبیہ میں ہے [٢] :—

و یتصل ببحیرة مایطس، و طولها ثلاثمائة میل و عرضها مائة میل - و هی فی طرف العمارة من الشمال - و بعضها تحت القطب الشمالی -

اور وہ (بحر بنطس) بحیرۂ مایطس سے ملا ہوا ہے - اور اِس کا طول ٣٠٠ میل اور عرض ١٠٠ میل ہے - اور یہ آبادی کے کنارے شمال کی طرف ہے - اور اِس کا کچھ حصہ قطب شمالی کے نیچے ہے -

اِس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بحیرۂ ثولی اور ہے، اور بحیرۂ مایطس اور ! قطب تک جو سمندر چلا گیا ہے وہ بحر مایطس ہے، نہ کہ بحر ثولی!

یاقوت نے کندی کے حوالے سے جو یہ بات لکھی ہے کہ اِس سمندر میں اب تک کشتیاں نہیں گئی ہیں، یہ سنہ ٦٢٢ھ تک صحیح ہے -

---

[١]—معجم ، ص ٨١٥، ج ١ ، لیزگ - [٢]—زائیل، ص ٦٦ -

بعد میں اِس سمندر کی تحقیقات کا آغاز ہوا - اور مسعودی نے اِس کی پیمایش درج کی - یہ پیمایش، اگر کشتیاں نہیں گئی تھیں، تو کیوں کر ہوئی ؟

بحر بیرنٹس میں اب بھی جاڑے میں سفر ناممکن ہے - گرمی کے زمانے میں، جنوبی حصے میں، البتہ بغیر دشواری سفر ہوسکتا ہے - انسائکلو پیڈیا کا یہ بیان پڑھیے [۱] :—

"and only in the summer months and in the Southern Part of the Sea can one sail without difficulty."

مسعودی نے اِس سمندر کا جو رقبہ درج کیا ہے یہ ہے :—طول ۳۰۰ میل عرض ۱۰۰ میل؛ اِس طرح کل رقبہ تیس ہزار مربع میل ہوا -

مسعودی اور خود کندی نے اِس سمندر کی جو جگہ بتائی ہے اُس سے ثابت ہے کہ یہ شمال کی آبادی کے کنارے سے شروع ہوا ہے اور قطب شمالی کے نیچے تک چلا گیا ہے - اِس سے پتا چلتا ہے کہ قدما کا بحر مایطس موجودہ بحر بیرنٹس سے زیادہ بڑا تھا ! کیوں کہ وہ شمالی ناروے کے اوپر سے شروع ہو جاتا تھا ' جہاں اب بحر منجمد اور بحر اوقیانوس کی سرحدیں ملتی ہیں؛ اور قطب کے نیچے تک چلا جاتا تھا ' جو اب تک تحقیقات کی دسترس سے باہر ہے - اِس حصے کو اب تک نقشوں میں " غیر دریافت شدہ " لکھا جاتا ہے -

———

[۱]—ص ۱۰۸، ج ۳ -

ٹولی

(THULE)

ٹولی کا نام بطلمیوس کے جغرافیہ میں ہے - مسعودی اور البیرونی نے اپنی کتابوں میں اُس کا حوالہ دیا ہے - لیکن انسائیکلوپیڈیا میں بطلمیوس کا جو نقشۂ زمین طبع ہوا ہے ' اُس میں ٹولی کے نام کا کوئی جزیرہ موجود نہیں ! البتہ اسکاٹلینڈ کے شمال ' نقشے میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ضرور دکھایا گیا ہے ؛ لیکن اُس کا نام نہیں لکھا گیا ہے - البتانی کے نقشۂ زمین میں جو بڑی حد تک بطلمیوس سے ماخوذ ہے ' اِس جزیرے کا نام ٹولی لکھا ہے - یہ نقشہ " مجلہ عربیکے " کی پانچویں جلد ' ص ۱۵۵ پر درج ہے - بہت ممکن ہے البتانی نے بطلمیوس کی کتاب سے یہ نام لےکر نقشے میں درج کیا ہو ؛ یا اُس کو بطلمیوس کا کوئی ایسا نقشہ ملا ہو جس میں نام درج ہو - میرے نزدیک بطلمیوس اور البتانی کے اِس جزیرے کا نام ٹولی نہیں ؛ بلکہ " شاصلند " ہے ! ادریسی کے نقشوں میں بھی ٹولی کا نام نہیں ہے -

ٹولی کس جزیرے کا نام تھا ؟ یہ بڑا اہم سوال ہے - البتانی نے جس جزیرے کو ٹولی قرار دیا ہے وہ ٹولی نہیں - مسعودی نے جو ایک جگہ مروج الذہب میں لکھا ہے '

التی فی بریطانیہ | یعنی ٹولی جو برطانیہ میں ہے -

یہ بھی البتانی اور بطلمیوس کی بنیاد پر لکھا ہے - کیونکہ یہ وہی شاصلند ہے جس کو البتانی نے ٹولی لکھ دیا ہے - اور شاصلند ظاہر ہے کہ برطانیہ میں شامل ہے !

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے دو مضمون نگاروں نے دو باتیں لکھی ھیں؛ جو درحقیقت ایک دوسرے کی تائید میں ھیں۔ لفظ " پٹالمی " کے تحت میں درج ھے [۱] :—

"Thule was recognized the highest northern land, not far beyond the true position of the Shetland Islands, which had come to be generally identified with the mysterious Thule of Pytheas."

اِس سے میرے خیال کی تائید ھوتی ھے -

دوسری جگہ لکھا ھے [۲] :—

"Pytheas.—The first traveller of history who Probably appreached the Arctic Circle was the Greek Pytheas, from Massalia (Marseille), who about 325 B. C. made a voyage of discovery northwards along the west coast of Europe. He visited Great Britain, the Orkneys, and probably also northern Norway, which he called Thule."

اِس مضمون میں آگے چل‌کر ایک اور بیان ملتا ھے - یہ آئسلینڈ کے انکشاف کے متعلق ھے :—

"The Irish monk Dicuil, writing about 825, mentions the discovery by Irish monks of a group of small islands (the Faeroes), and a greater island (Iceland), which he calls Thule."

آئسلینڈ کو " Dicuil " نے تولی کیوں کہا ؟ اِس کا سبب معلوم نہیں - لیکن چونکہ آئسلینڈ یونانی سیاح کے زمانے میں دریافت نہیں ھوا تھا ، اِس لیے ناروے کے سب سے شمالی حصے کو تولی کہنا میرے نزدیک زیادہ قرین قیاس ھے - اور یہی انسائیکلوپیڈیا کے بیچ والے بیان میں ملتا ھے -

[۱]—ص ۷۳۶ ، ج ۱۸ - [۲]—ص ۲۱۰ ، ج ۲ -

ٹولی کا ذکر اسلامی ماخذوں میں بہت ابتدا سے ہے - کندی ، سرخسی اور بنو منجم کی کتابوں کا حوالہ مسعودی نے دیا ہے -

اِس سلسلے میں سب سے قدیم بیان جو ہمارے سامنے ہے ، ابن خردازبہ کا ہے - وہ المسالک و الممالک میں کہتا ہے [۱] :—

واما البحرالذی خلف الصقالبة و علیه مدینة تولیة الخ -

اور بہرحال وہ سمندر جو صقالبہ کے پیچھے ہے ، اور جس پر شہر تولیہ واقع ہے -

یہ بیان تقریباً سنہ ۲۵۰ ھ کا ہے - ابن فقیہ ہمدانی نے کتاب البلدان میں اِسی بیان کی تائید کی ہے ، جس میں ایک غلط فہمی بھی ہے - وہ لکھتا ہے [۲] :—

و (البحر) الرابع مابین رومیة و خوارزم وفیه جزیرة تسمی تولیة -

اور چوتھا (سمندر) رومیہ اور خوارزم کے درمیان ہے - اور اُس میں ایک جزیرہ ہے جس کو تولیہ کہتے ہیں-

حسن بن بہلول طبرهانی نے کتاب فی رسم الارضؒ میں بحر مغربی و شمالی کے وہ جزائر گنائے ہیں جو اقالیم سے باہر ہیں - اُن میں ٹولی کے متعلق لکھتا ہے [۳] :—

جزیرة ٹولی ، فیها مدینة ، اولها عند طول کوک و عرض سجہ ثم تمرّ علی مثال القوارة بعرض س ہ ثم تمرّ الی طول لہ و عرض سب ک ثم تمرّ الی طول لب ک و عرض سجي ثم تمرّ علی مثال القوارة

جزیرۂ ٹولی ، اُس میں ایک شہر ہے - اُس کی ابتدا کوک کے طول اور سجہ کے عرض سے ہے ، پھر قوارہ (بیچ سے کھرے کا گول کٹا ہوا چھتڑا) کی طرح پر س ہ کے عرض سے گزرتا ہے پھر لہ کے طول اور سب ک کے

[۱]—زائپل ، ص ۱۲۲ - [۲]—ایضاً ، ص ۱۲۳ - [۳]—ایضاً ، ص ۱۲۲ -

بعرض سدم ثم تمرّ الی طول کوک و عرض سبح ہ وھوالموضع الذی منہ ابتدأت -

عرض تک گزرتا ہے ' پھر اب ک کے طول اور سبح ی کے عرض تک گزرتا ہے ' پھر قوارہ کی طرح پر سدم کے عرض سے گزرتا ہے' پھر کوک کے طول اور سبح ہ کے عرض تک گزرتا ہے ' اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے ابتدا ہوئی تھی -

پھر کہتا ہے [۱] :—

و (من العیون والانہار التی خلف الاقلیم السابع) عین فی جزیرة ثولی ' اولہا عند طول کزک و عرض سبح ک یخرج منہا نہر یمرّ بمدینة أثلی و یصب فی البحر عند طول لاہ و عرض سب ل -

اور (اُن چشموں اور دریاؤں میں سے جو اقلیم ہفتم کے پیچھے ہیں) ایک چشمہ جزیرۂ ثولی میں ہے - اُس کی ابتدا کزک کے طول اور سبح ک کے عرض سے ہوتی ہے - اُس سے ایک دریا نکلتا ہے جو شہر اثلی سے گزرتا ہے ' اور لاہ کے طول اور سب ل کے عرض کے پاس سمندر میں گرتا ہے -

مسعودی نے کتاب التنبیہ میں لکھا ہے [۲] :—

ویقرب منہا مدینة لیس بعدہا عمارة تسمی تولیة -

اور اِس (بحیرۂ مایطس) سے قریب ایک شہر ہے جس کے بعد آبادی نہیں - اُس کا نام تولیہ ہے -

---

[۱] سزائیل' ص ۱۲۵ - [۲] ایضاً ' ص ٦٦ -

دوسری جگہ ہے [۱] :—

فاما ابطلميوس فان اقصى ما وُجد عنده من العمارة فى جهة الشمال الجزيرة المعروفة بتولى فى اقصى بحرالمغرب من الجهةالشمالية ' و ان عرضها من معدل النهار فى‌الشمال ثلاثة و ستون جزءاً وحكاه ايضاً عن ماريلوس فيما ذهب اليه فى حدود المعمور من‌الارض -

لیکن بطلمیوس ' تو اُس کے نزدیک شمال کی طرف سب سے آخری آبادی وہ جزیرہ ہے جو تولی کے نام سے مشہور ہے ' بحر مغربی کی انتہا میں شمال کی طرف - اور اُس کا عرض معدل‌النہار سے شمال میں ۶۳ جز ہے - اور اُس نے ماریلوس سے بھی یہی نقل کیا ہے ' زمین کے جن آباد حصوں کے حدود میں وہ گیا تھا -

مروج‌الذہب میں لکھتا ہے [۲] :—

ثم نظروا (يعنى الحكماء) فى‌العرض فوجدوا العمران من موضع خط الاستواء الى ناحية الشمال ينتهى الى جزيرة تولى‌التى فى بريطانية ' حيث يكون طول‌النهار الاطول عشرين ساعة -

پھر اُنھوں (یعنی حکما) نے عرض میں غور کیا ' تو آبادی کو خط استوا کی جگہ سے شمال کی طرف تک پایا ؛ جو ختم ہوتی ہے جزیرہٗ تولی تک ' جو بریطانیہ میں ہے ؛ جہاں سب سے لانبے دن کی لمبائی ۲۰ گھنٹے ہے -

دوسرا موقع :—

ورأيت فى بعض‌الكتب المضافة الى الكندى و تلميذه السرخسى صاحب

اور میں نے بعض کتابوں میں جو کندی اور اُس کے شاگرد سرخسی

[۱]—زائپل ' ۱۲۶ و ۱۲۷ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۲۶ -

المعتضد بالله ان فی طرف العمارة
فی الشمال بحیرة عظیمة بعضها تحت
قطب الشمال، وان بقربها مدینة لیس
بعدها عمارة یقال لها تولة - و قد
رأیت لبنی المنجم فی بعض رسائلهم
ذکر هذه البحیرة -

(مصاحب معتضد باللہ) کی طرف
منسوب ہیں، دیکھا ہے کہ آبادی
کے کنارے شمال میں ایک بڑا
بحیرہ ہے جس کا کچھ حصہ قطب
شمال کے نیچے ہے، اور اُس کے
قریب ایک شہر ہے جس کے بعد
آبادی نہیں، اُس کو تولیہ کہا
جاتا ہے - اور میں نے بنو منجم کے
بعض رسالوں میں اِس بحیرے کا
ذکر دیکھا ہے -

البیرونی کی کتاب التفہیم میں ہے [۱] :—

اما العمارة فقد زعم بطلمیوس انه
یوجد اقصاها فی جزیرة تولی وعرضها
یقارب تمام المیل الاعظم وهو
بالتقریب ستة وستون جزءاً ولکن
الامم الذین فیما بین آخر الاقلیم
السابع الی تلک النهایة بالوحش
اشبه منهم بالانس وفی عیش تجاوز
حد الضنک -

بہرحال آبادی، تو بطلمیوس کا گمان
ہے کہ اُس کی انتہا پائی جاتی ہے
جزیرۂ تولی میں - اور اُس کا عرض
قریب ہے پورے سب سے بڑے جھکاو
(دائرۂ شمالیہ) کے - اور وہ تقریباً ۶۶
جز ہیں - اور لیکن وہ قومیں جو
اقلیم ہفتم کے آخر سے اُس انتہا
تک (آباد) ہیں وہ انسانوں کے
بہ‌نسبت وحشیوں سے زیادہ مشابہ
ہیں - اور ایسی زندگی میں (ہیں)
جو انتہائی تنگی سے بھی تجاوز
کر گئی ہے -

[۱]—زاخاؤ، ص ۱۲۹ -

ابو عبید عبداللہ بن عبدالعزیز بکری (سنہ ۴۸۷ھ) نے المسالک و الممالک میں لکھا ہے [۱] :—

فاما بدو عرض البلاد فانہ من ناحیۃ مجری النیل من ارض الحبشۃ علی مسافۃ عشرین لیلۃ فی سمت جہۃ الجنوب من عدن الی تولی الجزیرۃ الواقعۃ تحت الخط الذی یجری لملتقی الشمال وھی بعد بلاد الصقالبۃ والخزر -

بہر حال عرض البلاد کی ابتدا ' تو وہ نیل کے مجروں کی طرف سے' سر زمین حبشہ سے ' بیس رات کی مسافت پر جنوب کی طرف عدن سے ' جزیرۂ تولی تک ہے' جو واقع ہے اُس خط کے نیچے جو ملتا ہے شمال کے لیے چلتا ہے ' اور وہ بلاد صقالبہ اور خزر کے بعد ہے -

دوسری جگہ لکھا ہے [۲] :—

واما البحر الثانی الذی یتلو البحر الجنوبی فی العظم فھو البحر الشمالی الآخذ من الشمال الی ناحیۃ الجنوب و ابتداؤہ من طول واحد و یمد الی طول سبعۃ عشر علی صورۃ الطیلسان الی ان یاتی شکلہ شکل قطعۃ دائرۃ' ثم یمرّ علی احدیداب الی ان یاتی شکلہ شکل الشابورۃ - و لیس علی ھذا البحر من المدن الا مدینۃ واحدۃ یقال لہا تولیۃ - ولا یرکبہ احد لغلظۃ جوھر مائہ وظلمتہ و تکاثف الہواء علیہ .

اور بہر حال دوسرا سمندر جو بڑائی میں بحر جنوبی کے بعد ہے ' تو وہ بحر شمالی ہے - جو شمال سے جنوب کی سمت تک لینے والا ہے - اور اُس کی ابتدا طول واحد سے ہے' اور سترہ کے طول تک طیلسان کی شکل میں پھیلتا ہے یہاں تک کہ اُس کی شکل دائرے کے ٹکڑے کی ہو گئی ہے - پھر وہ کبڑا ہوکر گزرتا ہے (یعنی وہاں روانی کے وقت پانی پر پانی اور موج پر موج سوار

[۱]—زائیل ' ص ۱۲۹ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۳۰ -

ہوتی ہے) یہاں تک کہ اُس کی شکل
بق کی ہوجاتی ہے - اور اِس سمندر
پر شہروں میں سے صرف ایک شہر
ہے جس کو تولیہ کہا جاتا ہے - اور
اُس میں کوئی سفر نہیں کرتا '
کیوں کہ اُس کے پانی کا جوہر غلیظ
ہے ' وہ تاریک ہے ' اور اُس کی ہوا
کثیف ہے -

اسحاق بن حسن کی " کتاب فی ذکرالاقالیم" میں ہے [۱] :—

و فیہ جزیرۃ تولی و ہی فی الشمال
من بلادالصقالبۃ -

اور اُس (بحر مغربی محیط) میں
جزیرۂ تولی ہے - اور وہ بلاد صقالبہ سے
شمال میں ہے -

یاقوت کی معجم البلدان میں ہے [۲] :—

بحر تولیۃ......و بقربہا مدینۃ یقال
لہا تولیۃ ' لیس بعدھا عمارۃ - و
اہلہا اشقی خلق اللہ.. ... -

بحر تولیہ......اور اُس کے قریب
ایک شہر ہے جس کو تولیہ کہا جاتا
ہے - اُس کے بعد آبادی نہیں - اور
وہاں کے باشندے بد بخت ترین
مخلوق ہیں...... -

دوسری جگہ [۳] :—

تولیۃ ' قال الکندی و لا اعرفہ فی
طرف العمارۃ من ناحیۃ الشمال
بحیرۃ عظیمۃ......و بقربہا مدینۃ

تولیہ ' کندی نے کہا ' اور میں اُس
کو نہیں جانتا ' آبادی کے کنارے
شمال کی جانب ایک بڑا بحیرہ

[۱]—زاتپل ' ص ۱۲۱ - [۲]—ص ۵۰۰ ' ج ۱ ' لیپزگ - [۳]—ص ۸۹۵ ' ج ۱ ' لیپزگ -

لیس بعدها عمارة، یقال لها تولیة -

ہے.....اور اُس کے قریب ایک شہر ہے جس کے بعد آبادی نہیں، اُس کو تولیہ کہا جاتا ہے -

یاقوت کی اِس دوسری عبارت میں "ناحیۃالشمال" کا جو لفظ ہے وہ مصری نسخہ میں غلط چھپ گیا ہے۔ اُس میں یوں ہے۔ "ناحیۃالشام" [۱]، حالانکہ اِسی نسخے میں جہاں "بحر تولیہ" کا بیان ہے، "ناحیۃالشمال" ہی لکھا ہوا ہے -

قطب الدین شیرازی، تحفۂ شاہیہ میں لکھتے ہیں [۲]:—

(و ایضا النهار الاطول یبلغ) عشرین (ساعة) حیث العرض ثلاث و ستون (درجة) - و هناک جزیرة تسمی تولی - یقال ان اهلها یسکنون الحمامات لشدة بردها - والمشهور انها منتهی العمارة فی العرض -

(اور سب سے لمبا دن ہوتا ہے) بیس (گھنٹے) کا جہاں عرض ۶۳ (درجہ) ہے - اور وہاں ایک جزیرہ ہے - جس کو تولی کہا جاتا ہے - کہتے ہیں کہ وہاں کے باشندے حماموں میں رہتے ہیں سخت ٹھنڈک کی وجہ سے - اور مشہور یہ ہے کہ وہ عرض (البلاد) میں آبادی کی انتہا ہے -

جمال الدین وطواط کہتے ہیں [۳]:—

ان فی جزیرة.....مما یلی جزیرة تولی التی عرضها یقارب تمام المیل الاعظم -

ایک جزیرے میں.....جو جزیرۂ تولی سے متصل ہے، جہاں کا عرض قریب ہے پورے سب سے بڑے جھکاو (دائرۂ شمالی) کے -

[۱]— ص ۴۳۱، ج ۲، مصر - [۲]— زائیل، ص ۱۴۲ - [۳]— ایضاً، ص ۱۴۳، بحوالۂ مناہج الفکر -

شمس‌الدین دمشقی کی " نخبۃ " میں ہے [۱] :—

کامل جزیرۃ تولی و جزیرۃ رفامۃ - | مثلاً جزیرۃ تولی اور جزیرۃ رفامۃ کے باشندے -

ثولی کا نام

اسلامی جغرافیے میں اِس جزیرے کے تین نام ملتے ہیں - تولیہ ، ثولی اور تولی -

ہمارے ماخذوں کے رو سے " تولیہ " کا نام سب سے پرانا معلوم ہوتا ہے ؛ کیوں‌کہ وہ ابن خردادبہ کے یہاں موجود ہے - اُس کے علاوہ ابن فقیہ ہمدانی ، مسعودی (دیکھو التنبیہ و مروج‌الذہب) ، یاقوت اور ابوعبید بکری نے بھی یہی نام لیا ہے -

" ثولی " صرف حسن طبرھانی کے یہاں ملتا ہے -

" تولی " مسعودی (دیکھو التنبیہ و مروج‌الذہب) ، بیرونی، ابوعبید بکری ، اسحاق زیات، قطب شیرازی، وطواط اور دمشقی سب کے یہاں ہے -

چونکہ ثولی ، انگریزی " Thule " سے قریب ہے، جو ممکن ہے اصل یونانی لفظ کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہو ، اس لیے گمان ہوتا ہے کہ حسن طبرھانی نے تلفظ کا زیادہ خیال رکھا ہے ، اور آوازوں کی نقل کے لیے صحیح حروف تجویز کیے ہیں، مثلاً Th کے لیے ث اور e کے لیے ی -

یہ نام اِسلامی جغرافیے میں متداول ہے - اِس ملک کا اور کوئی دوسرا نام نہیں -

موقع

• ثولی کا ملک کہاں واقع تھا ؟ مسعودی نے وہی بات لکھی ہے جو بطلمیوس کے زمانے سے مشہور چلی آرہی ہے- یعنی وہ عرض‌البلاد میں آخری آبادی ہے - لیکن قطب شیرازی نے بطلمیوس ہی کے قول سے ثولی کے آگے صقالبہ کی ایک غیرمعروف قوم کی آبادی دکھائی ہے، اور لکھا ہے کہ وہاں ۲۱ گھنٹے کا دن ہوتا ہے -

[۱]—زائیل ، ص ۱۳۶ -

یہ لکھ کر شیرازی نتیجہ نکالتے ھیں کہ ٹولی کے بجائے یہ آخری آبادی ہوگی [۱] !

بہر حال ٹولی کو مسعودی ' بحر مغرب کی انتہا میں شمالی جانب بتلاتا ھے - اور زیاۃ اُس کی جاے وقوع بلاد صقالبہ سے جانب شمال قرار دیتا ھے - وطواط نے جزیرۂ نروبغہ سے متصل اُس کو بیان کیا ھے - شمس الدین دمشقی نے اُس کی کوئی صحیح جگہ نہیں سمجھی ھے' گو جزیرۂ رناعہ کے ساتھ ساتھ اُس کا تذکرہ کیا ھے - ابو عبید بکری نے بلاد صقالبہ کے بعد اُس کی جگہ بتائی ھے - اِن تمام بیانات میں محض لفظوں کا اختلاف ھے - حقیقت سب جگہ متحد ھے - اور موقع سب نے ٹھیک ٹھیک متعین کیا ھے - اِس کو موجودہ نقشے میں ناروے کے پورسنجر فجارۃ (Porsanger Fjord) سے وارنجر فجارۃ (Varanger Fjord) تک سمجھنا چاھیے -

خط شمالی

ابو عبید بکری کی المسالک و الممالک میں ٹولی کو خط شمالی کے نیچے قرار دیا ھے - اُس کی عبارت پھر پڑھیے [۲] :—

الی تولی الجزیرۃ الواقعۃ تحت الخط الذی یجری لمنتھی الشمال -	جزیرۂ ٹولی تک جو واقع ھے اُس خط کے نیچے جو منتہاے شمال کے لیے چلتا ھے -

یہ خط شمالی' برفانی دائرے (Arctic Circle) سے آگے ھے ؛ اور ھمارے کرے کا سب سے زیادہ جھکاو یہیں محسوس ہوتا ھے !

رات ' دن

مسعودی اور شیرازی نے تصریح کی ھے کہ یہاں کا سب سے بڑا دن بیس گھنٹے کا ہوتا ھے - میرے نزدیک

[۱]—زائیل' ص ۱۳۲ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۲۹ -

اسی لیے "شاملنڈ" کو ٹولی کہنا غلط ہے - کیوں‌کہ وہاں کا دن ۲۰ گھنٹے کا نہیں ہوتا -

چشمہ و دریا | کتاب فی رسم‌الارض میں طبرھانی نے جزیرۂ ٹولی میں ایک چشمے کا ذکر کیا ہے، جس سے ایک دریا نکلتا ہے - یہ دریا شہر اُٹلی میں گزرتا ہوا سمندر میں گرتا ہے -

آبادی | البیرونی نے یہاں کی آبادی کو انسان کے بجائے وحشی جانوروں سے زیادہ قریب کہا ہے - اور اُن کی ذلت آمیز زندگی کو -

تجاوز حد الضنک - | تنگی کی حد سے متجاوز

بیان کیا ہے - یاقوت نے اِس آبادی کو " بد بخت ترین " کے لقب سے یاد کیا ہے -

مکانات | یہاں کے مکانات کی نسبت قطب شیرازی نے ایک عجیب بیان دیا ہے، جو قطعاً غلط ہے - وہ کہتے ہیں " کہا جاتا ہے کہ وہاں کے لوگ سردی کی شدت کے سبب حماموں میں رہتے ہیں " - اِس کی اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دن کو بھی مکانات میں آگ روشن رہتی ہوگی - جیسا کہ بعض جزائر کے حالات میں آتا ہے -

شہر ٹولی | تمام جغرافیہ نویسوں نے جزیرۂ ٹولی میں اِسی نام کے ایک شہر کا ذکر کیا ہے، جو اُس زمانے میں آبادی کی انتہا پر واقع تھا - ہمارے تجویز کردہ ٹولی میں اِس وقت بھی سات آٹھ شہر آباد ہیں - اُنہیں میں ممکن ہے کہ کسی کا نام ٹولی رہا ہو - یا وہ اب بالکل مٹ چکا ہو -

---

بحر تولی

یہ بحر سفید اور شمالی ناروے کے اوپر کا سمندر ہے ' جو لاپلینڈ سے مشرق کی طرف پڑتا ہے ؛ جیسا کہ دمشقی نے تصریح کی ہے ؛ (دیکھو جزیرۂ رواعہ کا حال) - اِس کا تذکرہ ابن خردادبہ نے اِس طرح کیا ہے [۱] :

و اما البحر الذی خلف الصقالبة و علیہ مدینة تولیة ' فلیس تجری فیہ سفینة و لا قارب ولا یجیٔی منہ شیٔ -

اور بہر حال وہ سمندر جو صقالبہ کے پیچھے ہے اور جس پر شہر تولیہ (آباد) ہے ' تو اُس میں کشتی (جہاز) اور قارب (چھوٹی کشتی) نہیں چلتی اور نہ وہاں سے کوئی چیز آتی ہے -

لیکن یہ سنہ ۲۵۰ھ کا بیان ہے -

ابن فقیہ ہمدانی لکھتا ہے [۲] :—

والرابع مابین رومیة و خوارزم و فیہ جزیرة تسمی تولیة ' ولم یوضع علیها سفینة قط -

اور چوتھا (سمندر) رومیہ اور خوارزم کے درمیان ہے ' اور اُس میں ایک جزیرہ ہے جس کو تولیہ کہا جاتا ہے ' اور اُس پر کبھی کشتی نہیں چلائی گئی -

یاقوت کی معجم البلدان میں ہے [۳] :—

بحر تولیة - من البحار العظام واظنہ یستمد من المحیط -

بحر تولیہ - بڑے سمندروں میں سے ہے ' اور میرا گمان ہے کہ اُس کو بحر محیط سے مدد پہنچتی ہے -

---

[۱]—زانبل ' ص ۱۲۲ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۲۳ - [۳]—ص ۵۰۰ ' ج ۱ -

اِس کے بعد کندي کی عبارت نقل کی ہے، جو اِس مقام کے مناسب نہیں ہے - کیوں‌کہ اُس میں بحر تولیہ کا ذکر نہیں ہے - بلکہ جو الفاظ لکھے ہیں وہ بحر مایطس پر صادق آتے ہیں -

مسعودي نے کتاب التنبیہ میں اِس کو " بحر مغرب " کے نام سے یاد کیا ہے [۱] -

ابن سعید کے نقشۂ زمین میں جس کا نمبر " میے عربکے " میں (۷۱) ہے، بحر ثولی کی جگہ پر یہ عبارت لکھی ہے :—

و فیہ بحر ینتھی الیہ بعض ھذہ الاراضی المعمورۃ و حال شمالہ غیر معلوم غالباً -	اور اِس میں ایک سمندر ہے جس پر بعض یہ آباد زمینیں ختم ہوتی ہیں - اور اُس کے شمال کا حال غالباً نا معلوم ہے -

اِس کے بعد یہ مٹی ہوئی ناقص عبارت ہے :—

"......طرق بحریۃ تنتھی الی ساحل المحیط" -	بحری راستے، جو ختم ہوتے ہیں محیط کے ساحل تک -

دمشقی نے نخبۃالدھر میں اِس سمندر کو بحر " زفتی" کی رودبار قرار دیا ہے - کہتا ہے [۲] :—

وتبرز ھناک منہ اخری طولھا شہر و نصف فی عرض عشرین یوماً ، بھا جزائر مسکونۃ بطوائف من الناس تقدم وصفھم کاھل جزیرۃ تولی و جزیرۃ وفاعۃ -	اور وہاں اُس (بحر زفتی) سے ایک دوسری رودبار نکلتی ہے، جس کی لمبان ڈیڑھ مہینے کی، بیس دن کی چوڑان میں ہے - وہاں بہت سے جزیرے ہیں جن میں لوگوں کے مختلف گروہ رہتے ہیں، جن کا بیان

[۱]- زانیل ، ص ۱۲۶ - [۲]— ایضاً ، ص ۱۳۵ ، و ۱۳۶ -

اوپر آچکا ، مثلاً جزیرۂ تولی اور جزیرۂ
رفامہ کے باشندے -

دمشقی نے اس رودبار کا رقبہ بھی بتایا ہے - اور جاے وقوع بھی -
رقبہ یہ ہے :—طول تیرہ مہینے کا راستہ اور عرض ۲۰ روز کا راستہ ؛ اِس سے
اِس سمندر کی وسعت ظاہر ہے ! جاے وقوع ثولی اور رفامہ (رواعہ) کے نام
ہی سے معلوم ہو جاتی ہے -

بحیرۂ نیّرہ

(White Sea)

قطب کی سرزمین اور سمندر میں بعض جگہ برف کی چمک کی وجہ سے رات کو بھی کافی روشنی رہتی ہے - ایسے سمندر بحر سفید کہلاتے ہیں - یہاں بحیرۂ نیّرہ سے مراد بحر سفید ارکٹجل ہے -

اِس سمندر کو دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ) نے بحیرۂ جامدہ سے جانب مغرب بتلایا ہے - اور دونوں کے درمیان بیس مرحلے کا فاصلہ تجویز کیا ہے مرحلہ چار فرسنگ کا ہوتا ہے [۱] - اِس طرح بیس مرحلوں کے اَسّی فرسنگ ہوئے - اب اگر فرسنگ اور لیگ برابر ہیں تو ایک مرحلہ آدھ میل کا ہوا - اور بیس مرحلے کے دس میل ہوئے -

یہ سمندر بلاد کلابیہ سے شمال کی طرف واقع ہے - اِس کا رقبہ دمشقی نے نہیں بتایا ' مگر یہ لکھا ہے کہ بڑا سمندر ہے - اور اُس کے جزائر میں صقالبہ کا ایک گروہ آباد ہے - یہ جزائر غالباً بحر سفید کے جنوبی ' مشرقی اور مغربی علاقے ہیں جو "لندرا" میں داخل ہیں -

یہاں کی رات کا دمشقی نے اچھا سماں دکھایا ہے - ہم اُس کے "نخبہ" کی پوری عبارت اِس سمندر کے متعلق درج کرتے ہیں [۲] :—

و بالقرب من البحیرة الجامدة ' عن مسافة عشرین مرحلة فی المغرب منها ' شمالیّ بلاد الکلابیة ' بحیرة کبیرة تسمی البحیرة النیرة -	اور بحیرۂ جامدہ کے قریب ' اُس سے بیس مرحلے جانب مغرب ' بلاد کلابیہ کے شمال ' ایک بڑا سمندر ہے جس کا نام بحیرۂ نیّرہ ہے -

[۱]—فرہنگ اٹلدرا ج ' ص ۲۶۹ ' ج ۳ -
[۲]—ژاثیل ' ص ۱۴۵ -

مسکونة بطائفة من الصقالبة - فی اللیل ابداً تُری بها اضواء کاضواء النیران من غیر نار و لا جرم منیرة کانارة الکواکب او کانارة النار -

وہاں صقالبہ کا ایک گروہ آباد ہے - رات میں ہمیشہ وہاں ایسی روشنیاں دکھائی دیتی ہیں جیسی آگ کی روشنی ' حالانکہ وہاں آگ نہیں ہوتی ' اور نہ روشن اجرام ہوتے ہیں ' جیسے ستارے چمکتے ہوں یا آگ بھڑکائی جاتی ہو -

رواعہ

(LAPLAND)

نام	اِس جزیرے کے دو نام ھیں ' رواعہ (زائپل ص ۱۳۵) اور رفاعہ (زائپل ص ۱۳۹) ؛ اور لطف یہ ہے کہ

ایک ھی مصنف نے لیے ھیں - میرے خیال میں " رفاعہ " سہو کتابت ھے ؛ کیونکہ کتابت میں رواعہ کے " وا " کا مل کر " فا " ھو جانا بہت معمولی بات ھے - اب رھا رواعہ ' تو " نروافہ " سے اُس کو ممتاز کرنے کے لیے آگے یہ تصریح بھی کی گئی ھے [۱] :—

جزیرۃ رواعۃ بالعین المھملۃ -	جزیرۂ رواعہ ' بےنقطے کی عین کے ساتھ -

رواعہ اور نروافہ میں غ کے نقطے کے علاوہ ابتدا میں ایک " نون " کا بھی فرق ھے ' جو کتابت میں بہت آسانی سے غائب ھو سکتا ھے - لیکن اِس تصریح سے اِتنا ضرور ثابت ھوتا ھے کہ " نروافہ " کی کتابت میں چاھے جتنی تصحیفات ھوں ' رواعہ کے وجود پر اُن کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ؛ کیوں‌کہ اِس کی " ع " فہن نہیں ھو سکتی -

موقع	یہ جزیرہ " ثولی " کے قریب ھے - دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ) نے دونوں کا ذکر پاس پاس کیا ھے [۲] :—

کاھل جزیرۃ ثولی و جزیرۃ رفاعۃ -	جیسے جزیرۂ ثولی اور جزیرۂ رفاعہ کے لوگ -

---

[۱]—زائپل' ص ۱۳۵ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۳۶ -

اور بحیرۂ تولی کو اِس کے مشرق میں بتایا ہے [۱] :—

و شرقیّ هولاء بحیرة واسعة .... تسمی تولی -	اور اِن (رواعہ کے) لوگوں سے مشرقی جانب ایک وسیع بحیرہ ہے ...... جس کو تولی کہا جاتا ہے -

شمال کی طرف یاجوج و ماجوج اِس کی سرحد بتائی ہے [۲] :—

و بجنوب یاجوج و ماجوج	اور یاجوج و ماجوج کے جنوب میں -

جو میرے نزدیک صحیح نہیں - معلوم نہیں دمشقی نے نقشے کو کس رخ سے دیکھا تھا !

اِس کی جھیل کا پانی شور بتایا ہے [۳]:—

بحیرة مالحة	نمکین بحیرہ -

ظاہر ہے کہ یہ تمام اوصاف جس ملک پر صادق آ سکتے ہیں وہ لاپلینڈ ہی ہے !

لاپلینڈ آدھے سے زیادہ برفانی دائرے کے اندر ہے ؛ اور وہاں کی آب و ہوا برفانی ہے [۴] - ہمارے یہاں جس ملک کا نام رواعہ ہے ' وہ لاپلینڈ کا شمالی حصہ ہے ؛ اور یہ کل کا کل برفانی دائرے میں ہے -

نمکین سمندر

دمشقی لکھتا ہے :—

ولهم بحیرة مالحة حولها نحو ثلاثین فرسخا فی نحو عشرین فرسخا -	اور اِس کے اردگرد اُن کا ایک نمکین بحیرہ ہے ' تقریباً ۳۰ فرسخ ' تقریباً ۲۰ فرسخ میں -

یہ چھوٹا سمندر (L. Enare) ہے ؛ جس کی پیمایش دمشقی کے مطابق ۶۰۰ فرسخ ہے اور جدید جغرافیے کے مطابق کچھ نہیں بتلائی

[۱]—زانیل ' ۱۲۵ - [۲]—ایضاً - [۳]—ایضاً - [۴]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۷۱۸ ' ج ۱۳ -

جا سکتی - اگر فرسخ اور فرلانگ برابر ہیں تو یہ جھیل ۷۵ میل مربع رقبے میں پھیلی ہوئی ہے -

موجودہ جغرافیے سے خاص اِس جھیل کے پانی کا ذائقہ بھی نہیں بتلایا جاسکتا - لیکن بحرِبیرنٹس کے متعلق انسائکلوپیڈیا کا بیان یہ ہے [۱]:—

"Alexandrovsk, on kola fjord, is an ice-free harbour because the last remnants of the Gulf stream bring to this coast salt and relatively warmwater of Atlantic origin from the west coast of Norway."

بحر بیرنٹس ' موجودہ جغرافیے میں شمالی ترین بحر اوقیانوس کا مشرقی حصہ مانا جاتا ہے ' اس لیے اُس کے پانی کا اثر اور خاصیت ناروے اور لاپلینڈ کے ساحلوں میں موجود ہے - جس شہر کا نام لکھا گیا ہے وہ اِس نمکین سمندر سے بہت مشرق میں ہے اور جب وہاں کا پانی شور ہے تو ظاہر ہے کہ جھیل بھی شور ہوگی !

کورلا ا

دمشقی نے یہاں ایک عجیب مخلوق کی خبر دی ہے - کہتا ہے [۲] :—

و بجنوب یاجوج وماجوج طائفة رؤوسهم لا صقة بابدانهم بغیر رقاب ظاهرة - ومعاشهم الصید ' والنبات یاکلونه - وهم کالوحوش في القوة والجهالة والبطش - ولهم بحیرة مالحة......یاوون الیها عندالخوف من عدوهم -

اور یاجوج و ماجوج کے جنوب ایک گروہ ہے جس کے سر بدنوں سے چپکے ہوئے ہیں اور گردنیں ظاہر نہیں ہیں - اِن کی معاش شکار ہے اور سبزی کھاتے ہیں - اور وہ قوت ' جہالت اور گرفت میں وحشیوں کی طرح ہیں- اور اُن کا ایک نمکین

[۱]—ص ۱۰۸ ' ج ۳ - [۲]—زائیل ' ص ۱۳۵ -

بتھیرۃ ہے......وہ اُن میں پناہ لیتے
ہیں جب دشمن کا اُن کو خوف
ہوتا ہے -

اِس مخلوق کا ذکر اور بھی کئی ملکوں میں آیا ہے ' اس لیے یہاں ہم تمام عبارتیں یکجا کیے دیتے ہیں -

سب سے پہلے ادریسی (سنہ ۵۴۸ھ) نے جزیرۂ " نروافہ " میں اِس گروہ کا ذکر کیا ہے - کہتا ہے [۱] :—

ویقال ان فی هذه الجزیرة قوما مستوحشین ' یسکنون البراري ' رؤوسهم لاصقة باکتافهم ' لااعناق لهم البتة - وهم یأوون الی الشجر فیتخذون فی اجوافها بیوتا' ویسکنون فیها - واکلهم ثمر البلّوط والشاهبلّوط-

اور کہا جاتا ہے کہ اِس جزیرے میں ایک وحشی قوم ہے جو جنگلوں میں رہتی ہے - اُس کے سر شانوں سے چپکے ہوئے ہیں ' اُن کے گردنیں بے شک نہیں ہیں - اور وہ درختوں میں پناہ لیتے ہیں ' اُن کے خول میں گھر بناتے ہیں ' اور اُس میں رہتے ہیں - اور اُن کی غذا بلوط اور شاہ بلوط کے پھل ہیں -

ادریسی کو یہ معلومات کہاں سے دستیاب ہوئے ؟ اِس کا پتا لگانا بہت آسان ہے ! انسائکلوپیڈیا میں ہے [۲] :—

"The King and his geographer sent emissaries to various countries to observe, record and design; and Idrisi inserted in the new geography the information they brought."

"بادشاہ (راجر) اور اُس کے جغرافیہ نویس (ادریسی) نے مختلف

[۱]—زائپل ' ص ۱۲۵ و ۱۲۶ - [۲]—ص ۷۲ ' ج ۱۲ -

ممالک میں نمائندے بھیجے تاکہ مشاہدہ کریں ' لکھیں اور نقشے بنائیں ؛ اور ادریسی نے نئے جغرافیے میں وہ معلومات داخل کیے جو اُن لوگوں نے بہم پہنچائے تھے"۔

اِس بیان سے ادریسی کی تحریر کی صحت ظاہر ہے !

ابن سعید مغربی نے "جزیرۂ صقلب" کے بیان میں لکھا ہے [۱] :—

وذکر صاحب کتاب رُجار ان فیھا قوما قد التصقت رؤوسھم باکتافھم ' واکثر ما یسکنون فی الشجر الکبار یحفرونھا ویدخلون فیھا ۔	اور کتاب رجار (راجر) کے مولف (یعنی ادریسی) نے ذکر کیا ہے کہ اُس میں ایک قوم ہے جس کے سر شانوں سے ملے ہوئے ہیں ' اور زیادہ تر یہ بڑے درختوں میں رہتے ہیں - اُن کو کھودتے ہیں اور اندر چلے جاتے ہیں ۔

اِس سے ایک بات یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ "جزیرۂ صقلب" اور جزیرۂ نرواغۃ ایک ہیں ! کم از کم ابن سعید نے ایسا ہی سمجھا ہے - اور میرے خیال میں بالکل ٹھیک سمجھا ہے - وطواط نے بھی "نرواغۃ" کا نام لیا ہے ؛ مگر ایک قید کے ساتھ - کہتا ہے [۲] :—

ان فی جزیرۃ من جزائر البحر المحیط ' ممایلی جزیرۃ تولی ' التی عرضھا یقارب تمام المیل الاعظم ' قوماً مستوحشین ' یسکنون البراری ' رؤوسھم لاصقۃ باکتافھم ' لااعناق لھم ' یأوون الیٰ شجر عادیۃ ' یتخذون	جزائر بحر محیط میں سے ایک جزیرے میں ؛ جو جزیرۂ تولی سے متصل ہے ' جس کا عرض پورے سب سے بڑے جھکاؤ کے قریب ہے ؛ ایک قوم ہے وحشی ' یہ جنگلوں میں رہتے ہیں ؛ اِن کے سر شانوں سے ملے

[۱]—زائیل ' ص ۱۲۹ و ۱۳۰ - [۲]—ایضاً ' ۱۳۳ ۔

فیها بیوتا ، یسکنون فیها ، واکلهم ثمر البلوط ، و تسمی هذه الجزیرة جزیرة نروافه -

ہوئے ہیں ؛ ان کے گردنیں نہیں ہیں - پرانے درختوں میں پناہ لیتے ہیں ، اُن میں گھر بناتے ہیں اور رہتے ہیں- اِن کی غذا بلوط کا پھل ہے - اور اِس جزیرے کو جزیرۂ نروافہ کہتے ہیں -

اِس سے معلوم ہوا کہ یہاں پورا "نروافہ" مراد نہیں ہے - بلکہ اُس کا صرف وہ حصہ مراد ہے جو تولی سے متصل ہے - اِس حصے کا کیا نام ہے ؟ دارموشہ !

نجم الدین حرانی نے جامع الفنون میں جزیرۂ "دارموشہ" کی نسبت لکھا ہے [۱] :—

و یقال ان بهذه الجزیرة اقواما مستوحشة یسکنون البراری والقفار و رؤوسهم لاصقة باکتافهم و لا اعناق لهم ، و هم ینتحتون الشجر و یتخذون فی اجوافها بیوتا یأوون الیها ، و اکلهم البلوط -

اور کہا جاتا ہے کہ اِس جزیرے میں کچھ قومیں ہیں وحشی ، جو جنگلوں اور چٹیل میدانوں میں رہتی ہیں- اور اُن کے سر شانوں سے ملے ہوئے ہیں ، اور اُن کے گردنیں نہیں ہیں - اور وہ درخت کو کھودتے ہیں اور اُن کے اندر گھر بناتے ہیں ، جن میں پناہ لیتے ہیں - اور اُن کی غذا بلوط ہے-

دوسری جگہ لکھا ہے [۲] :—

و بهذه الجزیرة قوم مستوحشون یُعرفون بالبراری ، رؤوسهم لاصقة

اور اِس جزیرے میں ایک قوم ہے وحشی - یہ سب ، جنگلوں میں

[۱]—زانہل ، ص ۱۴۷ - [۲]—ایضاً ، ۱۴۸ -

یاکتافهم و لا اعناق لهم ' و دأبهم ینقبون الاشجار الکبار ویتخذون اجوافها بیوتا یأوون الیها ' واکلهم البلوط -	نظر آتے هیں - اِن کے سر شانوں سے ملے هوئے هیں ' اور اِن کے گردنیں نہیں هیں - اِن کا طریقہ یہ هے کہ بڑے درختوں کو کھودتے هیں اور اُن کے اندر گھر بناتے هیں جن میں یہ پناہ لیتے هیں - اور اِن کی غذا بلوط هے -

اِن تمام عبارتوں سے ممالک ذیل میں اِس گروہ کا وجود ثابت هوتا هے ; رواعہ ' نروافہ (یا جزیرۂ صقلب) اور دارموشہ -

اِس کا حلیہ سب نے یہ لکھا هے :—

بدن سے سر ملے هوئے ' گردن نمایاں نہیں - (دمشقی)

سر شانوں پر رکھے هوئے' گردنیں ندارد - (ادریسی' وطواط ' حرانی) -

سر شانوں سے ملے هوئے- (ابن سعید)

اِس کا مطلب یہ هے کہ گردنیں ایسی کوتاہ هیں کہ سر شانوں پر رکھے هوئے معلوم هوتے هیں !

اِس جماعت کی غذا دمشقی نے نباتات بتائی هے - ادریسی نے متعین طور پر بلوط اور شاهبلوط کے پھل کا نام لیا هے - وطواط اور حرانی نے بھی یہی لکھا هے -

یہ جماعت کہاں نظر آتی هے ؟ اِس کا جواب سب نے تین لفظوں میں دیا هے - براری ' یہ بریہ کی جمع هے ' بریہ صحرا کو کہتے هیں - صحرا وہ وسیع فضا هے جو نباتات سے خالی هو - قفار ' وہ زمین کا خلا جو پانی ' آدمی اور گھاس سے خالی هو - فیافی وہ جنگل جن میں پانی نہ هو - جس مقام کا حوالہ دیا گیا هے وهاں کے میدانوں اور گھنے جنگلوں میں بڑے بڑے درخت هوتے هیں -

رہنے کی جگہ کیسی ہوتی ہے ؟ ادریسی کے لفظوں میں " یہ درخت کو اندر سے کھود کر گھر بناتے ہیں " - ابن سعید نے لکھا ہے کہ " زیادہ‌تر بڑے درختوں میں رہتے ہیں ، اُن کو کھودتے ہیں اور اندر چلے جاتے ہیں " - وطواط نے پرانے درخت کی تصریح کی ہے جو ظاہر ہے کہ بڑا ہوتا ہے - چوں‌کہ ناروے وغیرہ بہت سرد مقامات ہیں ، اس لیے وہاں درختوں کو کھود کر مکان بنانا ضروری ہوگا - ورنہ جن مقامات میں سردی کم پڑتی ہے وہاں یہ میدان ہی میں رات گزارتے ہیں - غالباً اِسی بنا پر ابن سعید نے " زیادہ‌تر " کا لفظ اضافہ کیا ہے - دمشقی کی عبارت ناممکل ملی ہے - اُس میں بیچ میں سے کچھ چھوٹ گیا ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے درختوں کو کھود کر مکان بنانے کا ذکر کرنے کے سلسلے میں وہ یہ بھی کہنا چاہتا ہے کہ یہ اپنے گھروں میں اُس وقت جاتے ہیں جب دشمن کا خوف ہوتا ہے ؛ ورنہ باہر ہی رہتے ہیں -

" طائفہ " اور " قوم " کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی سکونت جماعتی انداز کی ہے ؛ یعنی خاندان کے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہوکر رہتا ہے -

وحشت کا سب نے ؛ اور قوت ، جہالت اور کرفت کا دمشقی نے تذکرہ کیا ہے - اُس نے اِس جماعت کا پیشہ شکار بتایا ہے - اور لوگ اِس باب میں بالکل ساکت ہیں - اگر شکار سے مراد زراعت پر ہجوم اور حملہ ہے تو یہ صحیح ہے ! کیوں‌کہ دمشقی نے شکار میں کسی جانور کا نام نہیں لیا ہے ؛ اور اِس جماعت کی غذا " نباتات " ہی بتائی ہے ؛ اِس لیے ظاہر ہے کہ شکار بھی نباتات ہی کا ہوگا !

یہ حالات سننے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ آبادی کہاں تھی ؟ البیرونی نے ساتویں اقلیم کے آخر سے ، جزیرۂ تولی تک کی آبادی

کو وحشی کہا ہے - غالباً اِسی بنیاد پر وطواط نے اِس کو انسانوں کی آبادی سمجھا ؛ اور اُس کے لیے یہ تمہید اختیار کی [۱] :—

و ما بقی من المعمور الذی قلنا ان نہایتہ ست و ستون درجۃ مضاف الی ہذا الاقلیم ' (یعنی الاقلیم السابع) و محسوب فیہ ' تسکنہ طوائف من الناس ' ہم بالبہائم فی الخلق و الخلق اشبہ منہم ببنی آدم ؛ کما یحکی ان فی جزیرۃ من جزائر البحر المحیط - الخ -

اور جو باقی آبادی ہے ' جس کی نسبت ہم نے کہا ہے کہ اُس کی انتہا ۶۶ درجہ ہے ' وہ اِسی اقلیم (هفتم) کی طرف منسوب اور اِسی میں شامل ہے - وہاں انسانوں کے کچھ گروہ رہتے ہیں جو صورت اور سیرت میں آدمیوں کی بہ‌نسبت چوپایوں سے زیادہ مشابہ ہیں - جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ بحر محیط کے جزائر میں سے ایک جزیرے میں - الخ -

اِس کے بعد وہی عبارت ہے جو اوپر نقل ہو چکی -

حالانکہ البیرونی کا مطلب کچھ اور ہے ! وہ "زیر بحث" گروہ کو انسان نہیں سمجھ رہا ہے - اور نہ اُس کا ذکر کر رہا ہے !

بہرحال وطواط کے علاوہ کسی نے اِس گروہ کو انسان نہیں سمجھا - اور کیسے سمجھ سکتا ہے ؟ جب‌کہ خود وطواط نے تصریح کردی ہے کہ "وہ خلقت میں بہائم (چوپایوں) سے مشابہ ہوتے ہیں !"

کاشغری (محمود بن حسین بن محمد) کے نقشۂ عالم میں جو "کتاب دیوان لغۃالترک" میں لگا ہوا ہے ' دنیا کے شمال و مشرق ایک ریگستان دکھلایا گیا ہے اور اُس کے اوپر یہ عبارت لکھی ہے [۲] :—

---

[۱]—زانیل ' ص ۱۲۳ - [۲]—میر عربکی ' ص ۱۴۲ کے سامنے ' جلد ۵ -

یقال فی هند (هذا) الغیافی یسکن النسناس -	کہا جاتا ہے کہ اِن جنگلوں میں نسناس رهتا ہے -

اِس نقشے میں سمتیں اور مقامات غلط ہو گئے ہیں - تاہم جن میدانوں کا اِس میں حوالہ ہے وہ وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے ؛ اس لیے اُن کی آبادی کا پتا لگانا اب کچھ مشکل نہیں ہے - "نسناس" بن‌مانس کو کہتے ہیں - جن مقامات کا اوپر ذکر آیا ہے اُن میں بن‌مانسوں کی آبادی تھی ! یعنی ایک خاص قسم کا بن‌مانس "گورلا" (Gorilla) وہاں رهتا تھا ! جو ظاہری ساخت میں انسان سے بےحد مشابہ ہوتا ہے ! اور غالباً وطواط نے اِسی بنا پر دھوکا کھایا ہے !

"گورلا" بن مانسوں میں سب سے قدآور اور خوفناک ہوتا ہے - وہ انسان سے اِس قدر ملتا جلتا ہے کہ بظاہر غیر مہذب آدمی معلوم ہوتا ہے ! وہ عموماً نہایت گھنے اور دشوارگزار جنگلوں میں' چھوٹے خاندانی جتھوں میں منقسم ہوکر رهتا ہے ؛ اور شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے - اِسی لیے اُس کی عادتوں سے بہت کم واقفیت حاصل ہوسکی ہے - اُس کا قد تقریباً ساڑھے پانچ فٹ ہوتا ہے - اور جسمانی طاقت میں وہ شیر سے کم نہیں ہوتا - اُس کا چوڑا سینہ اور لحیم شحیم شانے اُس کی بے نظیر طاقت پر شاہد ہیں - "اوریانگ" کی طرح اُس کے بازو بھی بہ نسبت ٹانگوں کے بڑے ہوتے ہیں ؛ اور یہ بھی چاروں ہاتھ پانو پر چلتا ہے - تاہم وہ دوسرے بندروں کے مقابلے میں زیادہ آسانی سے سیدھا کھڑا ہوسکتا ہے - اور زیادہ دیر تک کھڑا بھی رہ سکتا ہے -

اُس کا سر بڑا ' پیشانی ڈھالو اور کان چھوٹے ہوتے ہیں - اور وہ اِس قدر کوتاہ گردن ہوتا ہے کہ اُس کا سر شانوں پر رکھا ہوا معلوم ہوتا ہے ! اور اِس وجہ سے وہ نہایت بد شکل اور مہیب معلوم ہوتا ہے- آنکھیں گہرے

گھرے گڈھوں میں گھسی ہوتی ہیں- ناک چپٹی، لیکن اور بن‌مانسوں کی بہ نسبت زیادہ اٹھی ہوئی ہوتی ہے -

اُس کی کھال قطعی سیاہ ہوتی ہے - اور اُس پر گھرے بھورے رنگ کے بال ہوتے ہیں - صرف سر پر بالوں کا رنگ کسی قدر سرخی مائل ہوتا ہے ۔

یہ درختوں پر نہیں رہتا ؛ تاہم اُن پر بہ آسانی چڑھ سکتا ہے - اور پھلوں کی تلاش میں اکثر درختوں پر نظر آتا ہے - میوہ خور ہے - ملائم پودوں اور جنگلی گنّے کا بھی شائق ہے - کبھی کبھی زراعت پر بھی حملہ کرتا ہے ! [۱] -

اِس جدید بیان اور مسلمانوں کے قدیم بیانات کو آمنے سامنے رکھو! صاف نظر آئےگا کہ اُنھوں نے جس مخلوق کا ذکر اپنے جغرافیوں میں کیا ہے، وہ یہی گورلا تھا !

اہل یورپ کو " گورلا " کا علم سنہ ۱۲۷۸ھ (سنہ ۱۸۶۱ع) اور اُس کے بعد ہوا ہے، جب‌کہ Paul B. du Chaillu نے افریقا کے ایک مقام میں اُس کا پتا لگایا تھا - چنانچہ یہی شخص گورلا کا " مکتشف " مانا جاتا ہے [۲] - لیکن ایک ممالوجسٹ (Mammalogist) کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ " گورلا " کا نشان سنہ ۱۸۶۱ع سے " ساڑھے سات سو برس پہلے " ادریسی نے اپنے جغرافیے میں دیا تھا ! اور غالباً وہی اصلی مکتشف تھا ! مزے کی بات یہ ہے کہ اہل یورپ کے دونوں اکتشافات (سنہ ۱۸۶۱ع، اور سنہ ۱۹۰۳ع) " افریقا " کے جنگلوں میں ہوئے - لیکن مسلمانوں نے خود یورپ والوں کے گھروں میں گورلا کا سراغ پایا ! جس سے وہ بالکل بےخبر تھے - اور شائد اب بھی بےخبر ہیں !

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۵۳۱ ' ج ۱۰ ؛ عالم حیوانی، ص ۵۹۳ تا ۵۹۶ -
[۲]—انسائکلوپیڈیا حوالۂ سابق -

اولیا

(OULU)

جزیرۂ اولیا کا نام آج کل (Oulu) ھے - یہ فنلینڈ کا ایک حصہ ھے - اولیا کے نام کا نہ اِس وقت کوئی شہر ھے اور نہ ملک ؛ لیکن یہاں کے ایک دریا اور جھیل دونوں کو اب تک (Ulea) کہتے ھیں - اور (Oulu) شہر کا پرانا نام بھی (Uleaborg) ھے ؛ جس میں برگ کو نکال کر ' جو نئی پیدائش ھے' باقی نام پرانا ھی ھے !

اِس ملک کے بعض حصے' جن میں شہر بھی آباد ھیں' برفانی دائرے کے اندر ھیں - حسن بن بہلول اوانی طبرھانی اور اسحاق بن حسن زیات نے اِس کو جزیرہ کہا ھے ؛ جو اھل عرب کی عام عادت ھے -

موقع

طبرھانی " بحر مغربی و شمالی" کے اُس حصے کے جزیروں کا بیان کرتے ھوئے' جو خارج از اقالیم ھے' لکھتا ھے [۱] :—

جزیرۂ اولیا - فیها مدن کثیرة - اولها عند طول یم ل و عرض نال' ثم تمر علی مثال التوارة ثم بعرض ناه ' ثم تمر الی طول یم ہ و عرض نب ل' ثم تمر الی طول یط مہ و عرض نب م' ثم تمر الی طول کب م و عرض نہ ل' ثم تمر الی طول کب ہ و عرض نوہ ' ثم تمر الی	جزیرۂ اولیا - اُس میں بہت سے شہر ھیں - اُس کی ابتدا یم ل کے طول اور نال کے عرض سے ھے - الخ -

[۱]—ژائیل ' ص ۱۲۳ ' بحوالۂ کتاب فی رسم الارض -

ں كبج ە و عرض نول، ثم تمر الى
ں كب و عرض نزم، ثم تمر الى
ں كبج ە و عرض نح ى، ثم تمر
طول كا مه و عرض نط يه ، ثم
الى طول كبج ە و عرض نط ى،
تمر الى طول كب م و عرض
مه ، تم تمر الى طول كزل و
ں نبج، ثم تمر الى طول كو مه
رض نط ک ، ثم تمر الى طول
يه و عرض نط م، ثم تمر على
ال القواوة ، ثم تمر بعرض نط ى،
تمر الى طول لا ى و عرض س يه،
تمر الى طول كح ک و عرض
ل، ثم تمر الى طول كز ە و
ں سال، ثم تمر الى طول كح ل
رض س مه ، ثم تمر الى طول
ک و عرض سا يه ، تم تمر الى
ں ک كه و عرض س م، ثم تمر
، طول يط ک و عرض س م، ثم
الى طول يط مه ، ثم تمر الى
، يح ە و عرض س ە ، ثم تمر
طول يوم و عرض نط م، ثم تمر
، مثال الطيلسان الى طول يو ى

و عرض نح ۵ ' ثم تمر علی مثال
القوارة ' ثم تمر بعرض نزک ' ثم
تمر الی طول یط ل و عرض نح ۵ '
ثم تمر الی الموضع الذی منه
ابتدأت عند طول یح ل و عرض
قال -

زیات نے بھی اِس کو ساتویں اقلیم کے باہر شمار کیا ہے - وہ اِس کی جگہ بحر غربی محیط کے اُس حصے میں قرار دیتا ہے جو بلاد صقالبہ سے ہوتا ہوا مشرق کی طرف بلاد ترک ' بلاد تغزغز اور سد یاجوج و ماجوج تک چلا گیا ہے - یہ ٹھیک وہی جگہ ہے جہاں آج "Oulu" کا صوبہ واقع ہے - زیات اِس جزیرے کو بحر مغربی کے بڑے جزیروں میں سمجھتا ہے اور اسپین سے اُس کی سمت بھی بتلاتا ہے [۱] :—

و جزیرة اولیا ' وهی فی الجهة الشمالیة من جزیرة الاندلس -

اور جزیرۂ اولیا ' اور وہ شمالی جانب ہے جزیرۂ اندلس سے -

دونوں بیانات کے ملانے سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں -

۱—یہ جزیرہ ' بحر مغربی و شمالی کے اُس حصے میں واقع ہے' جو اقالیم سے باہر ہے -

۲—بحر غربی محیط کے اُس حصے میں ہے جو بلاد صقالبہ سے ہوتا ہوا (بحر بالطیک) مشرق کی طرف گھوم کر سد یاجوج (بحر زنگی یا بحر منجمد) تک چلا گیا ہے -

۳—اسپین سے جانب شمال ہے -

۴—بڑا جزیرہ ہے -

[۱]—زائیل' ص ۱۳۰ و ۱۳۱ - بحوالۂ کتاب فی ذکرالاقالیم -

٥—بہت سے شہر آباد ہیں -

یہ تمام باتیں "Oulu" کے علاوہ کسی ملک پر صادق نہیں آتیں-

آبادی

طبرمانی کے زمانے میں یہاں کثیر آبادی تھی -
اِس وقت بھی یہاں بہت سے شہر موجود ہیں ؛ جو طبرمانی کے دعوے کا زندہ ثبوت ہیں ؛ وہ کہتا ہے [١] :—

جزیرۃ اولیا ، فیہا مدن کثیرۃ -	جزیرۃ اولیا ، اُس میں بہت سے شہر ہیں -

اِن شہروں کے نام اس لیے قلم انداز کیے جاتے ہیں کہ ہمارے ماخذوں نے اُن سے بحث نہیں کی ہے -

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آخر میں ایک غلط فہمی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے - ادریسی کے نقشوں میں سے نمبر (٣٤) کے نقشے میں ایک جزیرے کا نام اولیا لکھا ہے ؛ جو "بحرالغرب المظلم" میں واقع ہے - اِس کے مشرق میں خشکی کا ایک بڑا حصہ ہے، جس میں بلاد مقزاوہ ہیں، مثلاً برلسہ (بریسی) ، دومل، دکرور (تکرور) ، قارنقا ؛ یا سلمی (سلی) ، ملی ، مونہ ، بادیسا ؛ اور ایک دریا النیل (نیل السودان) - ظاہر ہے کہ اِن پڑوسی شہروں کی وجہ سے "اولیا" یورپ کا نہیں، افریقا کا کوئی حصہ ہوگا ! لیکن کیا افریقا میں اِس نام کا کوئی ملک تھا ، یا ہے ؟ اِس سوال کے جواب میں ہم کو ادریسی کے دوسرے نقشوں سے مدد لینی چاہیے -

نمبر ١ کے چار نقشوں میں سے تین میں، "جزائر خالدات" کے پاس ایک جزیرے کا نام "اولیل" لکھا ہے- اکسفورڈ نمبر ١ ، اور قسطنطنیہ کے نقشوں میں اِسی طرح ہے - آکسفورڈ نمبر ٢ میں یہ نام جزیرے کے

---
[١]—زانپل ، ص ١٢٣ -

بجائے ایک شہر کا لکھا ہوا ہے جو جزائر خالدات کی جانب ' نیل سودان کے کنارے واقع ہے - لیکن یہ کتابت کی بڑی فاش غلطی ہے - اِن نقشوں میں بھی' اولیا سے مشرق تقریباً وہی شہر دکھائے گئے ہیں' جو نمبر ۴۴ کے نقشے میں مذکور ہیں !

نمبر ۹۸ کے نقشے میں بھی' جو قاہرہ میں محفوظ ہے' " جزائر خالدات " کے پاس ایک جزیرے کا نام " اولیل" لکھا ہے - لیکن اِس لفظ کا آخری حرف (دوسرا لام) شکست میں ہے؛ اور پہلے حرفوں سے اُس کا نچلا حصہ (دائرہ) بالکل علیحدہ ہوگیا ہے - اِس طرح ایک لفظ " اولیا " اور اُس کے بعد ایک ڈیش (—) رہ گیا ہے - اِس نقشے میں بلاد مقراوہ کے بجائے بلدان السودان کا لفظ ہے اور وہی شہر لکھے ہیں جو بلاد مقراوہ میں ہم لکھ آئے ہیں -

ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ جزیرۂ اولیا نہیں ؛ اولیل ہے ! یورپ میں نہیں ؛ افریقا میں ہے ! نمبر ۴۴ کے نقشے میں نام غلط درج ہوگیا ہے - رہا یورپ کا جزیرۂ اولیا ' تو اُس کا نقشہ " ادریسی" نے بنایا ہی نہیں !

مرمان

(MURMAN COAST)

یہ پورا علاقہ برفانی دائرے کے اندر ھے - اِس کا ذکر صرف ابو عبید بکری (سنہ ۴۸۷ھ) نے کیا ھے - دمشقی نے اِس کو بحیرۂ تولی کا ایک جزیرہ یا آبادی ؛ اور وطواط نے جزیرۂ تولی سے متصل ایک جزیرہ کہا ھے - مسعودی اور ابوالفدا نے یہاں کے جنگلوں ' زلزلوں اور برفباری کی شدت کا تذکرہ کیا ھے -

ابو عبید بن عبدالعزیز بکری کی کتاب المسالک و الممالک میں ضمناً ایک جگہ ' بلاد صقالبہ کی نسبت ' ایک روایت کے سلسلے میں ' ابراھیم بن یعقوب اسرائیلی سے نقل کیا گیا ھے [۱] :—

وجاور بلد ناقون فی المغرب سکسون و بعض مرمان -	اور مغرب کی طرف بلد (ملک) ناقون کے پڑوس میں سکسون اور کچھ مرمان ھے -

"بعض مرمان" کے جملے سے معلوم ھوتا ھے کہ ابو عبید بکری اِس کو ایک شہر کے بجائے ' ایک صوبہ یا ملک سمجھتا تھا - جیسا کہ آج بھی ھے -

موقع	بکری سے اِتنا معلوم ھوتا ھے کہ "مرمان" کا کچھ حصہ ملک ناقون سے مغرب کی جانب واقع تھا - وطواط

کی مناھج الفکر میں ھے [۲] :—

......ان بعض الجزائر التی تلی جزیرۃ تولی......	بعض اُن جزیروں میں جو جزیرۂ تولی سے متصل ھیں' الخ

[۱]—ژائیل ' ص ۸۲ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۲۳ -

دمشقی ، نخبۃالدھر میں جزیرۂ رواعہ کے بعد لکھتا ہے [۱] :—

وشرقی ھوءلاء بحیرۃ واسعۃ یصب فیھاالمحیط المشرقی، تسمی تولی - لھا جزائر و عمائر -	اور اِن (رواعہ والوں) سے مشرقی جانب ایک وسیع بحیرہ ہے ، جس میں محیط مشرقی گرتا ہے ، اُس کا نام تولی ہے - اُس کے بہت سے جزیرے اور آبادیاں ھیں -

اِن بیانات سے یہ معلوم ھوتا ہے کہ یہ جزیرہ اور آبادی، بحیرۂ تولی کی ہے - اور جزیرۂ رواعہ (Lapland) سے مشرق ہے -

موجودہ نقشے میں (Murman Coast) کو دیکھو ! اُس کے شمال و مشرق بحر بیرنٹس ؛ جنوب و مغرب لاپ لینڈ ؛ شمال و مغرب ناروے کا شمالی حصہ ، (جو پہلے جزیرۂ تولی کہلاتا تھا) ؛ اور جنوب میں جزیرہ نماے Kola ہے - اور یہی حدود اسلامی جغرافیہ سے ظاہر ھوتے ھیں -

آبادی — آبادی یہاں بہت کم ہے - دو ایک چھوٹے چھوٹے شہر اِدھر اُدھر ھیں - ساحل سارا صاف پڑا ھوا ہے -

دمشقی نے جو "عمائر" کا لفظ لکھا ہے - اُس کی صداقت اِن شہروں کی موجودگی سے نمایاں ہے -

تندرا — "تندرا" کا آغاز بھی یہیں سے ھوتا ہے - اُس کا ذکر مستقل عنوان میں آئے گا - مسعودی (سنہ ۳۴۹ھ) نے کتاب العجائب میں اِس "تندرا" کی نسبت حسب ذیل عبارت لکھی ہے [۲] :—

و ما جاوزھم الی الشمال لایسکن لبردۃ و کثرۃ زلازلہ -	اور جو کچھ (علاقہ) صقالبہ سے شمال کی طرف ہے، وھاں ٹھنڈک اور زلزلوں

[۱]— ژانیل، ص ۱۲۵ - [۲]— ایضاً، ص ۱۲۸ -

کی کثرت کے سبب سکونت نہیں اختیار کی گئی ہے -

ابوالفدا' تقویم البلدان میں خبر دیتا ہے [۱] :—

و فی شمالیّ الصقالبة مفاوز لا عمارة فیها الی البحر المحیط و لاتسکن لشدة البرد الذی بها ' الی نحو الروسیة -

اور صقالبہ کے شمال بہت سے چٹیل میدان ہیں' جن میں بحر محیط تک آبادی نہیں ہے - اور وہاں کوئی سکونت نہیں کرتا اُس ٹھنڈک کے سبب جو وہاں پڑتی ہے' روس کی طرف تک -

جزیرۂ نماے کولا

اِن دونوں بیانات میں " تندرا " کے علاوہ ' وہ علاقہ بھی شامل ہے جس کو آج کل جزیرۂنماے کولا (Kola Peninsula) کہتے ہیں - اور یہ سب غیر آباد ہے - مشکل سے چار پانچ چھوٹے چھوٹے شہر اِس پورے علاقے میں ہوں گے ؛ جو بہت ممکن ہے کہ روسیوں کے تسلط کے بعد آباد ہوئے ہوں - کولا کا نام مسلمانوں نے نہیں لکھا ہے - صرف " شمال صقالبہ " کہا ہے -

پانی

"مرمان" کھاری اور میٹھے پانی کا سنگم ہے لاپلینڈ کی طرف اِس کا پانی کھاری ہے ' اور بحر سفید کے شمال شیریں - اوقیانوسی اور قطبی پانی کا فرق اوپر بیان ہوچکا ہے [۲] -

وطواط نے اِس بات کو یوں بیان کیا ہے [۳] :—

ویشربون الماء الملح اذا عدموا العذب -

اور وہ (قلقر) شور پانی پیتے ہیں ' جب شیریں نہیں ملتا -

دمشقی نے پیرایہ بدل کر اِس بیان کو مجمل کر دیا ہے [۴] :—

---

[۱]—زاخپل ' ص ۱۰۶ - [۲]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۱۰۸ ' ج ۳ -
[۳]—زاخپل ' ص ۱۴۳ - [۴]—زاخپل ' ص ۱۴۵ -

و یشربون الماء المالح والماء العذب | اور وہ (قرقز) شور اور شیریں پانی پیتے ھیں -

قرقز

وطواط نے یہاں کے ایک گروہ کا نام " قلقر " لکھا ھے ' جو دمشقی کی کتاب میں " قرقز " ھو گیا ھے - دونوں نے تقریباً ایک ھی بیان دیا ھے -

وطواط ' مناھج الفکر میں لکھتا ھے :—

یتولّدون بین الناس و دواب البحر ' لھم قرون و عیون صغار ' عراة الاجسام یاکلون دواب البحر و نبات الارض - | اُن کی اولاد انسانوں اور دریائی چوپایوں کے بیچ میں ھوتی ھے - اُن کے سینگ ھوتے ھیں ' چھوٹی آنکھیں ' برھنہ تن (ھوتے ھیں) - دریائی چوپائے اور زمین کی سبزیاں کھاتے ھیں -

دمشقی کی نخبة الدھر میں ھے :—

انھم یتوالدون تولیداً من بین الناس و بعض دواب البحر - و ان منھم من لہ قرون و عیون صغار' عراة الاجسام ' یاکلون دواب البحر و نبات الارض - | اُن کے بچے آدمیوں اور بعض بحری چوپایوں کے بیچ میں ھوتے ھیں - اور اُن میں سے بعض کے سینگ ھوتے ھیں ' اور چھوٹی آنکھیں اور برھنہ تن ھوتے ھیں - بحری چوپائے اور زمین کی سبزیاں کھاتے ھیں -

آئین اکبری (ص ۳۶ ' ج ۳) میں ' ساتویں اقلیم میں ' ایک مقام کا نام قرقر لکھا ھے اور اُس کو " آص " کے شہروں میں شامل کیا ھے - لیکن آص کون سا ملک ھے ؟ اِس کا پتا نہیں - اور نہ یہ معلوم ھے کہ اِس مقام کا نام قرقر ' کسی قوم کے نام پر رکھا گیا ھے !

برجان

(KOLA PENINSULA.)

زکریا قزوینی (۶۸۲ھ) کی آثارالبلاد میں اِس ملک کی نسبت یہ تصریح ہے [۱] :—

برجان بلاد فائطة فی جهة الشمال ینتهی قصرالنهار فیها الی اربع ساعات واللیل الی عشرین ساعة و بالعکس - اهلها علی الملة المجوسیة و الجاهلیة ' یحاربون الصقالبة و هم مثل الافرنج فی اکثر امورهم - ولهم حذق بالصناعات و مراکب البحر -

اور برجان' شمال کی جانب پست شہر ہیں - جہاں دن کی کوتاہی چار گھنٹے تک پہنچتی ہے اور رات بیس گھنٹے تک ' اور برعکس - اُس کے باشندے آتش پرستی اور جاہلیت کے مذہب پر ہیں - صقالبہ سے لڑائیاں لڑتے رہتے ہیں - اور وہ اکثر معاملات میں یورپ والوں کی طرح ہیں - اور اُن کو صنعتیں اور سمندر کی کشتیاں بنانے میں مہارت ہوتی ہے -

اِس عبارت میں چند اہم باتیں ہیں :—

موقع — وہ ایک پست زمین ہے' جو شمال میں ہے - یہ تو ظاہر ہے کہ جزیرہ‌نماے Kola نام ہے جزیرۂ سکندیا (Scandinavia) کے پہاڑی علاقے کی مشرقی وسعت کا ؛ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کولا ' ناروے سے نشیب میں ہے؛ لیکن خود کولا میں ایک ایسا علاقہ موجود ہے جو نسبتاً اور بھی پست ہے - اُس کی حد بندی انسائکلوپیڈیا (ص ۳۷۵ ' ج ۱۳) میں اِس طرح کی گئی ہے :—

[۱]—زائپل ' ص ۱۲۱ ۔

" West of them lies a lowland gap stretching from Kola gulf in the north to the Kandalaksk gulf of the White Sea in the south."

رات ' دن

وہاں کا سب سے چھوٹا دن اور رات چار گھنٹے کے' اور سب سے طویل ۲۰ گھنٹے کے ہوتے ہیں - اور یہ ایسی تصریح ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ جزیرۂ تولی کے محاذ میں ہوگا - مسعودی (۳۴۶ھ) نے مروج الذہب میں تولی کا سب سے لمبا دن ۲۰ گھنٹے کا بتایا ہے - انسائکلوپیڈیا میں نشان دیا ہوا حصہ' تولی کے بالکل برابر اور ہم سرحد ہے اس لیے دونوں جگہ کے رات دن یکساں ہوں گے - چونکہ ناروے کے بالکل جنوبی حصے میں ۱۷ $\frac{1}{2}$ گھنٹے کی لانبی رات ہوتی ہے [۱] ' اس لیے شمال میں عجب نہیں کہ ۲۰ گھنٹے تک رات اور دن لانبے ہوتے ہوں -

آبادی

وہاں آبادی ہے - انسائکلوپیڈیا کے بتائے ہوئے حصے میں اِس وقت بھی چار شہر موجود ہیں - یعنی

Aleksandrovsk, Murmansk, Kola, Kondalaksha.

مذہب

وہ لوگ آتش پرست ہیں ؛ یعنی پرانے مذہب پر قائم ہیں - اسلامی جغرافیے میں دریائے پرنو (Pernau) سے شمال و مشرق کا علاقہ جس میں آج کل روس کا پایۂ تخت " لیننن گریڈ " واقع ہے' " ارض المجوس' " کہلاتا تھا - اور اُس سے شمال کا علاقہ جس کو اب جمہوریہ (Karelia) کہتے ہیں' "متصل ارض المجوس" کے نام سے موسوم تھا - ہمارا نشان دیا ہوا مقام "ارض المجوس" سے قریب ہے - اس لیے یہاں بھی مجوس کی آبادی ہوسکتی ہے' جیسا کہ قزوینی کا دعویٰ ہے -

---

[۱]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۵۴۷ ' ج ۱۹ -

صقالبہ کی لڑائیاں

وہ صقالبہ سے لڑتے رہتے ہیں - صقالبہ کی آبادی استونیا اور جرمنی کے آس پاس تھی اس لیے برجان والوں کی نسبت یہ بیان بھی صحیح ہے کہ وہ صقالبہ سے لڑائیاں لڑتے تھے -

فرنگ سے مشابہت

وہ اکثر حالت میں فرنگ کی طرح ہیں - اِس وقت بھی (Lapps) کے خون میں روسی اور ناروین اثر تسلیم کیا جاتا ہے [۱] -

صنعتوں کی مہارت

دستکاری کے بڑے ماہر ہیں - انسائکلوپیڈیا میں ہے :—

"They trade their reindeer products for knives, gunpowder and small articles with the Russians and Zirians and, before the railway come, did much transport of goods in their boat shaped reindeer sledges."

جہاز سازی

ایک طرف بحر برنتس اور خلیج کولا ؛ اور دوسری طرف بحر ابیض کا خلیج Kandalaksha ' اِن دونوں سمندروں ؛ اور بیچ میں دریاے کولا اور Imandra جھیل کی وجہ سے کچھ عجب نہیں جو یہاں کے باشندے جہازسازی میں بھی مہارت رکھتے ہوں ؛ جیسا کہ قزوینی کا بیان ہے - صقالبہ سے جنگ کرنے کے لیے بھی اُن کو کشتیاں ضرور رکھنا پڑتی ہوں گی -

قزوینی نے "برجان" کی نسبت جو یہ لکھا ہے کہ -

۱—وہ شمال میں ہے -

۲—پست ہے -

۳—وہاں ۲۰ گھنٹے کا ' سب سے بڑا دن ہوتا ہے -

۴—وہاں کے باشندے آتش پرست ہیں -

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۲۷۶ ' ج ۱۳ -

٥—صقالبہ سے جنگ آزمائی کرتے ہیں -

٦—فرنگیوں کی طرح ہیں -

٧—صنعتوں کے ماہر ہیں -

٨—جہازسازی میں طاق ہیں -

یہ سب اُسی خطے پر صادق آسکتا ہے جو جزیرہ نمائے کولا کا مغربی حصہ ہے - یہ اقالیم سے باہر اور برفانی دائرے کے اندر واقع ہے -

لیکن مسعودی نے کتاب التنبیہ میں جو کچھ لکھا ہے اُس کے رو سے برجان، "روم" کے قریب ہے [١] -

و جعلوهم بازاء برجان و غيرهم من الامم المعاندة لهم والمحيطة بملكهم -

اور اُنہوں نے اُن کو برجان وغیرہ اُن قوموں کے مقابلے میں رکھا ہے جو اُن کے لیے مقیم ہیں - اور اُن کے ملک کا احاطہ کیے ہوئے ہیں -

دوسری جگہ ہے :—

و (قد ذكرنا) من سكن جبل القبق من اللكز و من جاور الباب والابواب و قرب من هذا الجبل من الامم كاللان والسرير و الخزر و جرزان و الابخاز والصنارية و برجان الخ-

اور (ہم نے بیان کیا ہے) اُن قوموں کو جو کوہ قبق میں سکونت پذیر ہوئیں، مثلاً لکز؛ اور جو باب، ابواب، اور اِس پہاڑ کے قریب مقیم رہیں، مثلاً لان، سریر، خزر، جرزان، ابخاز صناریہ، برجان، الخ -

اُس نے کتاب العجائب میں جو کچھ لکھا ہے، اِسی کے قریب قریب ہے [٢] :—

و منهم امة بين الصقالبة و الافرنجة | اور اُن میں ایک قوم ہے صقالبہ اور

[١]— زائیل، ص ٦٦ - [٢]—ایضاً ١٢٨ -

عالی دین الصابئین....وهم یحاربون الصقالبة والترک و برجان -	فرنگ کے درمیان ؛ صابئین کے مذہب پر......اور وہ لوگ صقالبہ، ترک اور برجان سے لڑتے ہیں -

ادریسی (سنہ ۵۴۸ھ) نے " برجان " کو چھٹی اقلیم کے پانچویں حصے میں بحر اسود کے اوپر ، نہر دنوا (R. Don) کے کنارے دکھایا ہے ، (دیکھو میرے عربکے نمبر ۵۵) ، اور چند شہروں کے نام بھی درج کیے ہیں - اس کے لحاظ سے یہ " روس " کا ہم‌سرحد ہے - روس اس زمانے میں بہت محدود تھا - نہر طنابرس (R. Dnieper) اور اس کے آس پاس روس کے شہر واقع تھے -

ابن خلدون نے گو ادریسی کی کتاب سے جغرافی حالات لکھے ہیں ، مگر برجان کا ذکر نہیں کیا ہے -

اب دیکھنا یہ ہے کہ ادریسی کا خیال کہاں تک صحیح ہے ؟

۱—چوں‌کہ زمین کروی ہے ، اس لیے خط استواء کے قریب کے مقامات اسلامی جغرافیے میں " اعالی " کہلاتے ہیں ، کیونکہ وہ کرے میں سب سے اونچے ہیں - اقلیم ہفتم کے ممالک کو " اسافل " سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیوں‌کہ وہ سب سے زیادہ نشیب میں ہیں - اور یہ ڈھلوان‌پن قطب تک برابر چلا گیا ہے - ظاہر ہے کہ بحر اسود پر جو ملک واقع ہوگا اس کے حدود شمالی کو نہ تو پست کہا جا سکتا ہے جیسا کہ قزوینی نے " برجان " کو کہا ہے ؛ اور نہ اسافل کا لفظ اُن پر اطلاق کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ادریسی اپنے نقشوں میں یہ لفظ استعمال کرتا ہے -

۲—شمال کا وہ ملک جہاں ۲۰ گھنٹے کا دن ہو، بحر اسود کے کنارے نہیں ہوسکتا - یہاں تو تقریباً ۱۵½ گھنٹے کے دن رات ہوتے ہیں -

۳—بحر اسود کے کنارے کی آبادی اس زمانے میں عیسائی تھی -

وہاں قدیم مذہب (آتش پرستی) کے ماننے والے شائد ہی موجود ہوں! اِس مذہب کے ماننے والے شمال کے دور و دراز خطوں اور جزیروں میں پھیلے ہوئے تھے -

وجوہ بالا کی بنا پر میرے نزدیک ادریسی سے لغزش ہوئی ہے - اب یا تو دو ملک " برجان " کے نام سے فرض کیے جائیں ؛ ایک بحر اسود کے کنارے اور دوسرا بحرِبیرنتس کے ساحل پر ؛ جس طرح دو بلغار تھے ' ایک داخل اور دوسرا اعظم ؛ لیکن اِس کے لیے دلیل اور ثبوت چاہیے ' جو موجود نہیں ہے - اور یا پھر ادریسی کی غلطی بداہۃ تسلیم کرلی جائے - اُس نے جگہ کی تعیین میں فاش غلطی کی ' جس طرح آئسلینڈ اور جزیرۃ الیاقوت کی جگہ مقرر کرنے میں اُس سے لغزش ہوئی ہے !

بحیرۂ جامدہ

(KARA SEA)

دمشقی (۷۲۸ ھ) نے اِس نام کے دو سمندروں کا ذکر کیا ہے ۔ بحیرۂ جامدہ جس کو صحراے قپچاق کے آگے بتایا ہے اور بحر جامد جس کو زمین کے جنوبی اور مشرقی حصے میں دکھایا ہے ۔

بحر جامد کی نسبت وہ کہتا ہے [۱] :—

وفی جهة جنوب الارض والمشرق بحرالظلمات و البحرالزفتی و الجامد ۔	اور بحر محیط کا نام زمین کے جنوب اور مشرقی جانب ' بحر ظلمات اور بحر زفتی اور بحر جامد ہے ۔

لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ "قطب جنوبی" کی طرف والے سمندر ہیں ؛ بلکہ اِتنا دکھانا مقصود ہے کہ "قطب شمالی" سے جنوب کی طرف واقع ہیں !

بحیرۂ جامدہ کی نسبت دمشقی کا بیان یہ ہے [۲] :—

والبحیرة الجامدة فیما وراء صحاری القبجق حیث العرض هناک ثلاث وستون ۔ طولها من نحو ثمان مراحل وعرضها نحو ثلاث مراحل یتفاوت ۔ وبها جزیرة کبیرة ' بها اناس عظام الجثث ' بیض الابدان و الشعور و زرق العیون ' لایکادون یفقهون قولا ۔ وسمیت الجامدة لجمودها	اور بحیرۂ جامدہ صحراے قپچاق کے آگے ہے ' جہاں عرض ۶۳ (درجہ) ہے ۔ اِس کی لمبان تقریباً آٹھ مرحلے اور چوڑان تقریباً تین مرحلے فرق کے ساتھ ہے ۔ اور وہاں ایک بڑا جزیرہ ہے ۔ وہاں بھاری ڈیل ڈول کے لوگ ہیں ' سفید بدن اور بالوں والے ' کرنجی آنکھوں والے ' تقریباً

[۱]—زانیل ' ص ۴۷ ۔ [۲]—ایضاً ' ص ۱۲۴ ' ۱۲۵ ۔

فی الشتاء من سائر اطرافها ' حتی تبقی جبال محیطة بہا من الجلید - و ذلک ان اطرافہا اذا جمدت و حرک الہواء ماءھا حرک الموج الاطراف الجامدة فیجمد مایرکب ذاک الجلید جلیداً علیہ ' ثم یتراکم شیئاً فشیئاً ' طبقاً فوق طبق ' حتی یصیر کالروابی والهضاب والسور الدائر علیہا -	بات نہیں سمجھتے - الخ -

چونکہ بحر جامد کی نسبت مزید معلومات ' دمشقی نے فراہم نہیں کیے ہیں' اس لیے یہاں صرف بحیرۂ جامدہ کا ذکر کیا جاتا ہے - یہ میرے نزدیک بحر قارہ (Kara Sea) کے شمالی حصے ہیں - اور اس لیے اِس سمندر کو بحر برفی شمالی (Arctic Ocean) کا ایک جز سمجھنا چاہیے-

وجہ تسمیہ

اِس سمندر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ " سردی کی فصل میں یہ ہر طرف سے منجمد ہو جاتا ہے - اِس کے چاروں طرف برف کے پہاڑ کھڑے دکھائی دیتے ہیں - اور یہ یوں ہے کہ اِس کے اطراف جب جم جاتے ہیں اور ہوا اِس کے پانی کو جنبش دیتی ہے تو موج منجمد اطراف کو ہلاتی ہے - اب اِس برف کے اوپر برف کی دوسری تہ چڑھتی ہے اور جم جاتی ہے - پھر تھوڑا تھوڑا تہ بہ تہ ہوتا جاتا ہے ' (اور) ایک طبق پر دوسرا طبق (چڑھتا جاتا ہے) ' یہاں تک کہ بلند زمینوں اور ٹیلوں اور شہرپناہ کی طرح ہو جاتا ہے جو اُس پر گھری ہوئی ہوتی ہے " -

دمشقی کی تائید میں انسائکلوپیڈیا کا یہ بیان پیش ہے جو ٹولی کے آس پاس کے سمندروں کی کیفیت پر روشنی ڈالتا ہے [۱] -

"The open season is very short, and the western straits are sometimes icebound during the entire year."

یہ بحر قارہ کے مغربی ابواب ' جہاں پورے سال برف منجمد رهتی ہے ' وهی هیں جن کا نقشہ دمشقی نے اپنے بیان میں کھینچا ہے !

بحیرے کا مقام

بحیرۂ جامدہ کہاں واقع ہے ؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ جہاں عرض‌البلاد ۶۳ درجہ ہے - یعنی جزیرۂ ٹولی کے قریب !

طول و عرض

اُس کا طول تقریباً آٹھ مرحلے ؛ اور عرض تقریباً تین مرحلے ہے' جو ہر جگہ یکساں نہیں ہے - دوسرے الفاظ میں ۳۲ فرسنگ یا ۴ میل طول اور ۱۲ فرسنگ یا ڈیڑھ میل عرض هوا -

آبادی

اِس سمندر کے قریب جس آبادی کا ذکر کیا گیا ہے چونکہ وہ عرض شمالی میں ۶۳ درجہ پر تھی' اس‌لئے شائد "اسقیماسان" (Eskimos) کی آبادی ہوگی ! جو "اسکیمو" بحر شمالی کے جنوبی ساحلوں پر آباد تھے' اُن کی نسل میں ڈنمارکی خون شامل ہوگیا ہے ؛ اس لئے اُن کی اولاد کی شکل و صورت کسی قدر یورپ والوں سے مشابہ ہوگئی ہے [۲] ! دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ) نے جو حلیہ لکھا ہے وہ اِسی "نئی نسل" کا ہوسکتا ہے -

---

[۱]—ص ۲۷۹ ' ج ۱۳ - [۲]—دائرۃ المعارف ' سلیمان بستانی ' ص ۶۰۲ ' ج ۳ -

هندی زبان اور مسلمانوں کا طبعی میلان

[از مولوی طاہر محسن علوی کاکوروی]

۳

جعفر علی خاں نام، زکی تخلص - ولی کے دور میں بڑے مایۂ ناز شاعر تھے - اِن کا ہندی کلام تو ناپید ہی ہے، افسوس تو یہ ہے کہ ریختہ بھی نہیں ملتا -

حضرت علی کی شان میں زکی نے ایک قصیدہ لکھا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں -

قضا کے راج کی صنعت کری دیکھ نبی کے آل کی بارہ دری دیکھ
نبی کے آل اوپر وار ہو جانا اِسی بارہ پلی سے پار ہو جانا
بڑہ کی راہ کے گوہر پھپولے کہ کانٹے بات میں جاتے ہیں تولے

نہ لے جا نقد دل کا، اے اناڑی، عشق کی پٹھ میں
کبھی جیتے پھرے دیکھا ہے، واں کے جان ہاروں کو

نواز ہندی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے - فرخ سیر کی خواہش سے سکنتلا کا منظوم ترجمہ برج بھاکھا میں کہا تھا - کلام نہیں ملتا جو ہدیتاً پیش کیا جائے -

حامدباری ایک قدیم نکتہ سنج شاعر تھا -

عزم سفر جو کردی ساجن نہلو نہند نہ آوے جی
قدر وصالت نادانستم تم بن بڑہ ستاوے جی

موسم وقت بہار رسیدہ گل خندیدہ جائے بجائے
تم بن یہ گلزار و گلستاں مجھہ نہیں ساجن بھاوے جی
جانم بر لب آمد جانان ابکو مکھہ دکھاؤ جی
دیدم روے بس درجلہا بلاؤ کرو تک آؤ جی
قوس دو ابرو تیر از دیدہ در جگرم ناگاہ رسیدہ
کشتۂ خود را بار تو دیدہ ایسے مان نہ لاؤ جی
چشم دو قاتل برد قرارم غمزۂ مستی تاب ندارم
زلف گوید ہر مردم مارم جب لگکن لگاؤ جی
من ز فراقت جو کے بہیا کا تو ملدرا لاگن کیا
کشت کلم ہر دیس بدیسا سہاے پہنچا پاؤ جی
صبر بکن تا چلد بلالی اے دل‌خستہ "حامد باری"
حمد بکو با حضرت باری تو مجھہ آں ملاؤ جی

میر عبدالواحد نام ذوقی تخلص، گیارھویں صدی ھجری کے اواخر میں بلگرام میں پیدا ھوئے- پچاس سال سے اوپر عمر پاکر سنہ ۱۱۳۴ ھ میں بمقام لاھور شہادت پائی - عربی و فارسی میں ذي استعداد تھے - اشعار شیریں زبان میں لکھتے تھے - نمونۂ کلام یہ ھے -

دوھا

برنوں "واحد" کون بدہ کگن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھہ پورن ماسی ھوت

کئی بار پھر پھر کے رستان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لکت ھے پھر پھرنے کی بات

کبت

مھٹھی ھلی تیت ھٹی سبھالی بھائي نوٹن کی جاکی رس چاکھی کو سبھی للچات ھیں

پھیکی او بھیمی سب کھاے کے کہا کہوں ھیرا کي سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ھیں

کھانڈ کی کبھلي مدہ اِت ھیں پھوت ھلس رسنان کی پیاري ھی اوتھیں بلات ھیں

ایسی سکمار ھیں اولي باروں کالھی کی وبتھہ کی لکھیں دیکھو تونی نہوجات ھیں

شاہ مبارک آبرو ' آسمان شاعری کے آفتاب تھے - اِن کے ھندی

شہ پارے حسب ذیل ھیں :—

آیا ھے صبح نیند سے اٹھ رس مسا ہوا   جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ھوا

جدائی کے زمانہ کی میاں کیا زیادتی کہئے

کہ اِس ظالم کی جو ھم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا

اُٹھ چھت ' کیوں جلوں سیتی خاطر نچنت کی

آئی بہار ' تجھکو خبر ھے بسنت کی

قول " آبرو" کا تھا کہ نہ جاؤں گا اُس گلی

ھو کر کے بے قرار ' دکھو آج پھر گیا

نجر اوٹھ خواب سے گلشن میں جب تم نے ملی انکھیاں

گئیں موند شرم سے نرگس کی پیاری جوں کلی انکھیاں

حضرت مرزا جان جاناں [۱] ' اِن کے والد مرزا جان جدی رشتے سے اورنگ زیب کے عزیز اور اِس دور میں کسی ذی عزت عہدے پر مامور بھی تھے۔ جب اُن کا دل نوکری سے اُچاٹ ہوا ' اور دلی کی طرف واپس ہوئے تو ابھی مالوے کا علاقہ نہیں طے کیا تھا کہ سنہ ۱۱۱۱ھ [۲] میں حضرت مرزا جان جاناں کی ولادت ہوئی - آپ کا نام عالمگیر نے مرزا جان جاناں رکھا - زندگی کی سولہ بہاریں دیکھنے پائے تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا - مدتوں مدرسوں اور خانقاہوں کی جاروب کشی کی اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔ سید غلام نبی بلگرامی [۳] کا شاعری میں اُس وقت طوطی بولتا تھا ' اس لیے مرزا صاحب بھی اُنھیں کے شاگرد ہوئے۔ سید غلام نبی ہندی میں اپنا تخلص "رس لین" کرتے تھے [۴] - مرزا صاحب نے اپنا تخلص مظہر رکھا - افسوس ہے کہ آپ کا ہندی کلام موجود نہیں ' البتہ ریختہ کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں :—

مرتا ہوں مہرزائیے گل دیکھ ہر سحر

سورج کے ہاتھ چوری و پنکھا صبا کے ہاتھ

---

[۱]—آپ کا نام نامی مرزا جان جاں تھا - جو عوام میں جان جاناں مشہور ہو گیا ہے - گو اِس کے بھی ایک لطیف معنے ہیں - (ادارہ) -

[۲]—یہ سنہ قابل غور ہے - حضرت مرزا صاحب نے میر غلام علی آزاد کے پاس جو اپنے حالات لکھکر بھیجے تھے ' اُن کی بنا پر بارھویں صدی کے ابتدائی دس سال میں (سنہ ۱۱۰۰ھ سے لے کر سنہ ۱۱۱۰ھ تک) آپ کی ولادت ہوئی تھی - یہ تحریر سرو آزاد (ص ۲۳۲) میں درج ہے - (ادارہ) -

[۳]—علامہ میر عبدالجلیل بلگرامی کے ہمشیر زادے تھے - ولادت سنہ ۱۱۱۱ھ - وفات سنہ ۱۱۶۳ھ - (ادارہ) -

[۴]—رس لین کے دو ٹکڑے ہیں- رس کے معنے ہیں وہ تغیر اور کیفیت جو انسان میں کسی چیز کے دیکھنے یا سننے سے پیدا ہوتی ہے اور اُس کے بعد کامل استغراق حاصل ہوتا ہے۔ لین کے معنے ہیں محو - اب دونوں ٹکڑوں کا ترجمہ یہ ہوا :—وہ شخص جو رس میں محو ہو جائے - (ادارہ)۔

حنا تیرے کف پا کر نہ اِس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھیں کیوں لہو روتیں' اِنھوں کی نیند کیوں جاتی

کسی کے خون کا پیاسا ' کسی کی جان کا دشمن
نہایت منھہ لگایا ہے سجن نے بیڑۂ پان کو

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا' مظہر اپنا' جانِ جاں اپنا

شیخ حاتم [۱] اپنے زمانے کے مشہور شاعر تھے - شاہ مبارک آبرو اور مضمون کے ہم صحبت اور سودا ' رنگین' نثار ' تاباں وغیرہ کے اُستاد تھے - مصحفی نے رمضان سنہ ۱۱۹۷ھ اور سنہ ۱۲۰۷ھ اُن کی وفات کی دو تاریخیں اپنی دو کتابوں میں لکھی ہیں - لیکن چوں کہ تذکرۂ ہندی' فارسی تذکرے سے دس سال بعد کا لکھا ہوا ہے - اِس لیے سنہ ۱۲۰۷ھ زیادہ مستند ہے -

مصحفی نے اپنے تذکرے میں شاہ حاتم کی شاعری کی ابتدا یوں بیان کی ہے کہ سنہ ۳ [۲] محمد شاہی میں جب ولی کا دیوان دکن سے دلی آیا تو چونکہ اُس زمانے کی شاعری کو دیکھتے ہوئے وہی بہت غنیمت تھا اِس لیے مقبول خاص و عام ہوا ' شاہ حاتم کی طبیعت موزوں نے بھی جوش مارا اور شعر کہنا شروع کیا - پہلے " رمز " تخلص کرتے تھے پھر حاتم ہوگئے [۳] - اِنھوں نے اپنے اشعار کا ایک انتخاب کیا تھا اور اُس کا نام " دیوان زادہ " رکھا تھا - اُس میں تقریباً پانچ ہزار اشعار تھے -

---

[۱]—حاتم کا نام شیخ محمد حاتم تھا - میر ' قائم ' شفیق ' حسن ' نے بھی نام لکھا ہے ' جو اُن کے معاصر تھے - لطف نے نام نہیں لکھا ' صرف تخلص لکھا ہے - (ادارہ) -

[۲]—سنہ ۲ محمد شاہی - تذکرۂ ہندی مصحفی - (ادارہ) -

[۳]—مصحفی کے تذکرے سے پتا نہیں معلوم ہوتا کہ سنہ ۲ محمد شاہی (سنہ ۲ ۱۱۴ھ)

" دیوان زادہ " پر شاہ صاحب موصوف کا ایک بہت کارآمد دیباچہ لکھا ہوا ہے ' جس میں اُنھوں نے کچھ الفاظ غیر فصیح پر بھی روشنی ڈالی ہے مثلاً نین ' جگ ' نت وغیرہ اور اُن کو قابل ترک قرار دیا ہے - مگر " دیوان زادہ " میں اُن کا کلام ہندی الفاظ اور جذبات سے سمویا ہوا نظر آتا ہے -

پہن کر بر میں بہت تنگ بسنتی جامہ
ملک کیسر کے زمیندار کہاں جاتا ہے

خاصی سجن کا ملنا نیں سکھ ہے عاشقوں کو
گاڑھے رقیب سارے مرتے ہیں ہات مل مل

بالے پن سے مجھے سودا ہے تیرے گیسو کا
بال باندھا ' میاں ' بندا ہوں ترے گیسو کا

مجھے درکار نہیں مشک و عبیر و صندل
ہوں دیوانہ میں پری رو کے چونکے لو کا

گلشن ' اُس گل بن ' مری نظروں میں ویراں ہوگیا
جھاڑ جھاڑ اور بوٹا بوٹا دشمن جاں ہو گیا

زور چترا ہے مرے دل کا کبوتر " حاتم "
بہت غافل
سرت کرتا ہے جب اُڑتا ہے اُسی کے کو کا
خیال

سے پیشتر یعنی دیوان ولی کے دلی آنے سے پہلے حاتم اُردو میں شاعری نہیں کرتے تھے - بلکہ صرف اِس قدر پتا چلتا ہے کہ دیوان ولی کے دلی پہنچنے کے بعد حاتم وغیرہ نے اپنا طرز بدلا تھا - حاتم نے سنہ ۱۱۲۸ھ سے شاعری شروع کی تھی - خود دیوان زادے میں اُن کی ایک غزل سنہ ۱۱۳۱ھ کی لکھی ہوئی موجود ہے ' جو ولی کی زمین میں ہے - اِس سے ایک طرف جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۲ محمد شاہی سے پہلے حاتم اُردو کے شاعر تھے ' وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ولی کا کلام اِس سنہ سے قبل دلی پہنچ چکا تھا - گو دیوان اِسی سنہ میں آیا - (ادارہ) -

شاہ ولی‌اللہ اشتیاق' اسم‌گرامی آپ کا ولی‌اللہ اور اشتیاق تخلص تھا۔
ے ھیں کہ شاہ صاحب خانوادۂ سرھند کے چشم و چراغ تھے۔ مجدد الف
ی کی نسل سے' شاہ محمد کے پوتے تھے' اور شاعری میں شیخ ظہورالدین
عالم' کے معاصر تھے - مرد متوکل مشغول بحق' عالم' کامل'
ل بےبدل تھے - علم تفسیر اور حدیث کے ایسے جید عالم تھے کہ آج
، ھندوستان اُن کا مثل نہ پیدا کر سکا - تذکرۂ گلشن ھند کے مصنف
تعصب کی آنکھ سے اُن کو دیکھا اور لکھا ھے کہ قرۃالعین فی‌ابطال
ادۃالتحسین اور جلت‌العالیہ فی مناقب معاویہ اُنہوں نے تصنیف کی
ں - لیکن میرے نزدیک یہ شاہ صاحب پر بہتان ھے اِس لیے کہ اُن
ذخیرۂ تصنیفات میں اِن دونوں کتابوں کا کہیں پتا نہیں ھے -
جود اُن تمام علوم میں مہارت کاملہ رکھنے کے ناظرین اِس کو دیدۂ
رت سے دیکھیں گے کہ شاہ صاحب ایک ھاتھ میں چراغ ھدایت لیے
ے ھیں اور دوسرے میں سخن سنجی اور زبان آفرینی کی بیاض [۱] -
شاہ صاحب ھندی سے بھی علاقہ رکھتے تھے - اِس کا ثبوت اُن کے
ار میں ملاحظہ فرمائیے - افسوس ھے کہ اُن کا کلام اب ناپید ھے -

بتاں جو ھجر کی باتیں ھمیں سناتے ھیں
کچھ اُن کا دوس نہیں' یہ خدا کی باتیں ھیں

مجھے تو دھوکے تھا زاھد پر اک نگاہ سے آج
غرور کیا ھوا وہ تیری پارسائی کا

لڑکوں کے پتھروں سے لگے کیونکہ اُس کو چوٹ
ھر ایک گردباد ھے مجنوں کو ڈھول کوٹ

---

[۱] —اِس مضمون میں کچھ غلطیاں ھیں - اُن پر تنقید ایک مستقل مضمون میں
ی گئی ھے - جو گزشتہ سال شائع ھو چکا ھے - (ادارہ) -

دو بالا ہوکے مخموری عبث آنکھوں کو ملتا ہے

پیالہ اور بھی پی پی سجن یہ دور چلتا ہے

غمگین لگن سے دل میں انگارے دھک گئے

بجلی سی چھب دکھا کے جو ساجن چمک گئے

آخر تو ہوئیگا نیاؤ قیامت کے دن بھلا

مجھ ہات سے چھڑا کے جو دامن جھٹک گئے

اب "اشتیاق" کیا میں کروں راہ عشق طے

ایک تو پڑی ہے سانجھ دوجے پاؤں تھک گئے

چھوڑ کر تجھ کو ہمیں اور سے جو لاگ لگی

نہیں مہندی یہ ترے تلووں سیتی آگ لگی

پیر خاں نام، کمترین تخلص کرتے تھے۔ شاہ آبرو اور میر شاکر ناجی کے معاصر تھے۔ نواب عمادالملک کی سرکار میں دہلی میں رہتے تھے۔ آخر عمر میں نواب وزیرالممالک غازی الدین خاں کے یہاں چلے گئے تھے۔ ہجو گوئی میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ سات سو شعر کا ایک شہر آشوب اہل حرفہ کی مذمت میں لکھا تھا۔ "میر" نے لکھا ہے کہ اُن کی زبان سے کبھی کوئی معقول شعر نہیں سنا گیا۔ کبھی کبھی "مراختہ" [۱] میں ملاقات ہوتی تھی۔

پلا اُس مست نصرانی کو تاڑی اگاڑی اصطبل کی جا پچھاڑی

یہ متصدی نہیں ملتے اگر بھاتوں سے راتوں میں

تو کیوں پیسے کماتے ہیں، یہ نقلیں کر، براتوں میں

---

[۱]—مشاعرہ کے وزن پر، وہ مجلس جہاں ریختہ پڑھا جائے۔ (ادارہ)۔

کس کس طرح بتوں کی صورت نہ رنگ پکڑے

کافر اِن انکھڑیوں نے دیکھے ہیں کیا جھمکڑے

مصطفٰے خاں یکرنگ - یہ میاں آبرو کے ہم عصر اور حضرت مرزا مظہر کے شاگرد تھے - کہتے ہیں کہ طبیعت بہت ہی رسا پائی تھی اور بلا کے ذہین تھے - ریختے میں اپنے زمانے کے استاد مانے جاتے تھے - ہندی میں بھی دستگاہ تھی - مگر کلام ہندی ناپید ہے - کلام ریختہ ملاحظہ ہو :—

زبان شکوہ ہے مہندی کا ہر پات　　کہ خوبوں نے لگائے ہیں سجی ہات

دل مرا لیجے جو دبدھا میں پڑے ہو اِس بھانت

کیا سجن ! اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں

اب تمہیں نہائے ہی ہم سے سجن سری

ہم سب طرف سیں ہار تمہارے گلے پڑے

"یکرنگ" پاس کیا ہے سجن اور کچھ بساط

رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نظر کرے

محمد شاکر نام اور "ناجی" تخلص کرتے تھے - شاہجہاں‌آباد میں پیدا ہوئے - محمد شاہ کے دور میں شہرت پائی - شاہ آبرو کے معاصر تھے ، اِن کا کلام ہندی کی چاشنی سے بھرا ہوا ہے - محمد شاہی لشکر کے تاراج ہونے کے وقت جو طویل مخمس لکھا تھا ، اُس کا ایک بند ملاحظہ ہو :—

لڑے ہوئے نہ برس بیس اُن کو بیتے تھے

ہما کے زور سے دائی ددوں کی جیتے تھے

شرابیں گھر کی نکالے مزے سے پیتے تھے
نکار و نقش میں ظاہر گویا کہ چھتے تھے
گلے میں ھیکلیں ' بازو اُپر طلا کی نال

اگر ھو وہ بت ھندو کبھو اشنان کو نلکا
بھور ھو دیکھ کر جمنا اسے غوطہ میں جا گلکا

بہا سستا ھو یا مہنگا ' نہیں موقوف غلے پر
یہ سب خرمن اُسی کے ھیں' خدا ھو جس کے پلّے پر
انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت ' آج گر ھوتی
جنھوں کی آن پہنچی ' لڑ موئے وہ ایک چھلّے پر

دی ھے دریا اوپر مجھے مچّھی لا اُتارا ھے میں اُسے کس گھات

پیالہ پیوے ھے سو نہوروں سے کھولے ھے لب ھزار زوروں سے

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ھے کہ اے غافل
گئی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے ' اور تو نہیں چیتا

وظیفہ راگنی کے سُر میں زاھد' کفر ھے' مت پوچھ
نہیں تسبیح تیرے ھاتھ میں ' یہ راگ مالا ھے

محمد عارف بلگرامی کی پیدائش سنہ ۱۱۲۲ھ میں بمقام بلگرام
ئی - مخدوم محمد رکن‌الدین بلگرامی کی نسل سے تھے - میر غلام علی
ء اُن کی بابت لکھتے ھیں - "جوانے است سنجیدہ و ھندلیھے است
سیدہ ' اول شخصے از دودمان مخدوم رکن‌الدین کہ چراغ سخن
خت ' و طرز موزونی از مبدء فیاض آموخت ' اوست - از عنفوان شعور

بہ گلگشت کوچۂ سخن خرامید و درفن فارسی و ہندی کمالے بہم رسانید'
سیّما شعر ہندی کہ ایں فن را خوب ورزیدہ و غزالاں تازہ در دام کشیدہ -"

فارسی میں اِن کا دیوان ' زبان لطیف کا حامل ہے - ریختے میں
چند غزلیں اِن کی کہی جاتی ہیں - ہندی میں کبت اور دوہرے
اِن کی بےمثل اولاد معنوی ہیں - آئیے! عارف کے دوہوں کی سیر کریں اور
لطف اندوز ہوں -

(از سکھ مکھ دوھا)

منگلا چرن

بال بال کی بال کو بھوری بھید نہائے
سکھ نکھ تیہن بالن ہیں کنگی لون نہ سمائے

بھلی برنن

سمد ھیو متھ میں من لئی جگ کرت انہت
بھلی تہری سیس مدہ کرت کو بھلی ریت

مانگ برنن

بھچھیو ھتو کی نان پچھو اندا بد بھچھے سوئے
مانگ بھیکھ جھلکت سوھیہ راکھی کلا جو کوئے

الک سدی جت

لال بھلدلی جست الک لکھ آوت اُبھان
پھن ست انگ مینگ کی من دھو کھیں لوٹان

نتر برنن

لکھ چکھ پھن بھر بہا دام مانوں لیکھگ میں
چکھ پد ذیر کم کرت ھت لگ دیکھی ہے آین

کرن برنن

کلہیا کہوں کہ سکت تہہ سمتا سوہت پرکاس
جا کا نن پت کی کرت مکت ناک پہن باس

نتھ برنن

تہہ نتھ کی جھولن نرکہ لیدنہی من یون پائے
مکتن ڈاریو ناک مہن سنگ هنڈوروا آئے

کرن مکت برنن

مکت بہلی جدنپ توؤ ناک باس تو آس
کانن کانن مہں اجوں تب هت کوت نو اس

ادھر برنن

ادھر اسی دھر هہت کلہ بال سدھا دھر بہال
سوہنچو اُتہں ناس مگ آدھر گاڈ مر نال

مسا برنن

لسا مسا ات رس مسا بسا کہولن سوبھ
دھلسا الی ال کمل مہں پہلسا سوربھ کی لوبھ

دس برنن

دسن مکت کی هوت هئی جہاں هلسن درسائے
بیبج کہري دب جات هئی پہول جہری بجھ جائے

مکھ جوت برنن

انگ نہ انگ میدگ کی اُو مرگ آنکہو ناتھ
تو مکہ دت لکہ وسن جردہو راگ هیہ ماتھ

پورین برنن

بہاوت چت آوت هیں لکہ اُنگرین چھب این
پورن پورن رس کہو ملن کانٹھ دئی مہن

کمت برنن

ای دی تری للک تھن الکھ روپ سرسات

جالھن سب پرکاس ھئی وھی نہھں درسات

سید برکت اللہ نام، ھندی میں آپ کا تخلص "پیمی" تھا - آپ نے ایک رسالہ "پیم پرکاس" نامی لکھا ھے جس میں دوھے 'کمت' دھروپد وغیرہ شامل ھیں - نمونۂ کلام یہ ھے :—

دوھا

چکھ جوگی کنتھا کرین ارن سھام اور سیت

آنسو بوند سمرن للھن درسن بھچھا ھیت

پیمی ھندو ترک میں ھر رنگ رھو سمائے

دیول اور مسیت موں دیپ ایک ھیں بھائے

من پار ابن کی کھڑی دھیان گیان رس موئے

بربلھ اگن سوں پھونک دی نرمل کندن ھوئے

پیملوں بالغیب کوں آنکھ موند من پیل

سوکھو کر سوں یہ جگت آنکھ مچونوں کھیل

تونہیں تونہیں جوچھوٹے ھو نہیں ھونہیں ھوئے

جہار بچھاوئے گامری رھے اکیلا سوئے

ھت کہلوں سکھ جان کے پڑي دکھن کی بھیر

کیا کوجیے من ھوئی کی کڈوا کڈھتیں پھیر

میا موہ من میں بھری پیم پلنگھ کوں جائے

چلی بلائی حجّ کوں، نو سے چوھے کھائے

او وہ گئی آئی نہ ھر کر یو نہ ھر چت چاؤ
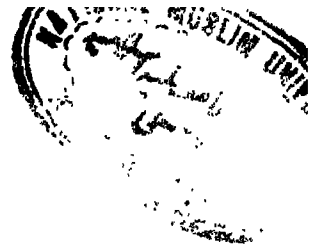
پرھا توہ آنند ھئی موسل ڈھول بجاؤ

اُردو شاعری میں هندو کلچر اور هندوستان کے طبعی اور جغرافی اثرات

[از مولوی شاہ معین‌الدین احمد ندوی]

۲

بحروں اور اوزان پر اثر

اُردو شاعری، عربی اور فارسی قالب میں ڈھلی تھی، اس لیے اِس کی بحریں اور اِس کے اوزان عربی اور فارسی هیں- لیکن هندی کے اثرات سے کچھ اور بحریں بھی ایجاد هوئیں- دکنی شعرا کا کلام هندی سے قریب تر هے، اس لیے اُن کے کلام میں هندی یا اُس سے ملتی جلتی هوئی بحریں ملتی هیں- خالص اُردو شاعری کے دور کے اساتذہ نے بھی هندی بحروں میں اشعار کہے هیں، قدیم بحروں میں تصرفات کیے هیں اور نئی بحریں ایجاد کی هیں- میر تقی میر، سودا، انشا اور ذوق کے یہاں اِس قسم کی بحریں ملتی هیں- اُس زمانے کے ایک نامور ناقد شاعر نے میر کی متعدد غزلوں کو بھاکھا اور سنسکرت کی بحروں میں سمجھا هے- مثلاً [۱] :

اُلٹی هوگئیں سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا

دیکھا اِس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

پلکیں پھری هیں، کھنچی بھویں هیں، ترچھی تیکھی نگاهیں هیں

اُس اوباش کی سادگی دیکھو شوخی هی هم چاهے هیں

دل جلنے کی کچھ بن نہیں آتی، چال بگڑتے جاتے هیں

جیسے چراغ آخر شب هم لوگ نبڑتے جاتے هیں

---

[۱]—شعرالہند۔

کہا کچھ ہم سے ضد ہے تم کو ' بات ہماری اُڑادو ہو '
لگ پڑتے ہیں ہم تم سے ' تو تم اوروں کو لگا دو ہو

جب کہتے تھے تب تم نے ' گرہ ہونٹھ نہ کھولے کچھ
چھپکے چھپکے کسو کو چاہو ' پوچھا بھی تو بولے تک

عالم علم میں ایک تھے ہم ' وے حیف ہے اُن کو گمان نہیں
اب کہتے ہیں خلطہ کیسا ' جان نہیں پہچان نہیں

انشاء اللہ خاں کی جدت‌پسند طبیعت نے زیادہ نیرنگیاں دکھائی ہیں ' ایک مثال ملاحظہ ہو :—

میں پھاند کے دیوار جو کل رات نہ جاتی
کلدی نہ ملاتی جاکر نہ جگاتی نیند اُس کو نہ آتی
جوبن کی وہ ماتی تھوری نہ ملاتی'

ذوق نے اپنی بحروں کی جدتوں کی داد خود دی ہے :—

اِس بحر میں کہا برجستہ غزل اے "ذوق" یہ تونے لکھی ہے
ہاں وزن کو سن کر جس کے شاداں' روح خلیل و اخفش ہو

لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اِن کو بھاشا کی بحروں سے کیا تعلق ہے - محض بحروں کی جدتوں کے سلسلے میں ہم نے اِن کو نقل کر دیا - مولانا طباطبائی نے اردو شعرا کو ہندی بحر " پنگل " میں اشعار کہنے کا مشورہ دیا ہے [۱] -

مضامین شاعری

شاعری کے مضامین ہر ترقی‌یافتہ زبان کی شاعری میں قریب قریب یکساں ہوتے ہیں ' حسن و عشق' تصوف' اخلاق و موعظت' رزم و بزم ' قدرتی مناظر ' جذبات و واقعہ

[۱]—پنگل علم عروض کو کہتے ہیں - یہ کوئی بحر نہیں ہے - [ادارہ] -

نگاری، بھی ہندی شاعری میں بھی ہیں اور اُردو شاعری میں بھی - اس لحاظ سے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے -

ویدانت کے مسائل

البتہ صوفیانہ شاعری میں اسلامی تصوف کے ساتھ ویدانت کے مسائل بھی ملتے ہیں، خصوصاً ہندو صوفی شعرا کا کلام ویدانت کے مسائل سے بھرا ہوا ہے - اُن میں منشی سورج نرائن مہر اور پنڈت امرناتھ مدن ساحر دہلوی کے نام خاص طور پر لائق ذکر ہیں - ساحر دہلوی کا دیوان بھی شائع ہوچکا ہے، یہ دیوان گویا تصوف و ویدانت کی کتاب ہے -

جذبات و طریقۂ ادا

اُردو اور ہندی شاعری کے جذبات اور طریقۂ ادا میں تھوڑا سا فرق ضرور ہے اور اِن دونوں اثرات کو اُردو شاعری نے قبول کیا - جذبات کا فرق یہ ہے کہ ہندی شاعری میں عورت عاشق ہوتی ہے اور مرد معشوق اور عاشقانہ جذبات کا اظہار عورت کی زبان سے ہوتا ہے- اُردو شاعری میں اِس اثر کی بہترین مثال احمد علی شوق کی مشہور نظم "عالم خیال" ہے - اگر اِس رنگ کی یہی ایک نظم اُردو میں ہوتی توبھی ہندی سے تأثر کی مثال کے لیے کافی تھا - یہ نظم اِتنی مشہور ہے کہ اِس کا اقتباس پیش کرنے کی ضرورت نہیں - ساون کی نظموں اور گیتوں میں بھی یہ اثر نمایاں نظر آتا ہے - اب اُردو میں اِس رنگ کی نظموں کا مذاق روز بہ روز بڑھتا جاتا ہے اور آئے دن رسالوں میں نکلتی رہتی ہیں - اِس کی دوسری مثال میں ہماری شاعری کی ایک قدیم مگر مطعون صنف "ریختی" کو پیش کیا جاسکتا ہے- اُس کے بعض پہلوؤں کے ابتذال سے قطع‌نظر، عورت کی زبان سے اظہار جذبات کی خصوصیت کو تو ماننا ہی پڑےگا -

اُردو شاعری میں ہندی، شاعری کے طریقۂ ادا کی مثالیں بھی نظر

آتی ہیں - ہندی شاعری کے طریقۂ ادا میں ایک خاص نرمی، لوچ اور مستانہ پن ہوتا ہے - اِسے ہندی زبان کی فطری نرمی اور لچک کا نتیجہ کہا جائے یا اُس کی شاعری کی خصوصیت - اِس کے لیے تنہا ہندی الفاظ کا جمع کر دینا کافی نہیں ہے ' بلکہ اِس کے لیے نازک عاشقانہ الفاظ کی ادا شناسی بھی ضروری ہے، مثلاً فغاں کا یہ شعر :—

سانولا مکھڑا ' رسیلے نین ' البیلی ہے چال
ایسے پیارے پر "فغاں" کیونکر نہ دیوانہ بنوں

اِس قسم کے اشعار قدما کے یہاں بکثرت ہیں - اِس دور کی شاعری بھی اِس سے خالی نہیں ہے- موجودہ دور کے ایک نامور شاعر آنکھوں کی تعریف میں کہتے ہیں :—

ہائے رے پیاری پیاری آنکھیں — متوالی رتنـاری آنکھیں
کیا رہے دل، جب دل کو لبھائیں — بہکی باتیں خماری آنکھیں
غارت دل پر ٹوٹ پڑی ہیں — شیام نگر کی کماری آنکھیں
(اثر لکھنوی)

اصناف شاعری

اصناف شاعری میں، اُردو شاعری ہندوستانی اثر سے کم متاثر ہوئی - اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہر زبان کے اصناف شاعری کا ہیولیٰ ایسا ہوتا ہے کہ بغیر اُس زبان کو اختیار کیے ہوئے اُس کی نقل نہیں کی جا سکتی - اور ہندی کو اِس باب میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے- اُس کے اصناف کی کامیاب نقل ہو ہی نہیں سکتی- اور جب نقل کی جائیگی تو وہ زبان ہندی یا ہندی نما ہو جائیگی -*
مثلاً بہت سے شعرا نے اُردو میں دوہے اور ٹھمریاں کہی ہیں لیکن ہم اُنھیں واقعی اُردو زبان نہیں کہہ سکتے - تاہم اُردو شاعری اِس اثر سے بھی خالی نہیں ہے، چنانچہ " بارہ ماسے" جو خاص ہندی زبان کی چیز ہیں، متعدد

شعرا نے اُردو میں کہے ہیں۔ مرزا سجاد بیگ دہلوی نے "الفہرست" میں اُن کے نام گنائے ہیں۔ بعض نام یہ ہیں :—عبداللہ انور بخش' کاظم علی اور لطف الرحمان وغیرہ -

ہندو قصوں اور افسانوں پر اُردو مثنویاں

اُردو شاعری میں تنہا لیلیٰ و مجنوں' شیرین و فرہاد اور وامق و عذرا کے عشق کی داستانیں نہیں ہیں' بلکہ اِس بزم میں ہم کو نل اور دمن کی جلوہ گری بھی نظر آتی ہے - مہر صاحب فرماتے ہیں :—

نل اِس عشق میں کس طرح سے موا سنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا

دمن کا بھی احوال مذکور ہے جو لیلیٰ پہ گزری سو مشہور ہے

تنہا اِن کے نام ہی نہیں ہیں' بلکہ ہندو قصوں اور افسانوں پر مستقل مثنویاں ہیں - مہر صاحب نے ایک ہندو "پرسرام" کی داستانِ عشق نظم کی ' جو اُن کی مثنویوں کے مجموعے میں موجود ہے - حافظ رحمت خاں روہیلہ نے "سسی اور پنوں" کی داستان میں مثنوی " اسرار محبت " لکھی - شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد مرزا یار علی بیگ نکہت نے "نل دمن" کا افسانہ نظم کیا - شاہ تراب علی قلندر نے ایک "ہندو پسر" کے عشق کے حالات میں مثنوی "عاشق و صنم" لکھی - راجہ درگا پرشاد نے مثنوی "مہر تاباں" میں چندر اور مالتی کی داستانِ عشق نظم کی -

ہندو مذہب اور سنسکرت اور ہندی کتابوں کے منظوم تراجم اور مستقل نظمیں

اُردو شاعری کا کوئی دور اکابر ہندو شعرا سے خالی نہیں رہا ہے - اُنہوں نے اردو شاعری میں ہندو مذہب اور اُس کے تعلقات کے نہایت گہرے اثرات چھوڑے ؛ بہت سی ہندی اور سنسکرت کتابوں کو اردو کا جامہ پہنایا ؛ سیکڑوں ہندوانہ موضوعوں پر مستقل نظمیں لکھیں - پروفیسر سجاد

مرزا بیگ دهلوی نے الفہرست میں هندی اور سنسکرت کی بہت سی کتابوں کے منظوم اردو تراجم کے نام لکھے هیں - بعض کتابوں اور اُن کے مترجمین کے نام یہ هیں :— (۱) رامائن ' کالکا پرشاد ' (۲) مہابھارت منشی طوطا رام ' (۳) ست نرائن کتھا ' لالہ جگناتھ سہاے ' (۴) پریم ساگر شنکر دیال فرحت ' (۵) مثنوی بلبھ چتر ' منشی جواهرلال ' (۶) ناگر سبھا ' کالی پرشاد ' (۷) پدم سماج ' بہاری لال ' (۸) سنگاسن بتیسی ' رنگ لال چمن - یہ کتابیں هماری نظر سے نہیں گذری هیں ' اس لیے یہ هم نہیں کہ سکتے کہ صاف اردو میں هیں یا بھاشا آمیز - الفہرست میں اِن کے ناموں کے اندراج سے معلوم هوتا هے کہ ایسی زبان میں هوں‌گی جس پر اردو کا اطلاق هوتا هے -

منشی متن لال آفریں نے مقدس کاشی کے حالات میں ایک مثنوی " کاشی استت " لکھی - منشی سورج پرشاد صاحب تصور نے رامائن کا منظوم ترجمہ کیا (دیکھو رسالۂ زمانہ کانپور) - پنڈت پربھو دیال مسر لکھنوی اور پنڈت یوگی راج صاحب " نظر " سدھانوی نے "غذاے روح" اور " کلام ربانی " کے نام سے ' گیتا ' کے منظوم ترجمے کیے - اور بھی کتابوں کے ترجمے هوئے لیکن یہاں اُن کا استقصا مقصود نہیں هے - موجودہ دور کے هندو شعرا میں اِس کا مذاق زیادہ هے - اُنھوں نے سیکڑوں هندوانہ موضوعوں پر نظمیں لکھیں اور اپنی مذهبی کتابوں کے کلاً یا جزواً تراجم کیے - اقبال ورما سحر ' نوبت‌راے نظر ' برج نرائن چکبست ' تلوک چند محروم ' درگا سہاے سرور ' جگت موهن لال رواں ' تربھون ناتھ هجر ' پنڈت برجموهن دتاتریہ کیفی ' کشن پرشاد شاد ' شیام موهن لال جگر بریلوی اور ساحر دهلوی وغیرہ بہت سے شعرا نے اردو شاعری کو هندوانہ مضامین سے مالا مال کر دیا - اُن سب کی مثالیں پیش کرنا طول عمل هے -

اِن میں سے صاحب دیوان شعرا کے دواوین سے اور ماہانہ ادبی رسالوں خصوصاً زمانہ کانپور ' صدم امید لکھنئو اور ادیب الہ‌آباد وغیرہ کے پرانے پرچوں سے اُس کی تصدیق ہو سکتی ہے -

مسلمان شعرا اور ہندو مذہب

ہندو شعرا کے علاوہ بہت سے مسلمان شعرا نے بھی ہندوانہ موضوعوں پر نظمیں لکھی ہیں- قدیم شعرا میں نظیر اکبرآبادی کو اِس بات میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے - اُنھوں نے اِس موضوع پر اِس کثرت کے ساتھ نظمیں کہی ہیں کہ تنہا اُن کے کلام سے ہندو مذہب کے بہت سے رسوم و حالات معلوم ہو سکتے ہیں - یہ نظمیں بہت طویل اور مشہور عام ہیں ؛ اس لیے صرف اُن کے نام لکھ دیے جاتے ہیں —

(۱) کنھیا جی کی راس' (۲) بلدیو جی کا میلہ ' (۳) کنھیا جی کا جنم ' (۴) بالپن میں بانسری بجھا ' (۵) کنھیا جی کی شادی ' (۶) دسم کتھا ' (۷) ہر کی تعریف ' (۸) درگا جی کے درشن ' (۹) مہادیو کا بیاہ (۱۰) شیو شنکر جی کی برات ' (۱۱) بھیروں کی تعریف ' (۱۲) راکھی ' (۱۳) جوگی کا روپ وغیرہ -

یہ تمام نظمیں ہندی الفاظ و اصطلاحات سے بھری ہوئی ہیں- اِن سے ہندو مذہب کے متعلق " نظیر " کے معلومات اور ہندی زبان پر اُن کی قدرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے - اِن کے علاوہ ہندو تہواروں پر اُن کی بہت سی نظمیں ہیں - اُن میں سے بعض آئندہ نقل کی جائیں‌گی - نظیر کے علاوہ اور بہت سے مسلمان شعرا نے ہندوانہ موضوعوں سے دلچسپی لی ہے ؛ میر ضیاءالدین عبرت شاہجہانپوری اور سید غلام مشہدی نے " پدماوت " کو اردو نظم کے قالب میں ڈھالا - زمانۂ حال کے شعرا میں مسلسل نظموں کا مذاق زیادہ ہے' اِس لیے اِن‌کے یہاں اِس قسم کی نظمیں

بہت ملتی ہیں۔ خوشی محمد خاں "ناظر" نے ہندوانہ موضوعوں پر متعدد نظمیں لکھی ہیں۔ اور خوب لکھی ہیں اِن میں "جوگی" درشی کے لائق ہے۔ یہ نظم نہایت طویل ہے - لیکن ایک دو بند نقل کیے بغیر آگے بڑھنے کو دل نہیں چاہتا - ایک جوگی دنیا کے ہنگاموں سے الگ گوشہ نشین ہے ' ایک دنیادار اُس کے پاس پہنچتا ہے' جوگی اُسے دیکھ کر یوں مضطرب ہوتا ہے:—

کیوں بابا ناحق جوگی کو تم کس لیے آکے ستاتے ہو ؟
ہیں پنکھ پکھیرو بن‌باسی' تم جال میں اُن‌کو پھنساتے ہو
کوئی جھگڑا ڈال چھاتی کا' کوئی ڈھول گھوڑے ہاتھی کا
کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا' تم ہم کو آکے سناتے ہو
ہم حرص و ہوا کو چھوڑ چکے اِس نگری سے منہ موڑ چکے
ہم جو زنجیریں توڑ چکے تم لا کے وہی پہناتے ہو
تم پوجا کرتے ہو دھن کی' ہم سیوا کرتے ہیں ساجن کی
ہم جوت لگاتے ہیں من کی' تم اُس کو آکے بجھاتے ہو
سنسار سے یاں مکھ پھیرا ہے' من میں ساجن کا ڈیرا ہے
یاں آنکھ لڑی ہے پیتم سے ' تم کس سے آنکھ ملاتے ہو

دنیادار اُس کو شہر میں چل کر رہنے کی ترغیب دلاتا ہے - جوگی جواب دیتا ہے :—

اِن چکنی چپڑی باتوں سے مت جوگی کو بہلا بابا
جو آگ بجھائی جنگلوں سے ' پھر اُس پہ نہ تیل گرا بابا
ہے شہروں میں غل شور بہت ' اور کام کرودھ کا زور بہت
بستے ہیں نگر میں چور بہت' سادھو کی ہے بن میں جا بابا
ہے شہر میں شورش نفسانی' جنگل میں ہے جلوہ روحانی
ہے نگری ڈگری کثرت کی ' بن وحدت کا دریا بابا

هم جنگل کے پھل کھاتے ھیں' چشموں سے پیاس بجھاتے ھیں
راجہ کے نہ دوارے جاتے ھیں ' پرجا کی نہیں پروا بابا
سر پر آکاش کا منڈل ھے ' دھرتی پہ سہانی مخمل ھے
دن کو سورج کی محفل ھے' شب کو تاروں کی سبھا بابا
جب پنچھی مل کر گاتے ھیں' پیتم کے سندیس سناتے ھیں
سب بن کے برچھ جھک جاتے ھیں' تھم جاتے ھیں دریا بابا
ھے حرص و ھوا کا دھیان تمہیں' اور یاد نہیں بھگوان تمہیں
سل پتھر اینٹ مکان تمہیں' دیتے ھیں یہ راہ بھلا بابا
پرماتما کی وہ چاہ نہیں ' اور روح کو دل میں راہ نہیں
ھر بات میں اپنے مطلب کی' تم کچھ لیتے ھو خدا بابا
تن من کو دھن میں لگاتے ھو ' ھرنام کو دل سے بھلاتے ھو
ماٹی میں لعل گنواتے ھو تم بندۂ حرص و ھوا بابا
دھن دولت آنی جانی ھے ' یہ دنیا رام کہانی ھے
یہ عــالم عــالم فانی ھے ' باقی ھے ذات خدا بابا '

پوری نظم میں ایسا ھی موثر اور دلپذیر مکالمہ ھے ' اس لیے اِس نظم کی ھندویت کا اندازہ ھو گیا ھوگا - اِس نظم کے علاوہ اُنھوں نے "ھیر و رانجھا" ایک مختصر مثنوی بھی لکھی ھے -

ناظر کے جوگی کے ذکر کے سلسلے میں مثنوی "بدر منیر" کی جوگن یاد آگئی - لیکن ایک صاحب دل درویش کی زیارت کے روحانی اثرات کو ایک دنیادار نوخیز اور حسین جوگن کا روپ دکھا کر زائل کرنا مناسب نہیں معلوم ھوتا - ناظرین اُس سے خود واقف ھوں گے -

اِس زمانے کے سب سے بڑے اسلامی شاعر سر "اقبال" نے گرو نانک' سوامی رام تیرتھ اور شیوالہ وغیرہ پر مستقل نظمیں لکھی ھیں اور اپنے

کلام میں بزرگان اسلام کے ساتھ ساتھ ہندو مذہب کے اکابر کا نام بھی عقیدت کے ساتھ لیا ہے :—

"چشتی" نے جس زمین میں پیغام حق سنایا
"نانک" نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
"گوتم" کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے
"عیسیٰ" کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم ہے

نئے دور کے بہت سے مسلمان شعرا نے ہندوانہ موضوعوں پر نظمیں لکھی ہیں - لیکن اُن سب کا استقصا مقصود نہیں ہے - اِس کی شہادت ماہانہ ادبی رسائل سے مل سکتی ہے- ہندوستان کے ہندو لیڈروں کی وفات پر ہندؤوں کے ساتھ مسلمان شعرا نے بھی پرزور مرثیے لکھے - اِس طرح نظم میں ہندو اکابر کا ایک منظوم تذکرہ ہو گیا ہے -

ہندو تہوار

ہندو تہوار درحقیقت ہندو مذہب کا جز ہیں - اُن میں سے ہر تہوار خصوصاً بسنت' ہولی اور دسہرے پر بکثرت نظمیں موجود ہیں - بلکہ بسنت اور ہولی کی بہار تو اردو شاعری کی تشبیہ اور استعارے میں داخل ہوگئی ہے -

ہجوم رکھتے ہیں جانباز یوں ترے آگے
جواریوں کا دوالی میں جیسے جمگھٹ ہو
(ناسخ)

ہے جگائی ہوئی دوالی کی
قہر ہے تیرے پاندان میں لونگ
(جان صاحب)

خاک شہید ناز ہے اب ہولی کھیلیے
رنگ اِس میں ہے گلال کا ' بو ہے ابیر کی
(آتش)

ہولی کے اب بہانے چھڑکا ہے رنگ کس نے
نامِ خدا تجھ اُوپر اِس آن عجب سماں ہے
(شاہ حاتم)

اُس بسنتی پوش سے آغوش ' رنگیں کیجئے
جی میں ہے اک مصرعۂ رنگیں کو تضمین کیجئے
(یقین)

دل مرا تم کو لگتا ہے دسہرہ کی پتاں
نعم ہے سال بھر اُس کی جو اِسے لوٹے گا

ہولی اور بسنت پر تو مستقل نظمیں ہیں -

ہندوستان میں ہولی کی بہار بڑی جنوں خیز اور ولولہ انگیز ہوتی ہے- اِس موسم میں ہندو تو ہندو اچھے خاصے سنجیدہ مسلمان تک ابیر اور گلال اُڑانے لگتے ہیں - بعض رنگین مزاج مسلمان سلاطین تک ہولی کھیلتے تھے ؛ جس کے چھینٹے شعرا کی زبان سے رنگین شعر بن کر اُڑتے تھے- چنانچہ میر جیسے خستہ دل اور خستہ جگر بھی' جن کی زبان سے آہ کے سوا واہ کم نکلتی ہے' آصفی دربار میں ابیر اور گلال کے چھینٹوں سے نہ بچ سکے - ایک طرف اُن کے نشتر کدے کو دیکھیے ' دوسری طرف یہ رنگینی ملاحظہ فرمائیے :—

پھر لبالب ہیں آبگینے رنگ ۔۔۔ اور اُڑے ہے گلال کس کس ڈھنگ
پاس آتے ہیں مرغ گلشن بھول ۔۔۔ تھے وہ دلبر گلاب کے سے پھول
پگڑیاں جامے بھیگے سو سو ہیں ۔۔۔ اِن کو گلہائے تر کہیں تو کہیں
چھڑیاں پھولوں کی دلبروں کے ہاتھ ۔۔۔ سیکڑوں پھولوں کی چھڑی ہے ساتھ
قمقمے بھر گلال جو مارے ۔۔۔ مہوشاں لالہ رخ ہوئے سارے
خوان بھر بھر ابیر لاتے ہیں ۔۔۔ گل کی پتی ہوا اُڑاتے ہیں

جشن نو روز ہند ہولی ہے
راگ رنگ اور ہولی ٹھولی ہے

مہر کی اِس ہولی پر دوسرے شعرا کی ہولیوں کی رنگینی قیاس کی جاسکتی ہے -

اُردو شاعری میں بسنت کی بہار بھی قابل دید ہے - امانت اور انشا وغیرہ متعدد شعرا نے پوری پوری غزلیں بسنت پر کہی ہیں - امانت کے بسنت کی بہار ملاحظہ ہو :—

ہیں جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی
پوشاک جو پہنے ہے مرا یار بسنتی
کیا فصل بہاری نے شگوفے ہیں کھلائے
معشوق ہیں پھرتے سر بازار بسنتی
گیندا ہے کھلا باغ میں، میدان میں سرسوں
صحرا وہ بسنتی ہے، یہ گلزار بسنتی
گیندوں کے درختوں میں نمایاں نہیں گیندے
ہر شاخ کے سر پر ہے، یہ دستار بسنتی
رُت پھر گئی، عالم میں چلی، باد بہاری
میخانوں کو سجواتے ہیں میخوار بسنتی
ہے لطف حسینوں کی دو رنگی کا "امانت"
دو چار گلابی ہوں، تو دو چار بسنتی

دوالی کا تماشا "نظیر" اکبرآبادی کی زبان میں دیکھیے :—

جہاں میں یارو عجب طرح کا ہے یہ تہوار
کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہے اُدھار

کھلونے ' کھیلوں ' بتاسوں کا گرم ہے بازار
ہر اِک دکان میں چراغوں کی ہو رہی ہے بہار
مٹھائیوں کی دکانیں لگائے حلوائی
پکارتے ہیں کہ " لالہ دوالی ہے آئی "
بتاسے لے کوئی ' برفی کسی نے تلوائی
کھلونے والوں کی اُن سے بھی زیادہ بن آئی

یہ نظم بہت طویل ہے ہم نے صرف چند شعر بطور نمونہ نقل کیے ہیں -

شادی اور غمی کی ہندوستانی رسوم کے اثرات -

مسلمانوں میں شادی غمی وغیرہ کی تقریبات میں جو ہندوانہ اور ہندوستانی رسمیں سرائت کرگئی ہیں اُس کا اثر اُردو شاعری میں اِتنا گہرا ہے کہ مثنویوں اور متفرق اشعار سے ہندوانہ اور ہندوستانی مراسم کی پوری فہرست مرتب کی جاسکتی ہے۔ بعض موٹی موٹی رسموں کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں -

ایک بادشاہ کے محل میں آثار حمل نمودار ہوتے ہیں ' پنڈت پوتھی بچار کر کے مولود مسعود کی خبر دیتے ہیں -

کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار تو پھر اُنگلیوں پر کیا کچھ شمار
جنم پترا شاہ کا دیکھ کر ترلا اور برچھوک پر کر نظر
کہا رام جی کی ہے تجھ پر دیا چندرمان سا بالک ترے ہوئے گا
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن نہ ہو گر خوشی تو نہیں برھمن
(مثنوی بدر منیر)

ایک بادشاہ کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ نجومی زائچہ مرتب کر کے بتاتے ہیں -

جمع ہوکر نجومی و رمال آئے پیش شہ خجستہ خصال

غور کر کے جو ہم نے دیکھا ہے | اپنی پوتھی سے پایا جاتا ہے
کہ یہ لڑکا بڑا گنی ہے بھیا | سب طرح اِس پہ رام کی ہے دیا
سکھ سے یہ راج پر براجے گا | سامنے اِس کے ڈنکا باجے گا
(طلسم اُلفت)

دوسری مثال :—

پھر بلاکر نجومی و رمال | پوچھا اُس رشکِ ماہ کا احوال
زائچہ کھینچ کر کہا سب نے | بے تکلف وزیر اعظم سے
کہ یہ بالک مہا منی ہو گا | تھوڑے ہی کال میں گنی ہو گا
بے گماں اِس نگر میں راج کرے | اور نہایت بسوکھ کاج کرے
لیک ہو آپ کا یہ شتر ضرور | کشٹ دے آپ کو یہ تا مقدور
اِس بلا کو نرت آپ کریں | اور بچن پر ہمارے کان دھریں
یہ بچن ست ست ہمارا ہے | نہیں متھیا کا کچھ اشارا ہے
(مثنوی مہرتاباں)

چھٹی :—

اِس تکلف سے کی چھٹی اُس نے | بے حقیقت تھا جشن جمشیدی
خلعت اُس کو دیا بہت بھاری | کی چھٹی کی کمال تیاری
(طلسم الفت)

تقریب کے لیے نیک ساعت ٹھہرانا :—

بُلا سکلیوں بکتا سال و سن | مقرر کیا نیک ساعت کا دن
(بدر منیر)

ستارہ شناس کو بلایا | ساعت ٹھہرائی دن دکھایا
(گلزار نسیم)

دلہن مانجھے بیٹھتی ہے اور دولہا کو مانجھا جاتا ہے :—

گلشن آرا کو مانجھے بٹھلایا ۔ اُدھر اُس کو بھی مانجھا بھجوایا

پھر تو ھر سو تھا تہنیت کا خروش　　سب زن و مرد تھے بسنتی پوش
(طلسم الفت)

ساچق آتی ھے :—

ساچق اِس دھوم دھام سے لایا　　کہ پئے سیر سارا شہر آیا
(طلسم الفت)

جان صاحب آئی ' لو شادی ھے بیگم جان کی
آج ساچق' کل ھے مہندی' پرسوں اُس کا بیاہ ھے
(جان صاحب)

بارات کی آرائش :—

وہ دولہا کے اُٹھتے ھی اِک غل پڑا　　لگا دیکھنے اُٹھ کے چھوٹا بڑا
کوئی ڈور گھوڑوں کی لانے لگا　　کوئی ھاتھیوں کو بٹھانے لگا
کسی کو کسی نے پکارا کہیں　　نہ لانے پہ مہانے کے مارا کہیں
کوئی پالکی میں چلا ھو سوار　　پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار
جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں　　کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں
نکورے وہ نوبت کے اور اُن کے بعد　　گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
وہ شہنائیوں کی سُہانی دھنیں　　جنہیں گوش زھرہ مفصل سنیں
ھزاروں تماشے کے تختے رواں　　اور اھل نشاط اُن پہ جلوہ کناں
وہ طبلوں کا بجنا ' وہ اُن کی صدا　　وہ گانا کہ " اچھا بنا لاڈلا "
وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ھونا سوار　　وہ موتی کا سہرا جواھر نگار
تھلک کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھل　　ھما کے وہ دونوں طرف مورچھل
چراغوں کے ترپولئے جابجا　　اور اُن میں وہ بازاریوں کی صدا
کوئی پان بیچے ' کھلونے کوئی　　کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی
ہوائی اِدھر اور اُدھر جوق جوق　　وہ آواز قرنا وہ آواز بوق
وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے　　وہ ھاتھی تھے یا دیو تھے جنگ کے

وہ ابرق کی ٹٹی وہ مہندی کے جھاڑ | کہو تو کہ تنکے کے اوجھل پہاڑ
دو رستہ برابر برابر درخت | کسی پر کنول اور کسی پر درخت
اناروں کا دغنا بھچمپے کا زور | ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
اُڑایا ستاروں کو جو آگ نے | تو ہاتھی لگے بن سے پھر بھاگنے'

(بدر منیر)

یہ نظم بڑی طویل ہے- ہم نے صرف چند شعر نقل کیے ہیں- اِن کی ہندوستانیت ظاہر ہے -

دلہن کا سنگار - دلہن ہر ملک میں سنواری جاتی ہے ' کچھ ہندوستان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ؛ لیکن ہر ملک کا سنگار جدا جدا ہے ' ہندوستانی دلہن کا سنگار ملاحظہ ہو :—

عجب صورت سے کی بالوں میں کنگھی | کہ بکھرا دیکھ کر ہر ایک کا جی
کھجوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی | کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی
جب اُس کی موتیوں سے مانگ بھر دی | فلک نے کہکشاں قربان کر دی
جو ٹیکا اُس کے ماتھے پر لگایا | قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا
وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی | چق مژگاں میں پوشیدہ حیا تھی
جب اُس کے کان میں جھمکا پنھایا | پریشاں ہو گیا عقد ثریا
پہن کر نتھ خوشی سے رنگ دمکا | وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ میں دمکا
مسی آلودہ دنداں پیارے پیارے | چمکتے تھے شب یلدا میں تارے
بنایا خال کاجل کا ذقن پر | عجب جوبن تھا اِس رشک قمر پر
چڑھی منھ پر دلھن کے ایسی سہلی | کہ پھیکی پڑ گئی نظروں میں شیریں
گلے میں پہنا جب موتی کا مالا | بنات النعش کو حیرت میں ڈالا
بہت اِس کے سوا بھی اور گہنا | مناسب جس جگہ تھا اُس کو پہنا

شادی کا گانا :—

جوڑی جو ملی بنا بنی کی ‎ ‎ سنگت ہوئی راگ راگنی کی
جو گائنیں تھیں شہانے لائیں ‎ ‎ لیتے ہوئے نیگ رنگ لائیں
حق پا کے جو رکھتی تھیں قدامت ‎ ‎ بول اُٹھیں مبارک و سلامت
(گلزار نسیم)

مختلف رسمیں :—

وہ مبارک سلامت اور وہ رسوم ‎ ‎ اور وہ میراسنوں کے گانے کی دھوم
گالیاں سمدھنوں کو دینا گاہ ‎ ‎ ناز و غمزے سے بول لینا گاہ
کوئی کہتی تھی نیگ دلواؤ ' ‎ ‎ واری جاؤں مری نچھاور لاؤ
(طلسم اُلفت)

پھر وہ رسم و ریت کا ہونا ‎ ‎ دل پہ نشتر زن اک اک ٹونا
دمبدم وہ نبات چلنا زہر ‎ ‎ چھوٹنا سالیوں کا اک اور قہر
بہت رسموں سے جب فراغت پائی ‎ ‎ پھر تو میراسنوں نے پاوتھی گائی
(طلسم اُلفت)

دوسری مثال :—

دکھا مصحف اور آرسی کو نکال ‎ ‎ دھرا بیچ میں سر پہ آنچل کو ڈال
وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم ‎ ‎ وہ آپس میں دولہا دلہن کے رسوم
کسی نے پسائی سر و نیچ آن کر ‎ ‎ کوئی گالیاں دے گئی جان کر
سہاگا گئی کان کو کوئی لگا ‎ ‎ گئی کوئی دولہن کو جوتی چھوا
ڈلی وہ جو ہونٹوں کی تھی لب ملی ‎ ‎ وہ مصری کی منہ سے اُٹھائی ڈلی
وہ سب ہو چکیں جب کہ رسم و رسوم ‎ ‎ سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت ‎ ‎ وہ دولہن کی رخصت وہ رونے کا وقت
وہ دولہن کا رو رو کے ہونا جدا ‎ ‎ وہ ماں باپ کا اور رونا جدا
وہ دولہا نے دولہن کو گودی میں لا ‎ ‎ بٹھایا محافے میں آخر کو لا
(بدر منیر)

سہرا

سہرا خاص ہندوستان کی رسم ہے - اِس رسم نے اُردو شاعری میں ایک خاص صنف پیدا کردی جو اِسی نام سے موسوم ہے - غالب اور ذوق وغیرہ کے سہرے اِتنے مشہور ہیں کہ اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں -

موت کی رسومات

شادی کی رسومات کی طرح موت کی رسومات بھی ہیں ' رنڈسالہ ' تیجہ ' چالیسی' چھماہی اور برسی وغیرہ -

کہیں یہ بیاہ کا دیکھا ہے معمول
کہ شہ کی چوتھی کے تیجے کے ہوں پھول
(میر)

کیا سترن نے ہے چالیسواں بسنت کے روز
نکالی تیس کی لیلی نے کس بہار میں روح
(جان صاحب)

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی کی — خلق کا ہے اِسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو تو ہوں بقیدحیات — اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار
(غالب)

رنڈاپا

بیوگی یا رنڈاپا ہر ملک کی عورت کے لیے بڑی مصیبت ہے - خصوصاً ہندوستان کی عورتوں کے لیے موت سے بھی بدتر ہے ؛ کہ یہاں کی عورتیں شوہر کی موت کے بعد زندہ در گور ہو جاتی ہیں- اس لیے قدیم زمانے میں وہ زندہ رہنے کے مقابلے میں شوہر کے ساتھ جل کر مرجانے کو ترجیح دیتی تھیں - اسی لیے ہندوستان میں رنڈاپے نے ایک رسم کی شکل اختیار کرلی ہے اور اِس کے اثرات اُردو شاعری میں ملتے ہیں -

چوڑیاں توڑیں نتھ بڑھا ڈالی — مسی ہونٹوں سے بھی چھڑا ڈالی
سارا اپنا اُتار کر گہنا — جوڑا رنڈ سالے کا فرض پہنا

ستی ہونے کی رسم پر بھی اُردو میں نظمیں موجود ہیں جو خالص ہندوانہ رسم ہے -

ہندو اور مسلمان بیواؤں کے مصائب اور ان رسوم کی اصلاح کے سلسلے میں اُردو میں بکثرت نظمیں لکھی گئیں اور اب تک رسالوں میں نکلتی رہتی ہیں، اُن میں مولانا حالی کی مناجات بیوہ بہت مشہور و مقبول ہے-

یہ رسمیں اُردو شاعری کا ایسا جز بن گئی ہیں کہ اِن سے مراثی بھی، جو ایک مسلمان طبقے کا مذہبی لٹریچر ہے، خالی نہیں - حضرت قاسم کے مرثیوں میں شادی اور غمی دونوں کے مراسم ملتے ہیں - سودا کے مراثی میں خاص طور سے یہ اثرات زیادہ نمایاں ہیں - بعض متفرق اشعار ملاحظہ ہوں :—

وہ بنرا جس کو سب کہتے تھے قاسم	وہ بنرا تھے ملائک جس کے خادم
نہ دیں دولہا کو ہرگز قطرۂ آب	اجل بھی نیگ لے شربت پلائی
منڈھے کا چاھنا کب ہو میسر	نہیں چادر کسی سمدھن کے سر پر
دھری تھی بیاہ کے خوں سے لگن بھر	گئی کنگنا کے بندھتے ہی کلائی
کسی ساچق کا دیکھا ہے یہ آئین	کلم کے سر کٹا کے مٹکیاں کیں
بنائیں کھانچیاں نیزوں پہ دھر لیں	چلے دولہا کے گھر سے یوں مٹھائی
ہوا برھم زن شادی تو بد ذات	گئی اِس بیاہ میں مہندی کی یوں رات
کہے مہندی کی شب بنری نے ھیہات	بنے کے خون سے پنجے حنائی
کہیں دیکھا کہ دولہن کی قضا نے	لیا ہو نیگ سر سہرا بندھائی
کہیں یوں بیاہ میں گالے بدھائے	کہ ہر اک نوحہ گر نوحہ کو ائے

شادی اور غمی کی رسموں میں یہ چند رسمیں بطور نمونہ دکھائی گئی ہیں، ورنہ کوئی رسم ایسی نہیں ہے جو مثنویوں میں موجود نہ ہو - حضرت واجد لکھنوی نے کنور دھنپت راے کی شادی کے سلسلے

میں ہندوانہ مراسم شادی پر ایک مستقل مثنوی " بہارستان شادی "
لکھ ڈالی ہے- گو یہ مثنوی ایک ہندو نے لکھی ہے اور ایک ہندو کی شادی
پر، لیکن بہر حال ہے وہ اُردو زبان میں -

مختلف موقعوں کے مراسم

ہر قوم میں مختلف موقعوں پر بطور شگون
بعض مراسم ادا کیے جاتے ہیں - چنانچہ اِس قسم کے
ہندوانہ مراسم بھی مثنویوں میں موجود ہیں -

مسافر کی رخصتی کے مراسم :—

کوئی چٹ چٹ بلائیں لیتی تھی کوئی تھکا دھی کا دیتی تھی
کوئی ماتھے پہ کچھ چھواتی تھی کوئی رو کر یہ لب پہ لاتی تھی

سفر سے صحیح و سلامت واپسی کے مراسم :—

کوئی جا کر کہیں نکھرنے لگی کوئی دروازہ بند کرنے لگی
بولی اک نیگ پہلے لے لوں گی تب میں دروازہ کھولنے دوں گی
کوئی بولی سیاہ کوا منگاؤ کوئی بولی کہ چوتی والی بلاؤ
لوگوں کو تم نہ اتنا گھبراؤ کوئی سوھا دوپٹہ لا کے اُوڑھاؤ
تاکہ اِس وقت رسم تو ہو جائے دل میں وسواس تو کسی کے نہ آئے
بولی اِس سے پئے شگوں اِک حور ناک میں نتھ تو ڈال لیجیے حضور

توہمات

کچھ نہ کچھ توہمات اور ٹونے ٹوٹکے ہر قوم میں
ہوتے ہیں- اور ہندوستان میں تو اُن کی افراط قدم قدم
پر ہے - بعض توہمات اور ٹونے ٹوٹکوں کی مثالیں درج ہیں -

آسیب کا خلل :—

کہدو بیٹھے ہوئے ہو کیا حضرت فال کھلوائیے ذرا حضرت
پوچھیے دونوں وقت ملتے ہوئے کیا گیا تھا کسی شجر کے تلے

حاضرانیں ہوئیں ' اُتارے ہوے ٹوٹکے بھی جہاں کے سارے ہوے
پھر تو صدقے اُتارے ہونے لگے زر انعام لوگ ڈھونے لگے
جا بجا سے تصدق آنے لگے فربا تھل ماهی پانے لگے
نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

مسافر کے بخیرت واپس آنے کی منت :—

میں اُسی وقت دوں کھڑا دونا پھر دیدار کا کروں کونڈا
مانتی تھی کوئی پری بیٹھک اور کوئی حور ' رتجگا صحنک
(قلق)

سیتلا پوجنا :—

باجی برا نہ مانو اِس اولاد کے لیے پوجی ہے سیتلا جو کبھی دانہ ہوگیا
(جان صاحب)

دوالی کے بعض سحر :—

ہے جگائی ہوئی دوالی کی قہر ہے اُس کے پاندان میں لونگ
(جان صاحب)

بھاگوان تل :—

مرے جو نکلا ہے تل بھاگوان ' جلتی ہے
میں دل کو سوت کے کیوں کر کہوں سہلتی نہیں
(جان)

اِس قسم کے اشعار بکثرت ہیں - چونکہ توہم پرست زیادہ تر عورتیں ہی ہوتی ہیں ' اِس لیے ریختی میں اُس کی مثالیں بہت ہیں -

ہندوانہ زیورات

آج یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سے زیورات ہندوانہ ہیں اور کون سے مسلمانوں کے ؟ لیکن اگر ناموں کی ہندویت زیوروں کے ہندوانہ ہونے کا ثبوت ہوسکتی ہے تو اُردو شاعری میں پورا ہندوانہ سنگاردان موجود ہے -

چوٹی پہ شجر کی دام رکھا | چھوکا کھلے کو نسام رکھا
دکھلاتا تھا لہس پھول سر پر | جگنو شب تار میں شجر پر
ٹیکا زینت کا زیب سر تھا | انسان کا ستارہ اوج پر تھا
گھنگھرو چھن چھن بجائے اُس نے | سوتے فتنے جگائے اُس نے

(مرزا شوق)

میں کس کو دکھاؤں گی ساکار اب | جھومر نہ ہو میرے سر کا بار اب
گردن میری چھوڑ بچلڑی تو | کیوں ہو کے بلا گلے پڑی تو
ہاتوں کو ہیں چوہے دتھاں خار | پٹّے واللہ ہوگئے بار
زنجیر ہے ' سلسلہ قسوں کا | بجلی نے بدن تمام پھونکا
ہاتھ آپ جو کنگنوں سے چھوٹیں | پھر میں پھلوں تو ہاتھ ٹوٹیں
اکوں کو لگاؤں آگ جل جائیں | ٹھکراؤں کہ چھاگلیں نکل جائیں
بانکیں کیا ہیں کٹاریاں ہیں | بندے کہ سبک تھے اب گراں ہیں
آخر ماتھے سے میرے چھوٹا | ٹیکے کا نصیب اب تو پھوٹا
ستلڑی میں ہر ایک در یتیم | جس کی قیمت خراج ہفت اقلیم
گود اُس کے ہیں زمرد کی | بیچ میں نخھاں زبر جد کی
ہاتھ وہ نمرتوں میں وہ پرتاب | جیسے ہالہ میں جلوۂ مہتاب
چھلی پوروں پہ تھر کے نازک | وضع میں ساخت میں کمال سبک

غالباً سر سے لے کر پانوں تک کا کوئی زیور باقی نہیں رہ گیا ہے -

موسیقی یعنی ساز ناچ اور گانا وغیرہ | اسلام کا ساز تو بے نغمہ ہے بلکہ اُس میں ساز ہی نہیں - اسلامی تعلیم میں ناچ گانا وغیرہ حرام ہے- کانوں میں لے دے کر حدی اور رجز اور آلات موسیقی میں دف ہے - لیکن اِس کو موسیقی سے کیا نسبت !

اِس موقع پر ایک لطیفہ یاد آ گیا - ہندوستان کا ایک قوال حج کو گیا - اتفاق سے کسی بدّو کو حدی پڑھتے سنا - سنتے ہی ہاتھ اُٹھا کر کچھ بدبدانے لگا - لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ بولا پیغمبر صاحب سے عرض کر رہا تھا کہ قربان جاؤں' یہ گانا حرام ہی کرنے کے قابل تھا! خدا بھلا کرے صوفیائے کرام کا کہ اُنھوں نے گرمی قلب کا کچھ سامان پیدا کر دیا - ورنہ خرش مذاق فقہا نے تو اِس فن لطیف کو ملیامیٹ کرنے میں اپنے مقدور بھر کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی -

بہر حال اگرچہ اسلام میں موسیقی حرام ہے- لیکن عجمی مسلمانوں کو اُس کا موروثی ذوق رہا ہے - اِس ذوق کو وہ ہندوستان بھی ساتھ لائے - ہندوستان کو دنیا کا میوزک کالج کہنا چاہیے- آج بھی جب کہ ترقی یافتہ قوموں نے موسیقی کو معراج کمال تک پہنچا دیا ہے' - غالباً دنیا کی کوئی قوم اِس میں ہندوستان کا مقابلہ نہیں کر سکتی - موسیقی تو ہندو مذہب میں جز و عبادت ہے' اس لیے ایرانی مسلمانوں نے عجمی نغموں کو ہندی گویوں سے ملا کر ایسے سامعہ نواز نغمے پیدا کیے کہ آج تک اُردو شاعری میں اِس کی تانیں سنائی دیتی ہیں -

آلات موسیقی :—

بین کاروں کا سر دست مقدر چمکا   سر سے سارنگیوں کے نوو برابر چمکا

آئے جو طبلہ نواز اُنکا بھی اختر چمکا   جو مجیرہ تھا وہ مثل مہ انور چمکا

سامنے آئے وہ ناٹک جو تھے سج دھج والے

حاضر بزم ہوئے کتنے پکھاوج والے

گانا :—

جان صاحب نے ایک طوائف 'حسینی باندی' کے گانے کی تعریف میں گانے کی بہت سی قسمیں اور اُن کے لوازم ایک غزل میں جمع کر دیے ہیں -

عالم میں ہو رہا ہے کیا کیا حسین باندی
صوت حسن ہے تیری شہرہ حسین باندی
تروٹ ' ترانہ' دھرپت ' تپہ' خیال' ٹھمری
جو تونے گایا ' اچھا گایا ' حسین باندی
مرکی گلے میں کھٹکا ' ہے زمزمہ عجائب
ہے بلبل خوش الحان گویا حسین باندی
لے ' تال' سر اور سم ہیں لونڈی غلام تیرے
قابو میں تیرے پایا سب کو حسین باندی

امیرمینائی فرماتے ہیں :—

تپے والوں نے کیا بزم میں اظہار کمال
ٹھمریاں گائیں کسی نے تو ہوا مالا مال
وہ بھی موجود ہوئے خوب جو گاتے تھے خیال
ائے وہ دھرپتی بھی جو کہ نہ رکھتے تھے مثال

ناچ :—

وہ ناچنے کیا کھڑی ہوئی تھی	خود راگنی آکھڑی ہوئی تھی
رقص اُس کا اگرچہ خوشنما تھا	سنگت کا پکھاوجی تھکا تھا
اُس نے جو پکھاوج اُس کو دیدی	کیفیت ' اتفاق نے دی
تھا سم پہ ' اُس پری کا نقشہ	سب آنکھ ملا کے کہتے تھے ' آ
محظوظ کیا جو سب کو اِکبار	بخشا راجہ نے نولکھا ہار
انداز سے اُس نے لے کے مالا	کاندھے پہ پکھاوجی کے ڈالا

(گلزار نسیم)

بزم رقص و سرود :—

کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ھجوم ہوئی اُھے اُھے مبارک کی دھوم

جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کے ۔۔۔ دھنی دست کے اور آواز کے

جہاں تک کہ تھے گائت اور رھتکار ۔۔۔ لگے گانے اور ناچنے ایک بار

لگے بجنے قانوں و بین و رباب ۔۔۔ بہا ہر طرف جوے عشرت کا آب

لگی تھاپ طبلوں کی مردنگ کی ۔۔۔ صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی

کماچوں کو سارنگیوں کو بنا ۔۔۔ خوشی سے ہر اک ان کی تربین ملا

لگا موم تاروں پہ منہ چنگ کے ۔۔۔ ملا سر طنبوروں کے مردنگ کے

ستاروں کے پردے بنا کر درست ۔۔۔ بجانے لگے سب وہ چالاک و چست

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط ۔۔۔ لگے ناچنے اُس پہ اہل نشاط

کناری کے جوڑے چمکتے ہوے ۔۔۔ وہ پاؤں کے گھنگھرو چھنکتے ہوے

وہ بالے چمکتے ہوے کان میں ۔۔۔ پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن میں

وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ ۔۔۔ دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ

کبھی دل کو پاؤں سے مل ڈالنا ۔۔۔ نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا

دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا ۔۔۔ کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا

کبھی منہ کے تئیں پھیر لینا ادھر ۔۔۔ کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

ڈپٹے کو کرنا کبھی منہ کے اوٹ ۔۔۔ کہ پردے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ

کوئی فن سنگیت کے شعلہ رو ۔۔۔ پریم جوگ لچھمی لیے پر ملو

کوئی ٹھمٹ گت ہی میں پاؤں تلے ۔۔۔ کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے

کوئی دائرے میں بجا کر برن ۔۔۔ کوئی دمدمے میں جتا اپنا فن

کہیں دھرپت اور گیت کا شور و غل ۔۔۔ کہیں توال و قلبانہ و نقش و گل'

کہیں بھانڈ اور لولیوں کا سماں ۔۔۔ کہیں ناچ کشمیریوں کا وہاں

مجیرا پکھاوج گلے ڈال ڈھول ۔۔۔ بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندہ غول

جہاں تک غرض تھی خوشی ہی کی بات ۔۔۔ کہ دن عید اور رات تھی شب برات

تذکرۂ کتب

گزشتہ سہ ماہی (جولائی - ستمبر سنہ ۱۹۳۸ع) میں -

پنجاب سے فلسفہ (نفسیات و اخلاقیات) ' میکانک اور سفر نامے کو چھوڑ کر باقی تمام عنوانات پر کتابیں شائع
ہوئیں - زبان پر سب سے زیادہ ؛ پھر مذہب ' ریاضیات ' افسانہ ' تاریخ
جغرافیہ ' اور متفرقات پر ؛ اور ان سے کم باقی علوم پر -

کتابوں کی تعداد (۳۱۲) حسب تفصیل ذیل ہے :—

ٹ ...	۲ ...	طب ...	۱۵ ...
وانح ...	۱۵ ...	متفرقات ...	۲۳ ...
اما ...	۳ ...	شاعری ...	۱۹ ...
سانہ ...	۳۹ ...	سیاست ...	۵ ...
ریخ و جغرافیہ	۳۳ ...	مذہب ...	۴۲ ...
ان ...	۷۷ ...	ریاضیات ...	۳۷ ...
نون ...	۱ ...	طبیعیات وغیرہ	۴ ...

ہندی مطبوعات کی تعداد (۹۴) ہے- آرٹ ' ڈراما ' قانون' سیاست '
بیعیات' فلسفہ (نفسیات و اخلاقیات) میکانک اور سفر نامے پر کوئی کتاب
ائع نہیں ہوئی -

یوپی سے آرٹ ' ڈراما ' افسانہ ' سیاست ' فلسفہ
(نفسیات و اخلاقیات) اور سفر نامے پر کوئی کتاب اردو
یں نہیں نکلی - باقی عنوانات پر بھی کم کتابیں شائع ہوئیں -

اِن کتابوں کی تعداد (۳۵) ہے - اور فن‌وار تفصیل یہ ہے :—

سوانح	...	۷	متفرقات	...	۱
تاریخ و جغرافیہ	...	۱	شاعری	...	۸
زبان	...	۷	مذہب	...	۲
قانون	...	۵	ریاضیات و میکانک	...	۲
طب	...	۱	طبیعیات وغیرہ	...	۱

ہندی مطبوعات کی تعداد (۴۳۴) ہے- اور وہ تمام عنوانات پر ہیں-

دونوں صوبوں کی اہم اُردو مطبوعات یہ ہیں :—

" آرٹ "

۱—ہندستانی کشیدہ کاری—از مس امۃاللہ - کارونیشن الکٹرک پریس لاہور -

" سوانح "

۲—اشرف‌السوانح—از عزیزالحسن و حکیم مولوی عبدالحق - حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی سوانح عمری - صفحات ۲ ' ۳۹۸ ' ۲ - ادبی پریس لکھنؤ -

۳—امام حسین علیہ‌السلام کی مختصر سوانح عمری—از ظفر حسن - صفحات ۵ ' ۱ ' ۲۳۲ - نظامی پریس لکھنؤ -

" افسانہ "

۴—ایران کی دوشیزہ—ایران کی اسلامی فتح کے متعلق ایک تاریخی ناول - صفحات ۹۶ - آر ' حجازی پریس لاہور -

۵—فریبی ڈاکو—از راجا رام اگروالا - صفحات ۱۲۸ - آر ' حجازی پریس لاہور -

۶—طلسمی محل—از رام داس چوپرا - صفحات ۱۴۴ - آر ' مفید عام پریس لاہور -

۷—بحری طوفان—از ایم نعیم‌الله کوثر - صفحات ۲۸۰ - حجازی پریس لاہور -

۸—مسلمان مجاہد - از خواجہ نذیر احمد - صفحات ۲۰۸ حجازی پریس لاہور -

۹—طلسم حیات - از ماہرالقادری - ۱۲ مختصر افسانوں کا مجموعہ - صفحات ۲۲۴ - فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور -

۱۰—معشوقۂ حلب حصۂ دوم - از مرزا فدا علی - حلب کی اسلامی فتح کے متعلق ایک تاریخی ناول - صفحات ۲۸۸ - آر ' حجازی پریس لاہور -

۱۱—تسخیر استنبول - از محمد مائل - سلطان محمد فاتح اور فتح قسطنطنیہ - صفحات ۲۵۶ - نامی پریس لاہور -

۱۲—محمد قاسم حصۂ دوم - از محمد صادق حسین - سندھ کی اسلامی فتح کے متعلق ایک تاریخی ناول - صفحات ۳۲۰ - ار ' حجازی پریس لاہور -

" تاریخ و جغرافیہ "

۱۳—تاریخ مدینۂ منورہ - از قلم دستگیر ناصی - صفحات ۱۸۴ - آر ' حجازی پریس لاہور -

" زبان "

۱۴—پیام اقبال - از عبدالرحمان طارق - صفحات ۳۰۰ - ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے پیام پر مضامین کا ایک مجموعہ - آزاد ہند پریس لاہور -

۱۵—مکاتیب مہدی - از مہدی بیگم - مہدی حسن افادی الاقتصادی کے خطوط کا مجموعہ - صفحات ا' ۳۰۲ - آسی پریس گورکھپور -

" قانون "

۱۶—قانون اسٹامپ حصہ اول - گردھاری لال ساگر - صفحات ۳٫۲ - نگینہ الکٹرک پریس جالندھر -

" طب "

۱۷—تحفۂ نایاب - از محمد عبدالرحیم جہول - یونانی نسخے - صفحات ۵۴۴ - حجازی پریس لاہور -

۱۸—شاہراہ تندرستی - از لالہ رنگ بہاری لال بی‌اے' بی‌ٹی - "Lessons in Health and Diseases" کا ترجمہ - صفحات ۱۲۰ - سترھواں اڈیشن - مفید عام پریس لاہور -

۱۹—گنجینۂ طبیب حصہ چہارم - حاجی محمد اصغر علی - یونانی نسخے - صفحات ۲۹۶ - آر' ھندا الکٹرک پریس جالندھر -

۲۰—گلزار رحمت - از حکیم وزیرچند نندا - صفحات ۱۱۷ - نامی پریس لاہور -

۲۱—مختصرالکلیات - از حکیم محمد حسن قرشی - شیخ علاءالدین قرشی کی " موجزالقانون " کا ترجمہ - صفحات ۲۲۴ - مسلم پرنٹنگ پریس لاہور -

۲۲—ہولڈنگ برائے ویٹرنری کمپونڈران - از اودم سنگھ و اودے سنگھ - جانوروں کی بیماریوں اور علاجوں پر ایک کتاب - صفحات ا' ا' ا' ا' ۲۲۳ ' ۴۹ ' ۹ ' ۸ ' ۱۴ - یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ -

" متفرقات "

۲۳—معلم پٹوار - از آغا نثار احمد - ضلعداروں اور پٹواریوں کے لیے

مکمل کتاب - صفحات ۴۴۴ - تذہیر پرنٹنگ پریس امرتسر -

۲۴—روپئے بنانے کی مشین - از ایم' آر' انند - صابون سازی' فوٹوگرافی وغیرہ پر ایک کتاب - صفحات ۱۱۲ - نادی پریس لاہور -

۲۵—صنف نازک - از محمد یوسف حسن - صفحات ۲۱۲ - مسلم پرنٹنگ پریس لاہور -

۲۶—عام خانہ داری - از مس ممتاز شاہنواز - صفحات ۳۷۰ - مفید عام پریس لاہور -

" سیاست "

۲۷—جمعیۃالاقوام پر ایک نظر - از ظفر سراج الدین - جمعیۃالاقوام (League of Nations) کے مقاصد اور کاموں کا جائزہ - صفحات ۷۸ - فیروز پرنٹنگ ورکس پریس لاہور -

" ریاضیات "

۲۸—فہمید حساب حصۂ دوم - از ایم' اے' عزیز - " Book-keeping " پر ایک کتاب - صفحات ۱۸۲ - وزیر ہند پریس امرتسر -

---

هندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ ' الہ آباد

کے مطبوعات

۱—از منۂ وسطیٰ میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات۔
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ' ایم - اے ' - ایل ایل ایم
سی - بی - اے ' مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر مجلد ۱ روپیہ -

۲—اُردو سروے رپورٹ—از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب
ایم - اے - ۱ روپیہ -

۳—عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ندوی - ۴ روپیہ -

۴—ناتن (جرمن ڈراما) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب -
ایم - اے ' ایم - آر ' اے - ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۵—فریبِ عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب '
رواں - ۲ روپیہ -

۶—کبیر صاحب - مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی - ۲ روپیہ -

۷—قرونِ وسطیٰ کا ہندستانی تمدن - از رائے بہادر مہا مہو اُپادھیا
پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا ' مترجمۂ منشی پریم چند -
قیمت ۴ روپیہ -

۸—ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -

۹—ترقیِ زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب
ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت - قیمت ۴ روپیہ -

۱۰—عالمِ حیوانی - از بابو برجیش بہادر ' بی - اے ' ایل ایل بی -
۶ روپیہ ۸ آنہ -

۱۱—معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین ' ایم - اے ' پی ایچ ڈی -
مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۲—فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت مجلد
۱ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۳—مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتا رام کوهلی ' ایم اے - قیمت مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۳ روپیہ -

۱۴—جواهرِ سخن - جلد اول - مرتبہ مولانا کیفی چریا کوٹی - قیمت مجلد ۵ روپیہ ' غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ -

۱۵—علمِ باغبانی - از مسٹر وصی‌الله خاں - ایل - اے - جی - قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۶—انقلابِ روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ - قیمت مجلد ۳ روپیہ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۷—چلد دکھنی پہلواں - از محمد نعیم‌الرحمان ' ایم - اے ' استاد عربی و فارسی ' الہ‌آباد یونی‌ورسٹی - قیمت ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۱۸—تاریخِ فلسفۂ سیاسیات - از محمد مجیب ' بی - اے (اکسن) جامعۂ ملیۂ اسلامیہ - دهلی - قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۹—انگریزی عہد میں هندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامہ عبدالله یوسف علی صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیہ ' غیر مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ ۔

۲۰—فلسفۂ جمال - از ریاض‌الحسن صاحب - ایم - اے - قیمت ۱ روپیہ -

۲۱—دیوانِ بیدار - از جلیل احمد قدوائی صاحب - ام - اے - قیمت مجلد ۲ روپیہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۲۲—نفسیاتِ فاسدہ - از معتقد ولی‌الرحمان صاحب ' ایم - اے - قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۸ روپیہ -

۲۳—سلطان‌الهند محمد شاہ بن تغلق - از پروفیسر آغا مہدی حسین ' ایم-اے ' پی ' ایچ-ڈی ' ڈی-لٹ - قیمت مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

هندستانی اکیڈیمی یو ' پی ' الہ‌آباد -

پرنٹر—قلم اصغر' سٹی پریس' الہ‌آباد - پبلشر—ڈاکٹر تارا چند' هندستانی اکیڈیمی ۔ الہ‌آباد ۔

هندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ کے مقاصد

۱—اُردو اور ہندی ادب کی حفاظت اور اُن کی ترقی اور نشو و نما کی کوشش کرنا۔

(الف)—مختلف مضامین کے مطبوعات میں سے منظور شدہ کتابوں پر اِنعام دینا۔

(ب)—معاوضے وغیرہ کے ذریعے غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرانا اور اُن کو شائع کرنا۔

(ج)—یونیورسٹیوں اور علمی اِداروں میں وظائف دے کر یا دوسرے ذرائع سے اُردو اور ہندی زبانوں میں تصنیف یا ترجمے کے کاموں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(د)—اکیڈیمی کے محسنوں کو اعزازی فیلو منتخب کرنا۔

(ہ)—ایک کتب خانہ قائم کرنا اور اُس کا اِنتظام رکھنا۔

(و)—مشہور ارباب علم و فضل کو علمی مقالات کے لیے مدعو کرنا۔

ہندستانی اکیڈمی کا تماہی رسالہ

اپریل سنہ ۱۹۳۹ع

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

سالانہ چندہ چار روپئے

ایڈیٹر : مولانا سعید انصاری

مجلس مدیران

فہرست مضامین

هندستانی

هندستانی اکیڈیمی کا تماہی رسالہ

جلد ۹ } اپریل سنہ ۱۹۳۹ع { حصہ ۲

فرخ‌آباد کی اصطلاحات شانہ‌سازی

[از جناب امداد حسین خان ، ایم-اے]

دنیا میں شانہ‌سازی کی ابتدا حضرت شیث سے ہوئی؛ اور ہندوستان میں سنبھل ضلع مرادآباد کے سر اُس کی ایجاد کا سہرا ہے - یہاں بدالله نامی ایک بڑھئی تھے ، جن کی فکر رسا نے یہ چیز ایجاد کی - تقریباً ستر یا اسی سال ہوئے ہوں‌گے شانہ‌سازی کی بیل سنبھل سے پھیل کر فرخ‌آباد پہنچی - وہ یوں کہ سنبھل کے چند شانہ‌ساز فرخ‌آباد میں آ کر مقیم ہوئے، اور اِس صنعت نے یہاں بھی کافی فروغ حاصل کیا - جما خان اور لعل محمد جو ماہر اُستادوں میں شمار کیے جاتے ہیں ، اُن کا وطن فرخ‌آباد ہی تھا -

فرخ‌آباد میں بھی اِس کا آغاز لکڑی کے شانوں سے ہوا - آج بھی مدن خاں وہاں مشہور اُستاد ہیں -

اب لکڑی کی کنگھیوں کی جگہ سینگ کی کنگھیاں لے رہی ہیں ، اور فرخ‌آباد کے کاریگر اِس میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں - فی‌الحال پانچ ، چھ کارخانے خود شہر کے اندر ہیں -

کنگھیاں بھینس کے سینگ کی ہوتی ہیں - اُن کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ بھینس کے سینگ لےکر چار چار انگل چوڑے اور اٹھارہ اٹھارہ اِنچ لمبے ٹکڑے کاٹ لیے جاتے ہیں - پھر اُن کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں- اکثر ایک ہی میں رہنے دیتے ہیں ' یعنی حصہ بقدر جثہ ! پھر اُن ٹکڑوں کا خم دور کرنے کےلیے آگ پر سینکتے ہیں- گتے سنسی سے پکڑ کر سینکتے ہیں-

سنسی
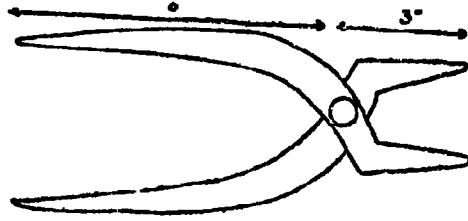
اکثر سینگ کافی دبیز ہوتے ہیں ' اُن کو بڑھانے یا اُن کا خم دور کرنے کے لیے مشین یا شکنجے سے کام لیتے ہیں -

مشین یہ ہے :—
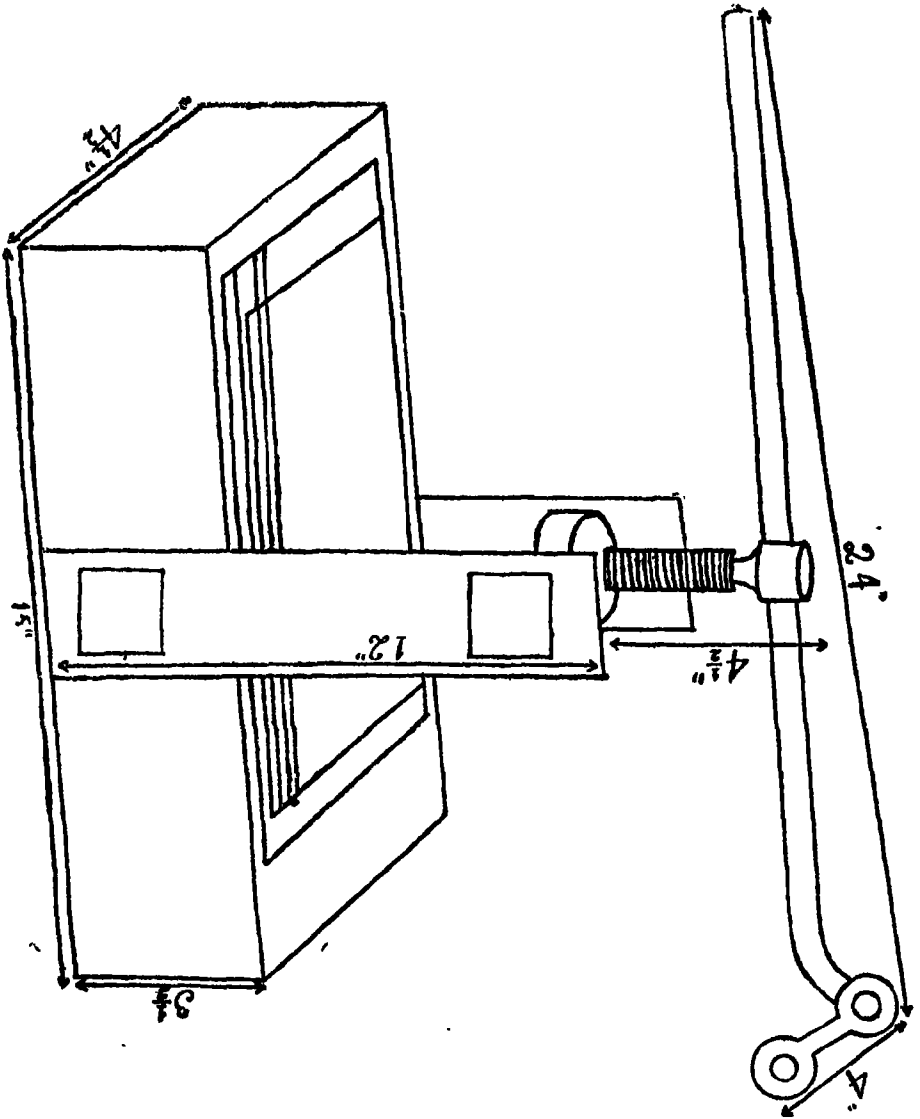
نوٹ—اِس مشین کی شکل سوئیں بنانے کی مشین کے مشابہ ہے ۔

یہ مشین صرف پانچ ، چھ سال سے کام میں لائی جاتی ہے ، ورنہ اس سے پہلے لکڑی کے شکنجے میں سہلنگ درست کیے جاتے تھے، جو چھت میں لگا کر ڈوروں کے ذریعے کھینچے جاتے تھے - جس طرح جلتر میں تار کھینچا جاتا ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ داب زیادہ ہو جانے پر سہلنگ کے ٹکڑے ٹوٹ جاتے ہیں - لہذا احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے -

گرم شدہ سہلنگ کو پانی میں ڈال کر ٹھنڈا کر لیتے ہیں - اس عمل کے بعد آری سے اس کے چوکور ٹکڑے کاٹ لیے جاتے ہیں - اس آری کو بوسائی کہتے ہیں -
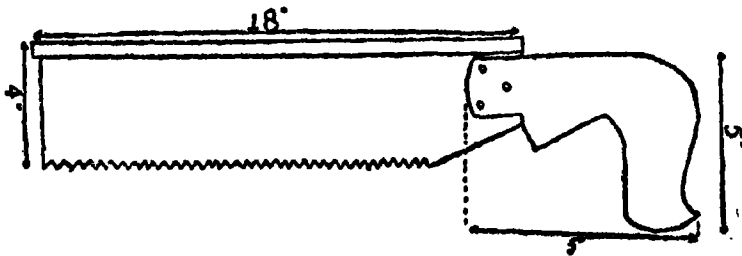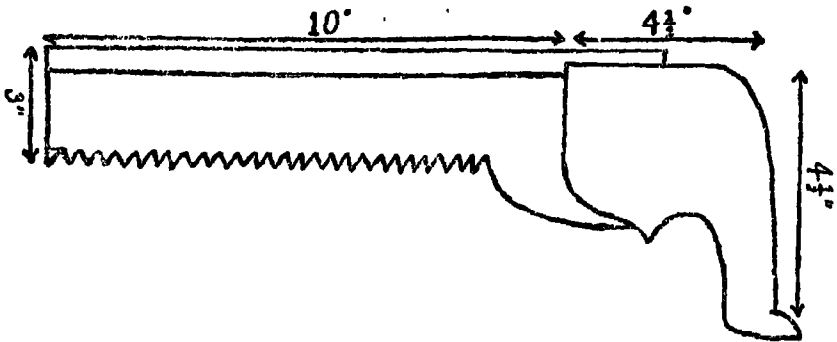
کٹنے کاٹنے اور ٹکڑل چیرنے کے کام دیتی ہے -

یہ صرف گھارہ انچ کی ہوتی ہے - اِس کے دندانے مہین ہوتے ہیں -
اِس کام کےلیے چار آریاں استعمال ہوتی ہیں - (۱)بروسائی - (۲) موتے دانتے
کی - یہ کھلنچائی کے کام میں آتی ہے - (۳) مہین دانتے کی - (۴) ایک
دسرائی کی' جس سے ایک طرف سے کھلنچنے پر خط گہرا اور چوڑا پڑتا ہے
اور دوسری طرف سے کھلنچنے میں صرف آدھے دانتے بنتے ہیں - یعنی یہ
کہ ایک طرف پورے دانتے اور دوسری طرف آدھے دانتے بنتے ہیں - غرض
یہ کہ اِن آریوں میں صرف دانتوں کا فرق ہوتا ہے - اگر مہین کنگھی
بنانی ہوتی ہے تو مہین آری کام میں لائی جاتی ہے ' اور اگر موٹے دانتوں
کی کنگھی بنانی ہوتی ہے تو موٹی ' وغیرہ وغیرہ -

اصطلاحات

گٹے کاٹنا (گ مفتوح ' ٹ مشدد مکسور)—سینگ کاٹنا -

گٹا (گ مفتوح ' ٹ مشدد)—سینگ کا ٹکڑا -

تھلائی (تھ مفتوح)—گٹے کاٹنے کے بعد اکثر سینگ اونچے اونچے یعنی سڈول نہیں رہتے - اُس وقت اُن کو مسطح اور سڈول بناتے ہیں - اِس کو تھلائی کہتے ہیں -

نہان (ن اول مکسور)—اکثر سینگ اندر سے خراب نکلتے ہیں- اُن کا گودا صاف کرنے کے لئے جو اوزار استعمال کرتے ہیں اُس کا نام نہان ہے- اُس کا نکیلا حصہ دھار رکھتا ہے -
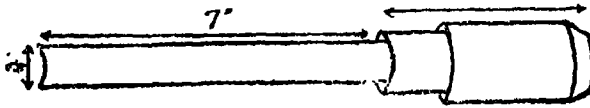
نہان

ڈول چیرنا (ڈ مفتوح ' واو مجہول)—ٹھوس ٹٹے کو سینگ کو نکالنے کے بعد اُس کے دو سے چار تک حصے کرنا -

کناسی (گ مفتوح ' ن مفتوح ' س مکسور)—اٹھارہ انچ کی بڑی آریوں کو تیز کرنے کا آلہ -
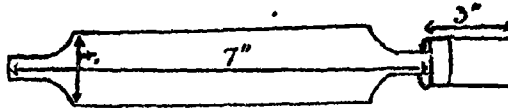
اِس کناسی سے ۱۸ انچ کی بڑی آریاں تیز کی جاتی ہیں -

گڑھائی (گ مفتوح ' ڑھ مفتوح)—مصدر گڑھنا ہے - لکڑی کے ایک کلدے پر سینگ کے چورس ٹکڑے رکھ کر کنگھی کے ڈھنگ پر لانے کے لیے اِس طرح چھیلتے ہیں کہ بیچ میں موٹی اور اِدھر اُدھر سرے پتلے ہوجائیں - اِس عمل کا نام گڑھائی ہے - گڑھائی اِس بسولے سے ہوتی ہے -

بسولا
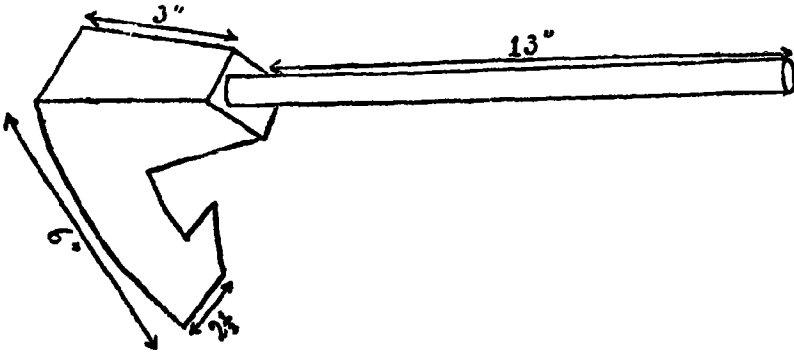
دھار (دھ مفتوح)—وہ دونوں سرے چورس سینگ کے جن میں کنگھی کے دندانے بنائے جاتے ہیں - اُنھی کو دھار کہتے ہیں -

چھلائی (چھ مکسور)—گڑھائی موٹے بسولے سے ہوتی ہے- اِس کو چکنا کرنے کے لیے چھلنی (چھ مکسور ' ن مکسور) سے چھولتے ہیں -
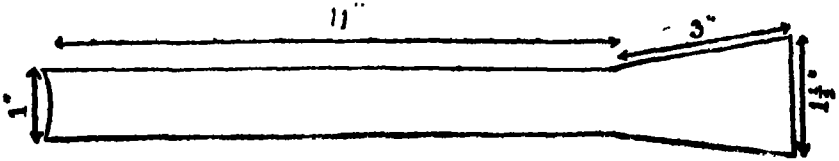
چھلنی

جس کے دونوں طرف دھار ہوتی ہے اور بیچ میں ناکی سی بنی رہتی ہے- اِس سے کنگھی کا ٹکڑا صاف اور چکنا ہو جاتا ہے -

گز (گ مفتوح)—چھلنی کی دھار گز سے تیز کی جاتی ہے ۔

گز
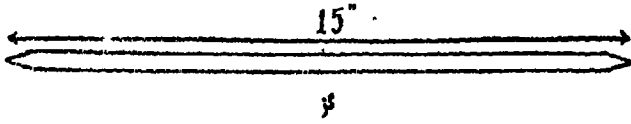
سون (س مضموم ' واو مجہول)—اِس اوزار سے کنگھی کی چورسائی کی جاتی ہے - اِس کو چورسائی کا سون کہتے ہیں -

سون
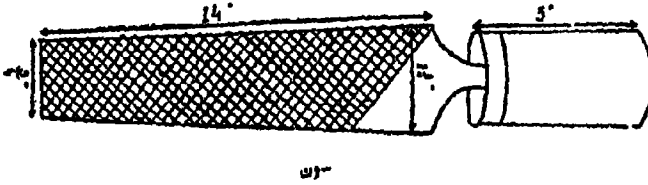
چورسائی (چ مفتوح ' ر مفتوح ' س مفتوح)—اب کنگھی کی دھار چورس کرتے ہیں - اِس کو چورسائی کہتے ہیں - جس اوزار سے یہ کام کیا جاتا ہے اُسے سون کہتے ہیں -

گوشہ نکالی—چورسائی کی آری سے گوشے کاٹے جاتے ہیں' یعنی کنگھی کی شکل میں لاتے ہیں - یعنی ◁ ▷ - (< >) کاٹا گیا تب یہ < > بنتے ہیں تو اِن میں التائی کے سون سے)(گول بنا کر خوبصورت
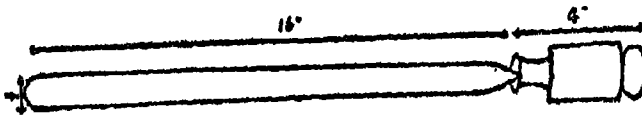
التائی سون

یعنی ہلالی شکل ہو جاتی ہے - اِس کا نام التائی ہے - اب کنگھی اپنی اصل شکل میں آ گئی ۔

دوبارہ کرائی—اب اِس شکل کو چھلنی سے بالکل صاف اور چکنا بنا دیتے ہیں - اِس کے دانتے میں کھنچائی کا کام رہ جاتا ہے - یہ عمل خوشنمائی کے لیے ہوتا ہے -

تپھل (ت مکسور ' پ مفتوح)—وہ آلہ جس سے دانتوں کو نکیلا بناتے ہیں -

تپھل

چھینی (چھ مکسور ی مجہول)—اِس سے تپھل کو ٹانکتے یا تیز کرتے ہیں -
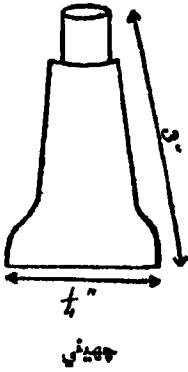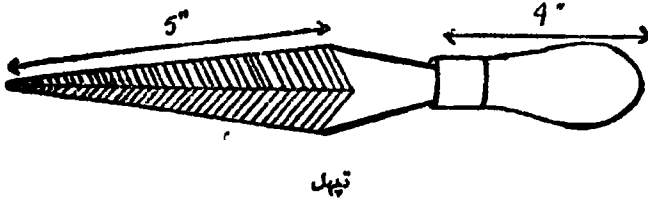
ٹانکنا—تیز کرنا -

دانتے کھنچائی—ایک طرف موٹے اور دوسرے طرف مہین دندانے کھینچے جاتے ہیں - دانتوں کو تپھل سے لگاتے ہیں جس سے دانتوں میں نوک خار کی طرح بن جاتی ہے -

چھینی

دُسرائی—کھنچائی میں ایک طرف پورے دانتے کھنچ جاتے ہیں اور دوسری طرف نصف - دوسری طرف اِن دانتوں کو جو صرف نصف کھنچے ہوئے ہیں ' پورا کرنے کے لیے پھر آری ڈالتے ہیں - اِسی کو دسرائی کہتے ہیں -

کناسی (ک اور ن مفتوح ' س مکسور)—چھوٹی آریاں اِس سے تیز کی جاتی ہیں - اِسی کو کناسی کہتے ہیں -
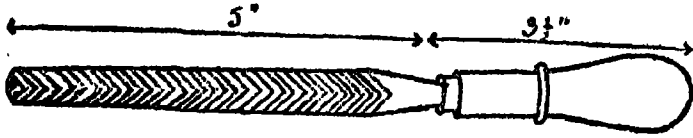
چھوٹی آریاں تیز کرنے کی کلاسی

اِس چھوٹی آری سے کنگھی کے دندانوں کی جڑیں کھولی جاتی ھیں-
دھاریں چھلائی—اِس چھلنی سے کنگھی کا برادہ صاف کرتے ھیں -
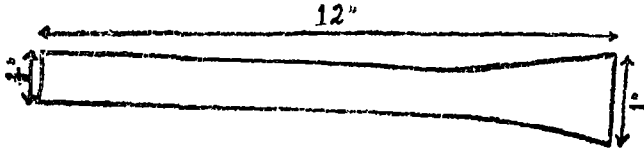
چھانی

پھر اِس کو چھیل کر صاف کرتے ھیں -
ٹاٹ لگائی (جلا کرنا)—اِس اثنا میں کنگھی میلی ھو جاتی ھے :
اُس کو اِس طرح چمکاتے ھیں :— ایک ٹاٹ کی پٹی لے کر ایک ۲ انچ
چوڑے اور دو فٹ لمبے تختے پر ٹاٹ لپیٹ کر جس پر کوئلے کی سیاھی
ھوتی ھے ، اِس کنگھی کو اُس پر گھستے ھیں - اِس عمل سے اُس پر جلا
آجاتی ھے - اِس کا نام ٹاٹ لگائی ھے -
اُوپنا (واو مجہول) ، (اُپائی)— ٹاٹ پر گھسنے کے بعد ، کولا جو سفال
شکل میں ھوتا ھے ، لگا کر ، ھتھیلی سے رگڑتے ھیں - اِس طرح اُس پر پوری
جلا ھو جاتی ھے -
سوت ڈالنا (واو معروف) ، یا خط ڈالنا—دانتوں کے پاس آری سے
لکیریں کر دیتے ھیں - یہ عمل خوشنمائی کے لیے ھوتا ھے -

ھتوڑی—اِس سے سون یا سُمھا ٹانکا جاتا ھے -

ھتوڑی
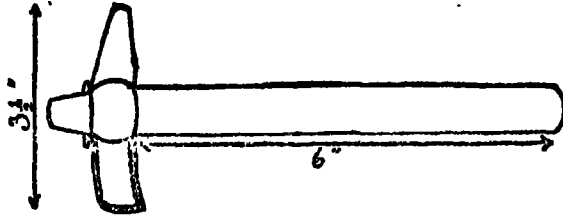
سُمھا—اِس سے سون ٹانکا جاتا ھے -
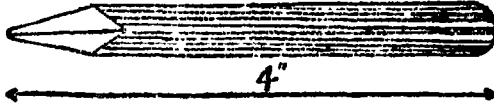
سمبا

اُردو شاعری میں ہندو کلچر اور ہندوستان کے طبعی اور جغرافی اثرات

[از مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی]

۳

ہندوستان کے جغرافی اثرات

اُردو شاعری جس طرح ہندوستان کی تہذیب و معاشرت کا آئینہ ہے اُسی طرح وہ ہندوستان کے جغرافی حالات کی بھی تصویر ہے - اُس کا ایک رخ آپ دیکھ چکے' اب دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے -

مسلمان' حکمراں کی حیثیت سے ہندوستان میں آئے' لیکن اجنبی حکمرانوں کی طرح اُنھوں نے اُس کو تجارت کی منڈی نہیں سمجھا کہ ہزاروں کوس دور بیٹھے بیٹھے اُس کی دولت سمیٹتے' بلکہ اُس کو وطن بناکر یہیں رس بس گئے - اکبر و شاہجہاں اِسی خاک سے پیدا ہوئے اور اِسی کی مٹی میں مل گئے - اِس توطن کے ساتھ ایک حد تک اُنھوں نے یہاں کی تہذیب بھی اختیار کرلی - اکبر کو جانے دیجیے - اورنگزیب علیہ‌الرحمۃ جیسے مذہبی فرماں‌روا کی تصویر میں بھی اگر آپ غور کریں تو آپ کو ہندی تہذیب کے نشانات نظر آئیں گے - اِس تمہید کا منشا یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا تھا - اِس سے یہاں کی ہر چیز اُن کی اپنی ہوگئی تھی - اور اُن کی پیداکردہ تمام چیزوں میں اُس کے اثرات نظر آتے ہیں - چنانچہ اُردو زبان میں بھی اِس جنم بھوم کی بہاریں ہیں - اِس کے کوہ و صحرا ' دشت و جبل' آب و ہوا

موسمی کھیتوں ' باغ و بہار ' پھل پھول ' چرند و پرند وغیرہ سب کی تصویریں ہم کو اُردو شاعری میں ملتی ہیں -

یہ عجیب حیرت‌انگیز مغالطہ ہے' جس میں اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ تک مبتلا ہیں کہ اُردو شاعری تمام‌تر فارسی کی نقالی ہے - غزل میں تو ایک فطری حد تک اِس کو تسلیم کیا جاسکتا ہے - لیکن مستقل اور مسلسل نظموں میں جو اِس باب میں فیصلے کا معیار ہیں ' ایرانی اثرات کا نام و نشان نہیں مل سکتا - بلکہ یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ اُردو شاعری میں ایران کے جغرافی حالات میں مشکل سے دو چار نظمیں مل سکیں گی ' اور اُن کی حیثیت اُن نظموں سے زیادہ نہ ہوگی جو ہر زبان میں دوسرے ملکوں کے متعلق پائی جاتی ہیں - اِس کے مقابلے میں ہندوستان کی ہر چیز کے متعلق اِس کثرت سے نظمیں ہیں کہ اُن سے ہندوستان کا پورا جغرافیہ مرتب کیا جاسکتا ہے -

حب وطن

کسی ملک کے ساتھ اُنس و تعلق کا ایک بڑا معیار " حب وطن " ہے - اُردو شعرا کو ہندوستان کے ساتھ اُس وقت سے شیفتگی ہے ' اور اُس زمانے سے وہ اُس کی محبت کے ترانے گاتے چلے آ رہے ہیں' جب موجودہ قومی ترانے گانے والے پیدا بھی نہ ہوئے تھے ؛ بلکہ وہ قومی ترانوں سے آشنا بھی نہ تھے - مولوی اسمعیل صاحب میرٹھی' مولانا حالی' نادر کاکوروی اور دوسرے بیسوں شعراے حب وطن کے ترانے اِس کے شاہد ہیں - موجودہ دور میں سر اقبال کا ترانہ بچے بچے کی زبان پر ہے - اِس موقع پر اُن کی نظم " نیا شوالہ " نقل کیے بغیر آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا -

سچ کہدوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے

تیرے صنم کدوں کے بت ہوگئے پرانے

اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے
سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
آ اِک نیا شوالہ اِس دیس میں بنادیں
دنیا کے تیرتھوں سے اُونچا ہو جس کا تیرتھ
داماں آسماں سے اُس کا کلس ملادیں
ہر صبح اُٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلادیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

دلّی مرحوم کی تباہی پر جو ہندوستان کا قلب تھا، ویسے ہی دردناک مرثیے لکھے گئے، جیسے خلافت بغداد کی تباہی پر سعدی نے اور اسپین کی تباہی پر ابن بدرون نے لکھے تھے - اُردو شاعری میں دلی کی تباہی سے اثرات، دلی کی حکومت ختم ہونے کے بہت پہلے سے پائے جاتے ہیں میر کا یہ شعر

دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
ہم رہنے والے ہیں اُسی اُجڑے دیار کے

اِسی تاثر کا نتیجہ ہے- مولانا حالی مرحوم فرماتے ہیں :—

تذکرہ دلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز

کسی اور نا معلوم شاعر نے نہایت دردانگیز مرثیہ لکھا ' جس کا ایک شعر یہ ہے :—

ولے شہر دھلی یہ تھا چمن کہ تھا سب طرح کا یہاں امن
وہ خطاب اُس کا تو چھن گیا فقط اب تو اُجڑا دیار ہے

اِسی زمانے میں بہت سے شہرآشوب لکھے گئے - اُن میں " سالک " دھلوی کا شہرآشوب لائق ذکر ہے -

زمانۂ حال کے سب سے بڑے شاعر سر اقبال کو
سواد رومةالکبری میں دلی یاد آتی ہے !

اِس تفصیل کا یہ منشا ہے کہ اُردو شعرا کو ہمیشہ سے ہندوستان کے ساتھ شیفتگی رہی ہے - اِس سے اُن کے کلام میں فطرتاً اُس کی بہاریں پائی جاتی ہیں -

ہندوستان کے پہاڑ

ہندوستان کی عظمت کا نشان ہمالیہ ہے - سر اقبال اِس کی سر بلندی اِس طرح دکھاتے ہیں -

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

اُنہوں نے تو ہندوستان کے پہاڑوں کو مقدس پہاڑ " کوہ سینا " کا هم دوش بنا دیا -

بندے کلیم جس کے' پربت جہاں کے سینا
نوح نبی کا ٹھہرا آ کر جہاں سفینہ

بہت سے شعرا نے ہندوستان کے پہاڑوں کے مناظر دکھائے ہیں - مثلاً مولوی اسمعیل صاحب میرٹھی نے ہمالیہ ' محمد حسین آزاد نے شملہ چکبست نے دھرادون کے - کشمیر کی پرفضا پہاڑیوں کی بہاریں تو اِتنے شعر نے دکھائی ہیں کہ اُن کا شمار مشکل ہے - مولانا حالی فرماتے ہیں -

تھی بنانے سے غرض تیرے یہ اے باغ نعیم

باغ جنت کا نہ انسان کو رہے کچھ انتظار

جنت اے کشمیر کوئی تجھ سی دنیا میں نہیں

تو نہیں دیتا بھٹکنے اپنے طالب کو کہیں

سر اقبال نے بھی کشمیر کے مختلف مناظر دکھائے ہیں - اُردو شعرا تو اُردو شعرا ' ایرانی نژاد فارسی شعرا تک کو کشمیر کی بہاروں نے ایسا بیخود کردیا کہ وہ ایرانی مناظر کو بھول گئے - قدیم شعرا کے کلام میں بھی جابجا پہاڑوں کے نام ملتے ہیں - میر تقی میر اور وزیر علی صبا کی صیدیہ مثنویوں میں جو اُنھوں نے سلاطین اور اُمرائے لکھنؤ کے شکار کے حالات میں لکھی ہیں' نیپال کی پہاڑیوں کے بکثرت مناظر ہیں -

صحرا

اب پہاڑوں سے اُتر کر صحرا کے دامن میں آئیے - میر اور صبا کی صیدیہ مثنویوں میں صحرا کی کیفیتیں بھی ہیں - نواب مرزا شوق کی مثنویوں میں بھی کہیں کہیں یہ کیفیت نظر آتی ہے - موجودہ دور کے بہت سے شعرا ' تلوک چند محروم' شوق قدوائی اور بےنظیر شاہ نے صحراؤں کی کیفیت پر مستقل نظمیں لکھی ہیں -

دریا

اِسی طرح ہم کو اردو شاعری میں دریاؤں کی روانی بھی نظر آئے گی - قریب قریب تمام بڑے دریاؤں کے نام اِس میں ملتے ہیں - بعض دریاؤں پر تو مستقل نظمیں ہیں - گنگا ' جمنا کو مذہبی تقدس کی وجہ سے دوسرے دریاؤں پر ایک خاص امتیاز حاصل ہے ' اِس لیے یہ دونوں تو اُردو شاعری کا جزو بن گئے ہیں ؛ اور اُن سے اُردو شاعری میں ضرب‌الامثال اور تشبیہ و استعارے پیدا ہو گئے - " آنکھوں سے گنگا جمنا بہنا " اُردو کا محاورہ ہے -

ہے چشم تر میں اک بت مہرو کا شب کو عکس
کیا چاندنی کھلی ہوئی بالائے گنگ ہے
(امانت)

جہاں میں ایک دم مشکل ہے کشتے کے قدم جمنا
تری تلوار کی ہے دھار یا گنگا کا دھارا ہے

اکبر کا ایک شعر ہے -

تین تربینی ہیں، دو آنکھیں مری   اب الہ‌آباد بھی پنجاب ہے

زلف ہے تیری موج جمنا کی

• گھر پہ اشنان کریں سروقدان گوکل
جاکے جمنا پہ نہانا بھی ہے اِک طول امل

گنگا اور جمنا کے مختلف مناظر، گھاٹ اور اشنان وغیرہ کی نظمیں اتنی مشہور ہیں کہ اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں - اِن کے علاوہ اور دریاؤں پر بھی نظمیں ہیں، یا کم از کم اشعار میں اُن کے نام ملتے ہیں -

شہر

اِن فطری مناظر کی سیر کرنے کے بعد اب شہر کا رخ کیجئے - اکثر بڑے بڑے شہروں کے نام اُردو شاعری میں موجود ہیں - اور جنہیں کوئی تاریخی، مذہبی، تمدنی یا تجارتی اہمیت حاصل ہے اُن پر تو مستقل نظمیں ہیں - بلکہ اُن کی خصوصیات تک پر مستقل نظمیں ہیں، جو گائڈ کا کام دے سکتی ہیں- دہلی، لکھنؤ، بنارس، متھرا، اجودھیا، الہ‌آباد، کانپور، بمبئی، احمدآباد، کلکتہ اور عظیم‌آباد وغیرہ کوئی ایسا بڑا شہر نہیں ہے جس کا ذکر اُردو شاعری میں موجود نہ ہو - دہلی پر منظومات کا ذکر اوپر گذر چکا ہے - لکھنؤ کے زیر سایہ تو شاعری کا رنگ ہی نکھرا، اس لیے اُس کے ذکر سے اُردو شاعری بھری ہوئی ہے اور شعراء یہاں کی ہر ادا پر جان دیتے ہیں -

لکھنؤ ہم پر فدا ہے، ہم فدائے لکھنؤ!

بعض دوسرے شہروں کے نام ملاحظہ ہوں :—

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

ڈوبتے جاتے ہیں گنگا پہ بنارس والے
جاکے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل

ابھی تازہ آئے ہیں برہمن جو یہ کاشی اور پراگ سے
کوئی چھٹتا پڑے تو داغ کلکتہ چلے جائیں

عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشین
وہ تیر دل پہ میرے ہے مارا کہ ہائے ہائے

پوچھا جو میں نے کون ہو تم آئی یہ صدا
ہم کشتگان معرکۂ کانپور ہیں

نہ چھوٹا در یار حسرت نہ چھوٹا
بہت ہم نے چاہا بنیں کانپوری

احمدآباد پر ولی دکنی کی مستقل نظم موجود ہے - الہ آباد کے نام کو حضرت اکبر کی شاعری نے دوام بخشا - تاج کے سلسلے میں اکبرآباد پر بکثرت نظمیں ہیں - سب شہروں کے ناموں کا شمار مقصود نہیں ہے - اِتنے ناموں سے اُردو شاعری میں ہندوستانی شہروں کے ذکر کا اندازہ ہو گیا ہوگا -

باغ اور پھول

اب اِن شہروں کے باغوں کی بہار دیکھیے ! اُردو شاعری میں خالص ہندوستانی پھولوں کی اِتنی بہاریں ہیں کہ پھولوں کے اِتنے اقسام سے واقفیت بھی مشکل ہے - میر حسن کے باغ کی بہار :—

چانبیلی، کہیں اور کہیں موتیا   کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشاں   مدن بان کی اور ہی آن بان
کہیں جعفری اور گیندا کہیں   سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں
کھڑے سرو کی طرح چمپا کے جھاڑ   کہے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ
کہیں تخم پاشی کریں گود کر   پلودی جمائیں کہیں کود کر
صبا جو گئی ٹھہر، یاں کرکے بھول   پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول

ایک دوسرے باغبان کی چمن آرائی ملاحظہ ہو:—

گل عباس کی یہ رنگیلی   بو شبو کی بھولی بھیلی
کہیں ہے لالہ کہیں ہے خطمی   کہیں ہے گیندا کہیں دوپہری
مدن مست کی بو متوالی   مولسری کی باس نرالی
جاہی، جوہی اور چمیلی   چمپا کی خوشبو البیلی
ساونی اپنے رنگ میں ماتی   ادھر مالتی ہے اترانی
دونا، مردا اور نرارا   رنگ اشرفی سب سے پیارا
نا فرمان اور گل داؤدی   رنگت زرد سنہری اودی
ٹیسو پھولا جنگل دہکا   کیوڑے سے سارا بن مہکا
تالابوں میں کاول کھلا ہے   اور سنگھاڑا خوب پھلا ہے
(عدیل کنتوری)

بہت سے پھولوں پر مستقل نظمیں ہیں -

پھل اور میوے | ان پھولوں کی بہار دیکھنے کے بعد ہندوستانی پھلوں اور میووں کا مزا چکھیے! ہندوستان کے مشہور میوے آم کی تعریف میں غالب کی مشہور نظم سے آپ سب حضرات اچھی طرح واقف ہوں گے، جس کا ایک شعر یہ ہے :—

انگبیں کے بحکم رب الناس   بھر کے، بھیجے ہیں سر بمہر گلاس

داغ کی زبان میں اِس کا رنگ و مزہ دیکھیے :—

سرخ ہے ' لالہ رخوں کی بہار سبز ہے سبزہ خطوں کی پھبن
زرد ہے ' رنگ گل زعفران کوسری پوشوں کی ہے اِک انجمن
سونگھ کے ہو جائے معطر دماغ منھ پہ مگر اُن کے ہے مشک ختن
گر کبھی اُن آموں کا رس چوس لیں ہونٹ ہی چاٹا کریں شیریں دہن

مثنویوں میں باغ کی بہار یا اور دوسرے سلسلوں میں پھلوں اور سبزیوں تک کے نام ہیں - نواب مرزا شوق لکھتے ہیں :—

نارنج لگا کے رنج جھیلا تقدیر سے کچھ پھلا نہ کیلا
پاجی ہیں یہ سب شریفے سڑ جائیں بھری ہوے بیر کیڑے پڑ جائیں
اِس نے بھی نہ خاک ادا کیا حق پالا پالک کو میں نے ناحق

غالب کی مرغوب غذا' کڑوے کریلے اور املی کے پھول سے آپ واقف ہوں گے !

وہ کڑوے کریلے وہ املی کے پھول

ککڑی' تربوز ' خربوزے پر نظیر اکبرآبادی اور حفیظ جونپوری وغیرہ کی مستقل نظمیں موجود ہیں -

غلّے — غلّے کچھ ہندوستان کے ساتھ مخصوص نہیں- کم و بیش تمام ملکوں میں ہر قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں -

بہرحال اُردو شاعری کے خرمن میں غلوں کے انبار بھی ہیں- نظیر اکبرآبادی کی مشہور نظم (جب لاد چلے گا بنجارا) میں بہت سی قسموں کے نام ہیں

کیا گیہوں ' چاول ' موٹھ ' مٹر ' کیا آگ ' دھواں اور انگارہ
کیا داکھ' منقی' سونٹھ' مرچ' کیا کیسر' مونگ' سپاری ہے
کیا شکر ' مصری ' قند گری ' کیا سانبھر ' میٹھا کھاری ہے

شعرا نے دھان اور سرسوں کے کھیتوں کی لہلہاہٹ بھی دکھائی ہے -

حیوانات

ہندوستان میں چرند و پرند اور حشرات الارض کی اِتنی قسمیں ہیں کہ اُن کے ناموں کا شمار بھی مشکل ہے - اُن میں قریب قریب تمام مشہور حیوانات کے نام اشعار میں ملتے ہیں - خصوصاً جن کا تعلق کسی جہت سے شاعری سے ہے، اُن پر تو مستقل نظمیں ہیں - مثلاً پپیہا، کوئل، چکور، سارس، ہنس، طوطا، شاما، جگنو، بھونرا، تتلی، ہرن، ہاتھی وغیرہ - برسات کی بہار میں جو نظمیں لکھی گئی ہیں اُن میں بہت سے اُن جانوروں کے نام ہیں جن کا تعلق برسات سے ہے - اُن میں سے بعض نظمیں آئندہ برسات کے ذکر میں نقل کی جائیں گی - اِن کے علاوہ جدیدہ مثنویوں میں تمام صحرائی وحوش و طیور کے نام ملتے ہیں -

ہندوستان کے موسم

ہندوستان کے تین موسم ہیں:— جاڑا، گرمی، برسات اگر بہار بھی مان لی جائے تو ایک موسم اور بڑھ جائے گا حالانکہ ہندوستان کی بہار درحقیقت برسات ہے - ایک موسم یعنی بسنت کا ذکر اوپر گذر چکا ہے - جاڑے، گرمی، اور برسات تینوں موسموں پر اُردو میں نہایت کثرت سے نظمیں ہیں اور ایسی کامیاب کہ ہر موسم کے جملہ خصوصیات و جزئیات کی تصویر کھینچ دی ہے - یہ نظمیں اِس قدر عام ہیں کہ اُن کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں - لیکن اِس موقع پر ہم برسات پر شوق قدوائی کی ایک نظم کے کچھ اشعار نقل کریں گے - اِن میں ہندوستان کی برسات کی مختلف کیفیتوں کی تصویر کھینچ دی گئی ہے - اِن کے علاوہ اِن میں بہت سے چرند و پرند کے نام بھی آگئے ہیں -

خوش زراعت پیشہ میں ہلچل مچی ہے آج کل

اپنے اپنے کھیت پر پہنچے ہیں سب لے لے کے ہل

کمّل اوڑھے اپنی بھینسوں کو چراتا ہے کوئی

دوُب بیلوں کے لیے جنگل سے لاتا ہے کوئی

دُم اٹھائے دوڑتی پھرتی ہیں گائیں چار سمت

چرتی ہیں گھاس اور کھاتی ہیں ہوائیں چار سمت

دودھ کی کثرت سے گھی ارزاں ہے ہندوستان میں

لوگ اکثر شوق سے مصروف ہیں پکوان میں

کیا مزہ دیتے لگے پانی سے ہو کر سرد آم

دیکھنا کچھ سبز ہیں کچھ سرخ ہیں کچھ زرد آم

رنگ لائی ڈالیوں میں اُن کے پکنے کی بہار

لطف دکھلاتی ہے کیا اُن کے ٹپکنے کی بہار

جامنیں خوشوں میں آتی ہیں نظر پانی سے تر

نور برساتا ہے بادل اُودے اُودے رنگ پر

کونپلیں شاخوں میں ظاہر جن سے منقاروں کی شکل

ساونی پھولی ہوئی ہے کیسی انگاروں کی شکل

پھٹ گئے کانوں کے پردے جھینگروں کے شور سے

بج رہی ہیں ہرطرف شہنائیاں کس زور سے

شاد ہیں مینڈک بجاتے ہیں سرود' آواز سے

رقص کرتی ہیں بطیں تالاب میں کس ناز سے

مختلف چڑیاں اُڑیں 'کوّے اُڑے' چیلیں اُڑیں

اپنے اپنے آشیانوں سے ابابیلیں اُڑیں

بولتے تیتر نظر آتے ہیں دیکھو جس طرف

پھرتے ہیں چُگتے ہوے 'دو اِس طرف' دو اُس طرف

ہے نرالی سب سے خرگوشوں کے چلنے کی ادا
کیا بھلی معلوم ہوتی ہے اُچھلنے کی ادا

سبز میدانوں میں پھرتے ہیں ہرن چرتے ہوے
دیکھ لیتے ہیں مگر چاروں طرف ڈرتے ہوے

یہ اِدھر جنگل سے نکلے ہیں چکارے دیکھنا
وہ اُدھر چھتل ہیں دریا کے کنارے دیکھنا

جا بجا جھاڑی میں وہ طاؤس بیچ کر باز سے
وہ تتیری دے رہی ہے کچھ خبر آواز سے

بھاگ کر میدان میں نیل اور سامر آگئے
شیر نے جنگل میں نکی دی تو یہ گھبرا گئے

وہ اُڑے پھڑوں سے "شب پر" کہا کے دھوکا شام کا
وہ لب دریا بجا مندر میں گھنٹا شام کا

کیا اندھیرا ہے کہ جگنو لطف دکھلانے لگے
ٹوٹتے ہر سمت سے تارے نظر آنے لگے

ہنس تلتے ہیں کھڑے سونے اُبھارے ریت پر
رقص میں سارس ہیں دریا کے کنارے ریت پر

وہ ہیں وابل پانوں کالے چونچ کالی پر سپید
جیسے کوئی پھول ہو کمتر سیہ اکثر سپید

وہ حواصل پھرتے ہیں مچھلیاں کھاتے ہوے
بس اِسی موسم میں دیکھا ہے اِنہیں آتے ہوے

دیکھا آپ نے ! صحرا اور میدان کی برسات کی کیسی مکمل تصویر ہے !

برسات میں بھی ساون کا مہینا مختلف حیثیتوں سے خاص خصوصیت رکھتا ہے - اس لیے شعرا نے ساون کی بہاریں خوب خوب دکھائی ہیں - وند کہتے ہیں -

جھوم جھوم آتی ہے گھنگھور گھٹا ساون کی
ٹھنڈی ٹھنڈی چلی آتی ہے ہوا ساون کی

خون عشاق میں پھر بسنے لگی گندھنے لگی
رنگ لائی ترے ہاتھوں کی حنا ساون کی

کوکے اس سمت پپیہا، کہیں کوئل کرے شور
مور چلاتے ہیں رت آئی ہے کہا ساون کی

لہلہانے لگے جنگل، ہوے پھر کھیت ہرے
روپ دکھلانے لگی نشو و نما ساون کی

فرقت یار میں یوں لگتی ہے ساون کی جھڑی
زور سے جیسے برستی ہے گھٹا ساون کی

کان میں دیس کی آواز چلی آتی ہے
تانیں لیتی ہے کوئی حور لقا ساون کی

امیر مینائی اور داغ اور دوسرے متعدد شعرا نے ساون کی بہاریں دکھائی ہیں -

یہ موسم ہندوستان کی نوجوان شادی شدہ اُمنگ بھری عورتوں کے لیے گونا گوں کیفیتیں رکھتا ہے- چنانچہ ہندی شاعری میں "ساون" کے نام سے ایک صنف ہی پیدا ہوگئی ہے ' جس میں عورتوں کی زبان سے اِس موسم کے اثرات کا اظہار ہوتا ہے- اردو شعرا نے بھی یہ کیفیتیں دکھائی ہیں - شوق قدوائی کہتے ہیں :—

عورتیں گاتی ہیں ساون کچھ عجب انداز سے
کھینچے لیتی ہیں دلوں کو راگ کی آواز سے

اُن سے پوچھے کوئی، شوہر جن کے ہیں پردیس میں
چاہتی ہیں یہ کہ وہ آجائیں کھنچ کر دیس میں

جو صدا آتی ہے اُن کی درد اُس کے ساتھ ہے
تان لیتی ہیں تو آہ سرد اُس کے ساتھ ہے
وہ ملیں مہندی تو کس کا دل لبھانے کے لیے
وہ چلیں اٹھلا کے تو کس کو دکھانے کے لیے
لب ہیں خالی، وہ مسی منھ کو لگاتی ہی نہیں
پان کھانی ہی نہیں، لاکھا جمانی ہی نہیں
جن کے شوہر پاس ہیں وہ ہنس رہی ہیں شاد ہیں
اُن کی اُمیدیں ہیں پوری اُن کے گھر آباد ہیں
اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں ہے مہندی کی بہار
بن سنور کر شوہروں کو دیکھتی ہیں بار بار

ایک فراق رسیدہ عورت جس کا شوہر پردیس میں ہے، ساون کی گھٹاؤں اور ہمجولیوں کی خوش فعلیوں کو دیکھ کر اپنے محروم دل سے یوں باتیں کرتی ہے -

ساون اور یہ گھٹا میں کہیں ہوں وہ کہیں
حسن یہ اُنھیں کا ہے اور وہ دیکھتے نہیں
ساتھ والیوں کے ساتھ جھولنے کو جاؤں کیا
دل وہاں ہے وہ جہاں، بیدلی سے گاؤں کیا
پھنگ آئے جائیں گی اور ہلے گا دل مرا
مل کے کیا میں گاؤں گی، کیا ملے گا دل مرا
کھل پڑے گی خود بخود چاہ ہر صدا کے ساتھ
منھ سے باہر آئے گی آہ ہر صدا کے ساتھ
کرتی ہیں جگر کا خون ہمنشیں جو ساتھ ہیں
وہ لگا رہی ہیں آگ لال جن کے ہاتھ ہیں

اور بھی لگائی آگ ساونی نے پھول کر
پھر پر مری نظر اب پڑے نہ بھول کر
یہ شباب کی اُمنگ اب کسے دکھاؤں میں
رخ کا لال لال رنگ اب کسے دکھاؤں میں
لال یہ کہاں رہا زرد ہو کے رہ گیا
رنگ اب کہاں ہے رنگ گرد ہو کے رہ گیا

اِن نظموں سے اُردو شاعری پر ہندی شاعری کے اثرات کا بھی اندازہ ہوتا ہے -

ہندوستان کے متعلق اِس قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں اُردو شاعری سے پیش کی جا سکتی ہیں - لیکن اِن سب کا استقصا نہ مقصود ہے اور نہ اِس مختصر مضمون میں ممکن ہے - صرف بعض پہلوؤں کو دکھانا تھا - اُن سے اُردو شاعری پر ہندو کلچر اور ہندوستان کے جغرافی اثرات کا کسی نہ کسی حد تک اندازہ ہوگیا ہوگا - اگر اِس نقطۂ نظر سے تفصیل کے ساتھ اُردو شاعری کا جائزہ لیا جائے تو ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب تیار ہوسکتی ہے -

---

ارض الخراب

(TUNDRA)

موجودہ جغرافیے میں، وہ سرد ، بیابان، بے شجر، میدان، جن سے یورپ اور ایشیا کے برفانی نشیبی مقامات کا پیکر تیار ہوا ہے، " تندرا " کہلاتے ہیں - شمالی امریکا میں جو اسی قسم کا رقبۂ زمین ہے، اُس کے لیے بھی یہی اصطلاح مستعمل ہے - یہ لفظ روسی ہے ۰ اِس کے معنی ہیں ایک دلدل والا میدان !

تندرا کو نقشوں میں دیکھو ! شمالی یورپی روس کا وہ علاقہ جو کوہ یورال (The Urals) کے مغرب میں واقع ہے، اور جس میں لاپلینڈ کا شمالی حصہ اور اُس کے مقابل دوسری جانب بحیرۂ ابیض ارکنجل (White Sea) کے ساحلی قطعے کوہ یورال تک ہیں، یہ سب تندرا ہے۔ اِس میں ایک شہر لاپلینڈ کے طرف "Aleksandrovsk" ہے ۰ کوہ یورال کے مشرق دریاے اوب (Ob) کے نشیبی قطعوں سے تندرا شروع ہوکر بحر بیرنگ کے ساحلوں تک ختم ہوجاتا ہے - اِس وسیع خطے میں بڑا شہر بلون (Bulun) ہے - تندرا کا پورا علاقہ برفانی دائرے کے اندر ہے اور کچھ اُس سے باہر بھی ہے !

ادریسی کے یہاں تندرا کے دو بڑے حصے ہیں :—

ماجوج—جو بحر ابیض ارکنجل کے پاس سے یورل تک تھا ، اور اِس وقت یورپی روس کا شمالی حصہ ہے ۰

یاجوج—جو یورل سے مشرق Yakuts تک چلا گیا تھا - اُس کے بعد جہاں اِس وقت Yukahirs کا صوبہ ہے، یہاں "کیماک" کی آبادی تھی - اور یاجوج کا حصہ کیماک سے مغرب ختم ہو جاتا تھا ۔

ادریسی نے ماجوج اور یاجوج کے الگ الگ اور پھر کئی نقشے دیے ہیں - اور سدّ ذی‌القرنین بھی دکھائی ہے - یہ نقشے ایک قدیم تاریخی واقعے پر جغرافیہ کی روشنی ڈالتے ہیں ؛ اور اِس طرح اِس زمانے میں اُس کا ایک تازہ ثبوت فراہم کرتے ہیں -

(۱) ماجوج

بحر ابیض ارکنجل کے مشرق سے جو تندرا شروع ہوا ہے ، اُس کا نام ادریسی کے نقشے (آکسفورڈ نمبر ۱) میں ماجوج ہے - اُس کے کئی حصے ہیں :—

ارض منتنہ

ابن خلدون (اور شائد خود ادریسی) کی تحریر کے مطابق ارض منتنہ دو اقلیموں میں تقسیم ہے ؛ چھٹی اقلیم کے آٹھویں حصے اور ساتویں اقلیم کے ساتویں حصے میں - اِس کے بعد آٹھویں حصے میں جنوب و مغرب کی طرف اِس کی سرحد ہے ، جس کو "متصل الارض المنتنة" لکھتے ہیں -

ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ دریاے اتل (Volga) یہیں سے نکلا ہے ، جو دنیا کے بڑے دریاؤں میں ہے - وہ وہاں کے ایک پہاڑ سے نکلا ہے - اِس جگہ تین سوتے ہیں ، جن سے مل‌کر ایک دریا بن گیا ہے [۱] -

"جغرافیۃ‌الارض" میں جس کی تاریخ کتابت سنہ ۱۲۰۱ھ ہے ، ارض‌منتنہ کے متعلق یہ عبارت لکھی ہے [۲] :—

وهی ارض ممتدة طولها عشرة ایام فی عشرة ، وهی حوشا‌الاطناب ، سود‌الاهاب ، جرب‌الثیاب ، ماؤها غایر و دلیلها حایر ، و رائحتها

وہ پھیلی ہوئی زمین ہے ، اُس کی لمبان اور چوڑان دس دن کی مسافت ہے - اُس کے اطراف وحشت ناک ، چمڑے کالے ، کپڑے خارشتی ، پانی

[۱]—مقدمہ ابن خلدون ، ص ٦٦ ، ٦٧ - [۲]—قلمی ، ص ۱۰۷ -

ماجوج کے نقشے

متخلخلة و اهويتها وخمة ' و هي غربي ارض الخراب التي (التي؟) خربها ياجوج و ماجوج و هي بلاد موحشة -
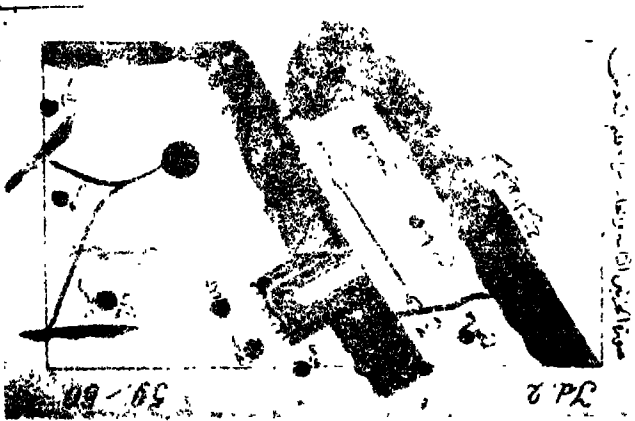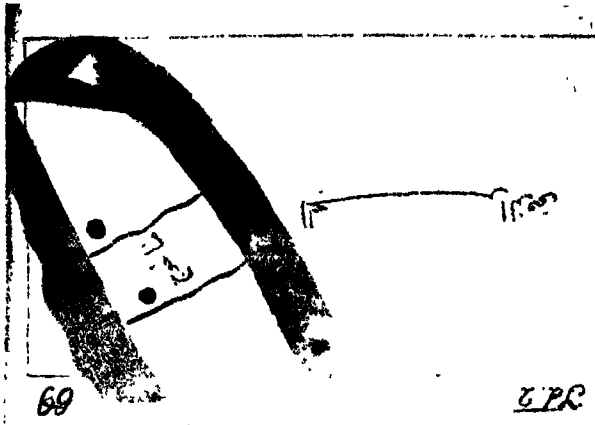
گهرا ' راستا پریشان ' بو گندی ہوائیں بری هیں - اور وہ اُس ویران سر زمین کے مغرب میں ہے جس کو یاجوج و ماجوج نے برباد کیا تھا ۔ اور وہ وحشت ناک شہر هیں -

اِس سر زمین کے حدود ادریسی کے نقشوں کے مطابق یہ هیں :—
شمال میں ماجوج' جنوب میں بلغار ' مغرب میں بشخرت ' مشرق میں ارض محفورہ اور ارض ساسان -

ادریسی نے اِس کے سات نقشے دیے هیں اور مختلف سمتوں سے اِس کو دکھلایا ہے -

ارض محفورہ

" ارض محفورہ " ساتویں اقلیم کے آٹھویں حصے میں ہے - اِس کے مغرب میں ارض منتنہ ' مشرق میں ویران ارض ساسان کا کچھ حصہ ' شمال میں جبل قوقایا ' اور شمال و مشرق میں ارض " اسفہرا " ہے -

اوکسفورڈ (نمبر ۱) کے نقشے میں جو "ارض ماجوج" کے نچلے حصے کا ہے ' جبل قوقایا کے پار ایک دائرے میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے :—

" مادها "

یعنی اُس کی جھیل - پھر لکھا ہے :—

"هذا غلط ' فان الارض المحفورة تقدمت قبل ذلک بوالهمت (؟) "

اِس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ارض ماجوج کے اسافل' ساتویں اقلیم کے نویں حصے میں هیں اس لیے ارض محفورہ کا نقشہ اِس جگہ غلط ہے - (دیکھو نمبر ۱۷) -

"ارض محفورہ" کے متعلق پہلا بیان ادریسی کا ہے جو اُسی کے لفظوں میں درج کیا جاتا ہے - یہ نمبر ۵۸ کے نقشے میں درج ہے :—

ان ھذہ ارض محفورۃ لایقدر احد ان ینزل الیھا ' ولا یقدر احد ممن فیھا ان یصعد الی فوق -

بے شک یہ سرزمین محفورہ ہے ' کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اُس میں اُترے اور جو اُس کے اندر ہے وہ یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اوپر چڑھے -

دوسرا بیان ابن خلدون کا ہے ' جو غالباً ادریسی سے ماخوذ ہے - ارض منتنہ کے بعد کہتا ہے[۱] :—

و فی شرقھا الارض المحفورۃ وھی من العجائب - خرق عظیم فی الارض ' بعید المھوی ' فسیح الاقطار ' ممتنع الوصول الی قعرہ - یستدل علی عمرانہ بالدخان فی النھار ' والنیران فی اللیل ' تضیء وتخفی - وربما رؤی فیھا نہر یشقھا من الجنوب الی الشمال [۱] -

اور اُس کے مشرق ارض محفورہ ہے ' اور وہ عجائبات میں ہے - زمین میں بہت بڑا شگاف ہے ' نہایت گہرا ' بہت وسیع ' اُس کی تہ تک پہنچنا نا ممکن ہے - اُس کی آبادی پر دن میں دھوئیں سے اور رات میں آگ سے استدلال کیا جاتا ہے ' یہ آگ روشن ہوتی اور بجھتی رہتی ہے - اور بعض اوقات اُس میں ایک دریا دیکھا گیا ہے جو اُس کے جنوب و شمال میں ٹکڑے کرتا ہوا بہ رہا ہے -

نمبر ۵۸ کے نقشے میں تین شہروں کے نشانات ہیں - دو کے سامنے "بلد" کا لفظ لکھا ہوا ہے - ایک کے سامنے "المدن الخراب" - دریا کے پار

[۱]—مقدمہ ' ص ۶۹ -

"ارض سحفورہ"
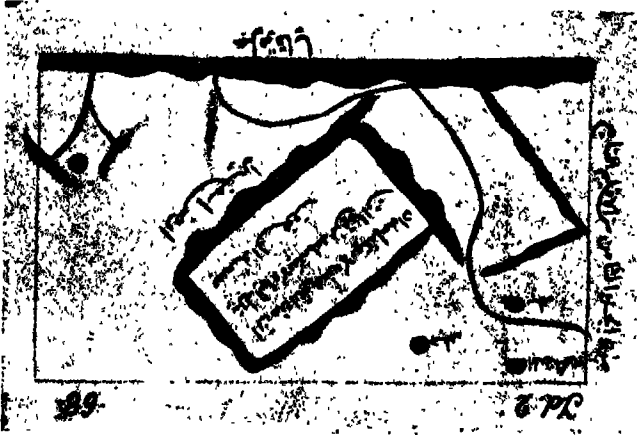
کوہ قوقایا کے چند شہر
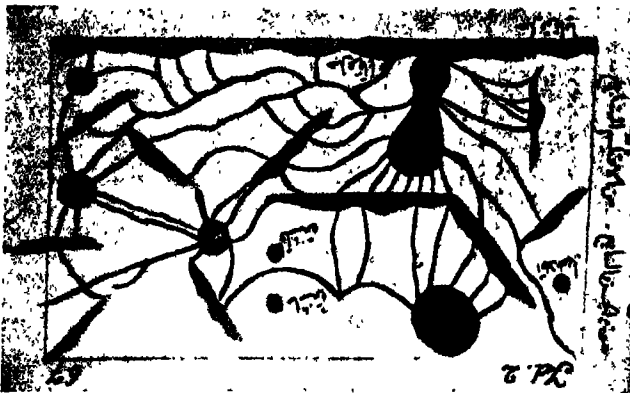
نشان ہے ' اور دوسری طرف دو - ممکن ہے یہاں دو شہر آباد ہوں '
ویران ہو چکے ہوں -

سفیرا	اِس کا ذکر صرف نمبر ۵۸ کے ایک نقشے میں ہے - یہ ساتویں اقلیم کے آٹھویں حصے میں ہے - نقشہ

سمتیں نہیں ہیں - مشرق و شمال میں جبل قوقایا ؛ اور اُس سے
وہی دریا جس کے آغوش میں ارض محفورہ ہے ؛ جنوب میں مغرب
ارض محفورہ -

القرنین	سدّ ذی‌القرنین کا نقشہ اور اُس پہاڑ کا نقشہ جس میں یہ بنی ہوئی ہے ' ادریسی نے دیا ہے - جو

س عظیم‌الشان تاریخی واقعہ کو آج افسانے کی حیثیت دے رہے
دیکھیں گے کہ اِن نقشوں نے اُس کا کتنا عظیم‌الشان ثبوت فراہم
- یہ ثبوت تاریخی حیثیت سے اُتنا ہی قوی ہے جتنی پتھر کی
ہوئی کتابیں !

یہ دیوار چھٹی اقلیم کے نویں اور دسویں حصے میں واقع ہے- اِس کے
ارض " ماجوج " (مطابق نقشۂ پیرس و پٹرسبرگ) ' یا ارض یاجوج
نقشۂ آکسفورڈ نمبر ۱) ہے - میرے نزدیک دوسری بات صحیح ہے -
میں ارض "ترکش" (یا برکش !) اور کوہ طاطسا (یا طاسطا !) ہے -
ے نزدیک مشرق میں ہیں ' اور مغرب میں ماجوج ہے - شمال
ب کی نسبت کوئی تصریح نہیں -

اِس کی صورت یہ ہے کہ شمال و جنوب میں ایک پہاڑ ہے ' جو
سے گرانیٹ پتھر کا معلوم ہوتا ہے ' اُس کے بیچ میں ایک پھاٹک
پر پیرس کے نقشہ میں تین اور پٹرسبرگ کے نقشے میں چھ
بنی ہوئی ہیں - آکسفورڈ کے نقشے میں صاف نہیں معلوم ہوتا

(میرے عربیکے ' ج ۲' نمبر ۵۹) - ایک اور نقشے میں تو ہیں ' (نمبر ۹۳) - بس یہی سدّ ذی‌القرنین ہے !

پیرس کے نقشے میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے :—

"سد ذی‌القرنین المسمّی بالردع"

یعنی ذوالقرنین کی دیوار جس کو "ردع" کہتے ہیں - اِس سے دو باتیں معلوم ہوئیں -

(۱) یہ سکندر مقدونی کی دیوار نہیں ہے - بلکہ ذوالقرنین کی ہے -

(۲) اِس کا نام ادریسی کے زمانے میں ردع تھا -

ذوالقرنین کو ایرانی اسائرس کہنے ' یا یمن کے اذواء میں سمجھنے والے جو چاہیں کہیں اور سمجھیں؛ اور جس طرح چاہیں آیات قرانی کی تفسیر فرمائیں ' ہم کو تو جغرافیہ کی روشنی میں اِتنا معلوم ہوتا ہے کہ ادریسی کے زمانے میں یہ دیوار ذوالقرنین کی طرف منسوب تھی !

اِس کا نام جو " ردع " مشہور تھا ' اگر یہ کوہ یورل کے آس پاس کی کسی زبان کا لفظ نہیں ہے ' بلکہ عربی ہے ' تو اِس سے بجائے خود " تندرا " کی طرف اشارہ نکلتا ہے ! اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوار تندرا میں واقع تھی ؛ بلکہ تندرا کا علاقہ جوزان میں چھٹی اقلیم کے نویں اور دسویں حصے تک پھیلا ہوا تھا - اوپر بیان ہوچکا ہے کہ تندرا کے معنے روسی زبان میں دلدل والے میدان کے ہیں - اب زرا اِس کو عربی میں دیکھیے ! منجد (ص ۱۹۴) میں " رداع " (بالکسر) کی نسبت لکھا ہے :—

الطین و الماء	مٹی اور پانی (یعنی دلدل !)

ودع اور رداع ایک ہی مادے سے نکلے ہیں - عربی اور روسی لغات کی یہ ہم آہنگی اُمید ہے کہ اہل علم کی دلچسپی کا باعث ہوگی !

سدذی القرنین

جزائر زمبلۂ نو

ماجوج کے اوپر ' شمال کے سمندر میں ادریسی نے تین جزیرے دکھائے ہیں - یہ آکسفورڈ نمبر ۱ کے نقشے میں ہیں ' جس کا نمبر " مپۂ عربیۂ " ج ۲ میں (۱۱) ہے - یہی تین جزیرے ' ادریسی کے " انسائیکلوپیڈیا " والے نقشے میں بھی دکھائے گئے ہیں- اِس نقشے میں عربی کے بجائے رومن حروف میں نام لکھے ہوئے ہیں-

ادریسی نے اِن جزیروں کا نام نہیں لکھا ہے - اِس وقت یہ جزائر زمبلۂ نو (Novaya Zemlya) کہلاتے ہیں -

ابن سعید کے تین نقشوں میں سے دو میں (پیرس ۳ و ۴' نمبر ۷ ۱) یہ تینوں جزیرے بنے ہوئے ہیں -

(۲) یاجوج

یاجوج کوہ یورل سے مشرق کی طرف ہے - اور اقلیم ہفتم کے نویں حصے میں مشرقی جانب دکھایا گیا ہے - یہ ایک سمندر کے کنارے ہے' جس کا نام بعض نقشوں میں " بحر زفتی" لکھا ہوا ہے - ابن خلدون نے اِس کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے [۱] :—

قلیلۃ العرض مستطیلۃ احاطت بہ من شرقہ و شمالہ -	(یہ سر زمین) چوڑی کم ہے - لانبی ہے- اِس (اقلیم) کا مشرق اور شمال کی طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے -

یاجوج کے بھی چند حصے ہیں :—

ارض خالیۃ

ادریسی کے قاہرہ والے نقشے میں' جو کرۂ زمین کا ہے ' شمال میں ایک زمین دکھائی گئی ہے ' جس کا کچھ نام نہیں ہے - لیکن " ارض خالیۃ " کا لفظ لکھا ہوا ہے ' جو عکس میں بہت دھندلا سا نظر آتا ہے ' اور ہمارے نقشے میں جو عکس در

[۱]—مقدمہ ' ص ۶۹ ۔

عکس ہے ' بالکل غائب ہوگیا ہے - یہ وہ سر زمین ہے جس کو آج کل جزیرہ‌نماے "یمال" (Yamal Peninsula) کہتے ہیں - چونکہ یہاں کوئی آبادی نہیں ہے ' اِس لیے ادریسی کا تجویز کیا ہوا نام اب بھی معدوم ہے -

اوب و تاز

ادریسی نے اِس نقشے میں ایک خلیج دکھایا ہے ' جس کی دو شاخیں ہیں - چوں‌کہ یہ بحر خزر کے سامنے شمال کی جانب واقع ہے اِس لیے یقیناً وہی ہے جو آج " خلیج اوب " (Gulf of Ob) اور "Taz G." کے نام سے بحر قارہ (Kara Sea) کے مشرق موجود ہے - اِسی کے مغرب‌و شمال " ارض خالیہ " دکھائی گئی ہے !

سواحل اقلیم ظلمت

اِس سر زمین کا تذکرہ شمس‌الدین دمشقی کی نخبۃالدہر میں ہے - اُس نے رودبار انگلستان سے شمال و مغرب کے سمندر (بحر ورنگ) ' اور پانچ جزیروں (جزائر سیبریۂ نو) کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے [۱] :—

ثم تمتد سواحلہ فی‌الشمال والغرب حتی تدخل اقلیم الظلمۃ ' ولا علم بماھناک -	پھر بحر محیط کے ساحل شمال و مغرب میں پھیلتے ہیں یہاں تک کہ اقلیم ظلمت میں داخل ہو جاتے ہیں ' اور وہاں جو کچھ ہے اُس کا علم نہیں -

یہ ساحل سائبیریا کے ہیں ' جن کا صحیح نقشہ مسلمانوں نے تیار کیا تھا - دمشقی کی لاعلمی کا یہ مطلب ہے کہ وہاں کے حالات معلوم نہیں ہیں ' نہ یہ کہ نقشہ اور صورت معلوم نہیں -

---

[۱]—زائپل ' ص ۴۷ -

یاجوج کے نقشے

۱—خامبج اوب -
۲—ارض خالیہ -
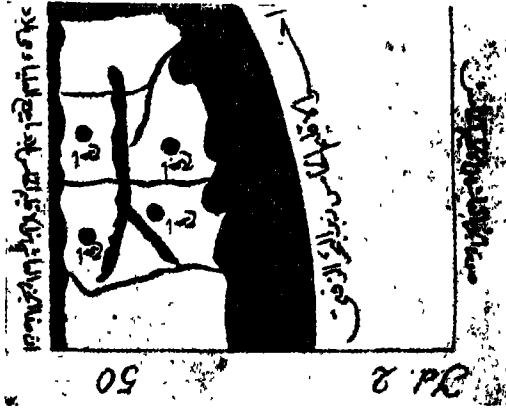
خامبج اوب کے پاس جو دوسری شاخ خامبج کی ہے ' اس کو Taz کہتے ہیں -

دمشقی نے دوسری جگہ اِس سر زمین کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے [۱] :—

ثم تمتد به سواحله حتی اذا تجاوز جبل قانونیا عند بحیرة هناک حلوة یملح ماؤها و یحلو وهی متصلة به و هناک تدخل سواحله فی اقلیم الظلمة الذی لا مسلک فیه للناس، وذلک تحت مسامتة القطب الشمالی -

پھر بحر زنگی کے ساحل اُس کو پھیلاتے ہیں، یہاں تک کہ کوہ قانونیا سے آگے بڑھ کر ایک شیریں بحیرے کے پاس جو وہاں ہے، جس کا پانی نمکین اور میٹھا ہے، اور وہ اُس (پہاڑ) سے قریب ہے، اور وہاں بحر زنگی کے ساحل اقلیم ظلمت میں داخل ہو جاتے ہیں، جس میں جانے کا راستہ لوگوں کے لیے نہیں ہے، اور یہ قطب شمالی کے مقابل نیچے ہے -

اِس دوسرے بیان میں دمشقی یورپ سے ایشیا کی طرف چلا ہے - اُس میں جبل قانونیا (Ural Mountains) سے آگے بڑھ کر وہ ایک بحیرے کا پتا دیتا ہے جو شیریں ہے لیکن اُس کا پانی شیریں اور شور دونوں حالتوں میں رہتا ہے - ایسا بحیرہ Gulf of Ob کے قریب "Lake Zaisan" کے نام مشہور ہے، اور اُس کی نسبت موجودہ تحقیقات یہ ہے [۲] :—

> "There are lakes, many of which are salt and are rapidly drying; flourishing villages stand on the site of what in the early part of last century was Lake Chany."

---

[۱]—ژانپل، ص ۱۳۹ - [۲]—انسائیکلوپیڈیا، ص ٦٦٦، ج ۱٦ -

Chany جس کی جگہ پر یہ بہت سی جھیلیں موجود ہیں یقیناً گذشتہ صدی میں ایک شیریں جھیل رہی ہوگی جس کا پانی کہیں شیریں اور کہیں شور ہوگا - اسی لیے ان جھیلوں کا پانی بھی شور اور شیریں دونوں ہے - یعنی زیادہ تر کھاری پانی کی جھیلیں ہیں اور بعض شیریں پانی کی ! میرا خیال ہے کہ دمشقی کے زمانے میں یہی بحیرۂ Chany ہوگا ؛ جس کا اُس نے ذکر کیا ہے ' اور بہت سی جھیلیں نہیں تھیں کیونکہ وہ ہماری اسی صدی کی پیداوار ہیں - بحیرۂ Chany گذشتہ صدی کے پہلے حصے میں اپنی شکل تبدیل کر کے چھوٹی چھوٹی شیریں اور شور جھیلوں کی صورت میں تبدیل ہوگیا ہے - جن میں شاید بہت سی جھیلیں بالکل سوکھ گئی ہیں اور کچھ اب سوکھتی جاتی ہیں -

اس بحیرے کے بعد دمشقی نے لکھا ہے کہ بحر زفتی کے ساحل اللیم ظلمت میں داخل ہو جاتے ہیں - یہ مقام یقیناً وہی ہے جو آج کل (Taimir Peninsula) کہلاتا ہے - یہ زیادہ دور تک برفانی سمندر کے اندر چلا گیا ہے - اور قطب شمالی اور اس کے درمیان اس وقت دو جزیرے (North Land) اور (C. Chelyuskin) دکھائے جاتے ہیں' جو شاید پہلے معلوم نہ ہوں - اس وقت بھی اس جزیرہ‌نما کی حد بندی ٹھیک طور پر نہیں ہوسکی ہے - اُس میں خطوط کے بجائے نقطے لگا دیے گئے ہیں -

ان حالات میں دمشقی کا یہ بیان بھی صحیح ہے کہ وہاں کا حال معلوم نہیں - اور دوسرا بیان بھی واقعے کے مطابق ہے کہ یہ ملک قطب شمالی کے مقابل نیچے کی طرف واقع ہے -

دمشقی کے دونوں بیانات سامنے رکھ کر دیکھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے بیان سے، پہلے پر، کچھ اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے بیان میں اُس نے اقلیم ظلمت کی نسبت بالکل نا واقفیت ظاہر کی ہے۔ دوسرے میں اُس نے یہ لکھا ہے کہ وہاں لوگوں کے جانے کا راستہ نہیں ہے۔ اور وہ ملک قطب کے مقابل واقع ہے۔ یہ یقیناً ایک شاندار اضافہ ہے۔

موجودہ تحقیقات کی رو سے یہاں شمونید کے قبائل کی سکونت ہے۔ گو شہر نہیں دکھائے جاتے ہیں۔ مگر صحرائی آبادی تسلیم کی جاتی ہے۔

ارض الخراب کی آبادیاں

ارض الخراب اب کچھ آباد بھی ہو گئی ہے۔ " جغرافیۃ الارض " کے مصنف نے اِس کی نسبت لکھا ہے [۱] :—

ارض الخراب، بلاد واسعۃ، خالیۃ الدیار لا یدخلھا سالک، و من دخلھا دفع فی المہالک، لکثرۃ وباھا، و وحشۃ ارضھا، و تغیر ھواھا، و کثرۃ الامطار، و عدم الساکن و السالک و وجود الاخطار، و قول انھا فی ھذا الوقت قد عمرت۔	ارض الخراب، وسیع شہر ہیں، آبادی نہیں ہے، وہاں مسافر نہیں جاتے، اور جو جاتا ہے مصیبت میں پڑتا ہے، کیونکہ وبا بہت ہے، زمین ویران ہے، ہوا بدلی ہوئی ہے، بارش بکثرت ہوتی ہے، مقیم اور مسافر کوئی نہیں، خطرے بہت ہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِس وقت وہاں آبادی ہو رہی ہے۔

چوں کہ اِس جغرافیے کے ماخذوں میں شرح تذکرۂ نصیر طوسی از جعفر طوسی، تقویم البلاد بلخی، مروج الذہب مسعودی، عجائب المخلوقات

[۱]—قلمی، ص ۱۰۷۔

لابن الاثیر الجوزی ' المسالک والممالک للمراکشی اور کتاب الابتداء وغیرہ ہیں '
اِس لیے مصنف ابتدائی صدیوں کا نہیں معلوم ہوتا -

اِس مصنف نے جو ارض الخراب میں آبادی کی اطلاع دی ہے ' اُس کے لیے انسائکلوپیڈیا میں یہ تصریح ملتی ہے [۱] :—

"All these places have been inhabited for a quarter of a century or more by Europeans."

اِس عبارت سے قدیم و جدید معلومات کی مطابقت ظاہر ہے !

[۱]—ص ۳۰۳ ' ج ۲ -

بحر یاجوج و ماجوج

شمس الدین دمشقی (سنہ ۷۲۸ھ) نے نخبۃالدھر میں ایک سمندر کا ذکر کیا ہے جو " بحر زفتی " کی ایک رودبار ہے - کہتا ہے [۱] :—

ثم تبرز منہ بزرۃ فی شمال یاجوج و ماجوج وتسمی بھم ؛ ثم تمتد بہ سواحلہ - الخ -

پھر اُس سے یاجوج و ماجوج کے شمال میں ایک رودبار نکلتی ہے ' جو اُنھیں کے نام سے موسوم ہے - پھر اُس کے ساحل اُس کو پھیلا دیتے ھیں ' الخ -

دمشقی نے بحر زفتی اور اُس کی رودباروں کا جو نقشہ لفظوں میں کھینچا ہے اور اِس رودبار کی جو جگہ بتائی ہے ' اُس کے رو سے یہ بحر قارہ (Kara Sea) اور بحر منہر (Nordenskiold Sea) کے بیچ کا سمندر ہے ؛ اور چونکہ یاجوج و ماجوج کی سکونت " تندرا " کے اُسی علاقے میں تھی جو یورپی اور ایشیائی روس کے شمال میں واقع ہے ؛ عجب نہیں مسلمان جغرافیہ نویس اِس سمندر کو خاص طور پر یاجوج و ماجوج کے نام سے موسوم کرتے ھوں - چنانچہ دمشقی نے بھی یہی تصریح کی ہے کہ یہ سمندر اُنھیں قوموں کے نام سے موسوم ہے -

دمشقی نے اِس سمندر کو " رودبار " کہ کر اُس کی تصویر کھینچ دی ہے - بعد کے لوگوں میں صفاقسی وغیرہ نے بھی اِس کو بحر زفتی محیط سے متصل مانا ہے - اُن کی عبارتیں " بحر زفتی " کے عنوان میں آگے ملیں گی -

[۱]—زائہل ' ص ۱۳۶ -

بحر زفتی

(بحر عنبر یا Nordenskiold Sea)

یہ سمندر دو جگہ دمشقی (سنہ ۷۲۸ھ) کی نخبۃالدہر میں مذکور ہے ؛ لیکن اِس کی ٹھیک جگہ نہیں بتائی گئی ہے - صدالسی نے اِس کی صحیح حدبندی کی ہے - دمشقی نے ایک جگہ ' بحر محیط کے نام ' مختلف سمتوں میں بتاتے ہوئے لکھا ہے [۱] :—

و فی جہۃ جنوب الارض و المشرق بحرالظلمات و البحرالزفتی و الجامد -	اور زمین کے جنوب اور مشرق میں (اُس کے نام) بحر ظلمات' بحر زفتی اور جامد ہیں -

دوسری جگہ لکھتا ہے [۲] :—

و اذا اعتبرالمعتبر ہذہ البرزۃ (یعنی البرزۃ الخارجۃ من البحر الزفتی باقصی مشرق الصین) و جدہا ممتدۃ الساحل فی الشمال الی حدود جبل بلہرا ' ثم من ہناک یمتد (البحرالزفتی) ساحلا ابداً ممتداً محیطا متصلۃ ببلاد الترلز فی اقصی المشرق الشمالی -	اور جب کوئی غور سے دیکھنے والا اِس رودبار (یعنی وہ رودبار جو بحر زفتی سے چین کے انتہائی مشرق میں نکلی ہے) کو غور سے دیکھے تو وہ پائے گا کہ اُس کے ساحل شمال میں کوہ بلہرا کے حدود تک پھیلتے چلے گئے ہیں - پھر وہاں سے وہ (بحر زفتی) برابر ساحلوں کے ساتھ پھیلتا ' احاطہ کرتا ' بلاد ترلز سے مشرق شمالی کی انتہا میں ملتا ' چلا گیا ہے -

---

[۱]—زائپل ' ص ۳۷ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۲۶ -

محمد بن علی بن احمد الشریف الصفاقسی کے نقشے میں یہ عبارت درج ہے :—

بحر یاجوج و ماجوج متصل بالبحر الزنقی الخ -	بحر یاجوج و ماجوج ' بحر زنقی سے ملا ہوا ہے -

ایک جگہ " البحر الزنقی المحیط " کا نام علحدہ بھی درج ہے ؛ جس کو بحر وونگ سمجھنا چاہیے - لیکن یہ غلطی ہے -

ایک دوسرے نقشے میں جو "میم عربیکے' میں چھپا ہے ' یہ عبارت ہے :—

" البحر الزنقی المحیط " -

اُس کے بعد لکھا ہے :— .

بحر یاجوج و ماجوج حل (متصل؟) بالبحر الزنقی المحیط -	بحر یاجوج و ماجوج ' بحر زنقی محیط سے ملا ہوا ہے -

اِس میں بھی بحر زنقی کی جگہ وہی بتائی گئی ہے ' جو بحر وونگ کی ہے -

موقع	دمشقی کی پہلی عبارت میں یہ غلطی ہے کہ اُس نے بحر زنقی کو دنیا کے جنوب و مشرق قرار دیا ہے؛

حالانکہ بحر شمالی کے جنوب و مشرق اگر لکھتا تو صحیح ہوتا - دوسری عبارت سے اِس سمندر کی صحیح سمتیں ظاہر ہوتی ہیں' جو یہ ہیں:—

چین کے انتہائی مشرقی حصے میں ایک رودبار ہے جو بحر زنقی سے نکلی ہے - اِس رودبار کو بحر وونگ سمجھیے - اِس کے بعد بحر زنقی کے ساحل شروع ہوتے ہیں جو بلاد قرقز تک مشرق و شمال میں چلے گئے ہیں - (مغرب و شمال ہونا چاہیے ؛ مشرق غلط ہے) - اُس کے بعد دوسری رودبار (پہلی بحر ثولی) شروع ہو جاتی ہے -

اِس تحریر کی رو سے بحر زنگی کے جنوب بحر ورنگ اور مغرب بحیرۂ ٹولی قرار پاتا ہے ' جو ایک حدتک صحیح ہے - شمال اور مشرق کی حدیں اِس میں مذکور نہیں - شرقاً غرباً جو لمبان اِس سمندر کی بتائی گئی ہے اُس سے صفانسی کے "بحر زنگی محیط" کے فقرے کی تائید ہوتی ہے - مگر اِس میں ایک غلطی یہ ہے کہ مغرب کی طرف بحیرۂ ٹولی تک اِس سمندر کو وسعت دی گئی ہے ؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے - صفانسی نے اِس کے مغرب بحر یاجوج و ماجوج لکھا ہے ' جو بالکل صحیح ہے -

اب اِس سمندر کی صحیح حدیں یہ ہوئیں :—

جنوب میں بحر ورنگ ' مغرب میں بحر یاجوج و ماجوج ؛ شمال اور مشرق کا ذکر نہیں - موجودہ نقشوں کی رو سے بحر قارہ (Kara Sea) اور باب بیرنگ (Bering Strait) کے درمیان جو سمندر ہے ' اُس کے مشرقی حصے کا نام بحر زنگی تھا - اِسی سبب سے ہم نے اِس کو موجودہ بحر عذیر یا Nordenskiold Sea قرار دیا ہے -

شمالی بحر ظلمت کے پانچ جزیرے

(New Siberian Is)

شمس الدین دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ) نے نخبۃ الدہر میں رودبار انگلستان سے شمال و مغرب گھوم کر بحر ورنگ (Bering Sea) کا مقام تجویز کیا ہے - اور اُس کا دوسرا نام "بحر ظلمت شمالی" بھی رکھا ہے - اُس کے ساحل کے قریب وہ پانچ جزیروں کی خبر دیتا ہے [۱] :—

و بالقرب من سواحله خمس جزائر یأتی وصفها -	اور اُس کے ساحلوں کے قریب پانچ جزیرے ہیں ، جن کا بیان آگے آتا ہے -

اِن جزیروں کے بعد اُس نے لکھا ہے کہ ساحل ، شمال و مغرب میں بڑھتے چلے گئے ہیں ، یہاں تک کہ اقلیم ظلمت میں داخل ہو گئے ہیں اور وہاں کا کچھ پتا نہیں -

اب اگر بحر ورنگ سے ساحل کے کنارے کنارے سفر کیا جائے ، یعنی امریکا کی طرف سے شمال و مغرب ہوکر ایشیا کو چلا جائے ، تو یہ پانچ جزیرے جزائر سیبیریۂ نو (New Siberian Is) ہوں گے - کیونکہ اِن کے علاوہ یہاں اور کوئی مشہور اور بڑا جزیرہ نہیں - اِن جزیروں کے بعد "اقلیم ظلمت" جس ملک کو کہا ہے وہ جزیرہ نمائے "Taimir" ہو گا - کیونکہ سائبیریا کا یہ ساحل بہت دور تک برفانی دائرے کے اندر چلا گیا ہے -

اِن جزائر کے متعلق مزید بیان کا دمشقی نے جو وعدہ کیا ہے ، اُس کو زانیل نے اپنے انتخابات میں شامل نہیں کیا - تاہم اگر اُس نے ان جزائر کی نسبت یہ تصریح کر دی ہے کہ اُن کی آبادی ایک "چلتی پھرتی

[۱]—زانیل ، ص ۴۷ -

چھانو" تھی ؛ تو پھر ھمارا خیال بالکل صحیح ھے ! جزائر سیبیریۂ نو کی نسبت جدید تحقیقات یہ ھے کہ وھاں کی آبادی ھمیشہ سے خانہ بدوش رھی ھے ! [۱] -

> " There has never been a native population in Spitsbergen, Franz Josef Land, and the New Siberian Islands."

---

[۱]—انسائکلو پیڈیا ، ص ۳۰۳ ، ج ۲ ۔

Oxford 2

جزیرۃ الیاقوت کے نقشے
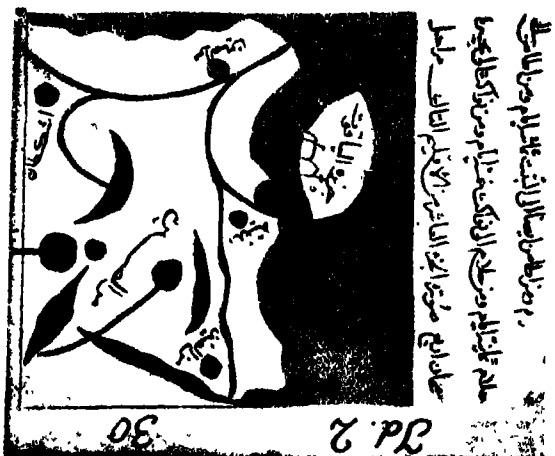
یاقوت

(Tchuktchis Peninsula)

یہ پرانی دنیا کا مشرق میں سب سے آخری مقام ہے - مغرب کے سب سے پہلے جزیرے (آئسلینڈ) کی طرح مشرق کے سب سے اخیر مقام کا نقشہ بھی ادریسی نے بنایا ہے - ادریسی کے یہاں "بحر ورنگ" نہیں ہے - وہ اِس سمندر کو مشرقی بحر ظلمات لکھتا ہے - اور خاص اُس زمین کا جو اِس سمندر کی راس کے ارد گرد واقع ہے ' جزیرۃالیاقوت نام بتاتا ہے -

جس جگہ کا ادریسی نے نقشہ کھینچا ہے ' اُس کے حدود موجودہ نقشے میں یوں سمجھئے :—

مشرق میں (East Cape)' شمال و مغرب میں (Kolyuchin Bay) اور جنوب و مغرب میں (Gulf of Anadir) - اِس کے ساتھ ہی دو جزیرے جو (Diomede Is) کہلاتے ہیں - ادریسی کے یہاں اِن سب مقامات کا نام یاقوت تھا - یہ آج کل کا "Tchuktchis Penina" ہے - اِس کا شمالی مغربی حصہ جس میں (Kolyuchin Bay) واقع ہے ' دائرۂ برفانی کے اندر ہے - لیکن خلیج انادر اور راس مشرقی دائرے سے نیچے ہیں - اِس پرانے یاقوت کے مغرب میں' برفانی دائرے کے اندر' آج کل سائبیریا کا ایک شمالی صوبہ ہے جس کا نام Yakuts ہے - شائد یہ اُسی یاقوت کی خرابی ہے - نام کے ساتھ ساتھ روسیوں نے جگہ بھی بدل دی ہے !

ادریسی کا بیان

ادریسی نے دنیا کے اِس دور ترین حصے کا جو بیان لکھا ہے ' افسوس ہے کہ اُس کی اصل عبارت ہم کو دستیاب نہیں ہو سکی؛ لیکن ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں زیادہ تر ادریسی ہی کو سامنے رکھا ہے ' اور اُس کی عبارت یہ ہے [1] :—

[1]—مقدمہ ' ص ٥٥ -

و قبالتها فی البحرالمحیط جزیرة الیاقوت ، فی وسط جبل مستدیر، لا منفذ منه الیها ولا مسلک، والصعود الی اعلاہ من خارجه صعب فی الغایة- و فی الجزیرة حیات قتالة، و حصی من الیاقوت کثیرة ۔ فیحتال اهل تلک الناحیة فی استخراجه بما یلهمهم اللہ الیه ۔	اور اُس کے سامنے بحر محیط میں جزیرۂ یاقوت ہے، ایک گول پہاڑ کے بیچ میں - پہاڑ سے جزیرے تک جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور باہر سے اُس کی چوٹی تک چڑھنا بہت دشوار ہے- اور جزیرے میں بڑے قاتل سانپ رہتے ہیں، اور یاقوت کی کنکریاں (دانے) بہت ہیں - اُن اطراف کے لوگ اُن کے حاصل کرنے کی بہت ترکیبیں کیا کرتے ہیں -

اِس عبارت میں جس خشکی کے سامنے اِس جزیرے کو بتایا گیا ہے اُس کا نام " کتمان " ہے - موجودہ نقشوں میں اِس کو جزیرۂ نمائے " Chukchi " سمجھ لیجئے -

موجودہ بیان

انسائکلو پیڈیا برٹانیکا میں بعنوان "Bering" دو جزیروں کے متعلق یہ عبارت درج ہے [۱] :—

" The strait contains two small islands known as the Diomede islands. These granit domes, lacking a harbour, lie over a mile apart."

" آبنائے (بیرنگ) دو چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے، جو ڈایومیڈ کے نام سے مشہور ہیں ۔ یہ گرانیٹ پتھر کی مدور چوٹیاں، ایک بندرگاہ کی محتاج، ایک میل سے اوپر، (ساحل سے) علحدہ واقع ہیں"

یہ اور ادریسی کا بیان، ایک دوسرے پر اضافہ کر رہے ہیں -

ادریسی نے یہاں یاقوت کے دانوں کی خبر دی ہے - جدید تحقیق

[۱]—ص ۷۳۳، ج ۳ -

میں خاص اِن دو جزیروں کو چھوڑ کر اُس پاس کے علاقے کی نسبت ایک اجمالی بیان یہ ہے [۱] :—

" many precious stones."

اور

" North-east Kamchatka has undeveloped resources of gold..... marble......"

اِس سے قدیم و جدید معلومات کی مطابقت ظاہر ہے!

نقشے — ادریسی نے اپنے بیان کے مطابق' جزیرے کا بڑا حسین نقشہ بنایا ہے؛ جس میں ساحل کے کنارے کنارے گول پہاڑیاں دکھائی ہیں اور خشکی کی جانب صاف زمین - یہ نقشہ بہت مفصل ہے - جدید نقشوں میں اِس مقام کا کوئی علیحدہ ' بڑا اور مفصل نقشہ میری نظر سے نہیں گزرا -

ادریسی نے یہاں کے پانچ مفصل نقشے تیار کیے ہیں - اِن میں سے چار "میپ عربیکے" کی ادریسی والی جلد میں نمبر (۳۰) پر درج ہیں ' اور صحیح ہیں - پانچواں نقشہ جس کا نمبر اِسی جلد میں (٦٥) ہے' میرے نزدیک غلط ہے- اُس میں جزیرے کی شکل تقریباً آنکھ کے حلقے کی ہے' جو دبتا ہوا نہیں ہے - یعنی لمبان کے ساتھ خاصی چوڑان معلوم ہوتی ہے - اور یہیں سے وہ آئسلینڈ کے ایک اِسی قسم کے نقشے سے علیحدہ ہوگیا ہے -

مجمل نقشوں میں سے آکسفورڈ (نمبر ۱) میں "یاقوت" کی جگہ دکھائی گئی ہے - لیکن نام نہیں لکھا ہے - اِس کا نمبر ۱۱ ہے پیرس والا اصل نقشہ شمال کی طرف خصوصاً بہت ناصاف ہے - اُس سے پیمانہ بڑا کرکے جو انگریزی میں نقشہ تیار کیا گیا ہے اُس میں لکھیں

[۱]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۱۳ ' ج ۹ -

اور نام صاف نظر آتے ھیں - اُس میں بھی یاقوت کی جگہ ھے - لیکن نام نہیں - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا میں ادریسی کا ایک اور نقشہ ھے - اُس میں بحر چین کے کنارے "یاقوت" کو دکھایا ھے - اور نام بھی لکھا ھے ! [۱]

موقع

آئسلینڈ کی طرح یاقوت کی جگہ متعین کرنے یعنی اقلیم بتانے میں بھی ادریسی نے غلطی کی ھے - اِس کا زیادہ حصہ برفانی دائرے کے اندر ھے ؛ لیکن ادریسی کے سب نقشوں میں اِس کو تیسری اقلیم کے دسویں حصے میں دکھایا گیا ھے - یہ غلطی کیوں ھوئی ؟ اِس کا پتا چلانا ضروری ھے !

اصل یہ ھے کہ موجودہ زمانے میں کرۂ ارضی کے نقشے دو طرح کے بنائے جاتے ھیں :—

(۱) مساوی الرقبہ ظل (Equal-Area Projection) ' جن میں طول البلد اور عرض البلد کے خطوط آڑے ترچھے "کرے" کی رعایت سے ھوتے ھیں -

(۲) وہ ظل جس میں شکل تو محفوظ ھوتی ھے ' لیکن حدود (Areas) محفوظ نہیں رھتے - اِس میں "مستوی سطح" کی رعایت ھوتی ھے - اور طول و عرض کے خطوط سیدھے ھوتے ھیں -

پہلی قسم کے نقشوں میں زمین "کروی" دکھائی جاتی ھے - دوسری قسم کے نقشوں میں صرف سطح کا دکھانا مقصود ھوتا ھے ؛ اِس لیے زمین کو "کرے" کی شکل میں نہیں بناتے -

ادریسی کی غلطی یہ ھے کہ اُس نے زمین کے کروی نقشوں میں مستوی سطح دکھائی ھے - اس لیے عرض البلد اور طول البلد کے خطوط

[۱]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۸۴۰ ' ج ۱۴ -

اُڑے ہونے کے بجائے سیدھے ہو گئے ہیں - اور گو شکل (shape) محفوظ ہے، لیکن حدود محفوظ نہیں ہیں - وہ اپنی جگہوں سے دور جاپڑے ہیں - یہی وجہ ہے کہ یاقوت جو "کرے" میں ترچھے خطوط میں پڑکر شمال کے انتہائی گوشے میں پڑتا ؛ مستوی سطح میں آکر بہت نیچا ہو گیا ہے - اور اُس کی حقیقی جگہ بالکل بدل گئی ہے - دونوں قسم کے نقشوں میں خطوں کی شکل و صورت اِس قدر بدل جاتی ہے کہ بعض وقت اُن کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے !

ادریسی کی دوسری غلطی یہ ہے کہ یاقوت اور قرب و جوار کے ممالک کی سرحدیں اُس نے مختلف نقشوں میں مختلف دکھائی ہیں- اُس کے یہ نقشے ابن خلدون کے بھی خلاف ہیں - ابن خلدون نے تیسری اقلیم کے دسویں حصے کا جو حال لکھا ہے، اُس میں ممالک کی ترتیب یہ ہے :—

دسویں حصے کے جنوبی علاقے میں چین کا تمام باقی حصہ اور "اسافل" - شمالی علاقے میں باقی بلاد تغزغز ؛ اور اُن سے مشرق بلاد "خرخیر" اِس حصے کے پورے مشرقی علاقے میں - ارض خرخیر کے شمال "بلادکتمان" اور اُن کے سامنے بحر محیط میں جزیرۃ الیاقوت - اور جزیرۃالیاقوت کے بعد کچھ نہیں !

———

راس بحر ونجل

(EAST CAPE)

یہ یاقوتستان کا شرقی شمالی حصہ ہے اور یونانی دائرے سے باہر واقع ہے - اِس کا ذکر مسعودی کی کتاب العجائب میں ہے [۱] ؛ جس کا مطلب یہ ہے کہ سنہ ۳۰۰ ھ اور سنہ ۳۳۹ ھ کے درمیان ' اِس کا پتا چل گیا تھا - البیرونی (سنہ ۴۲۱ ھ) کے نقشے میں " بحر ورنگ" کے شمالی کونے پر اِس کو سمجھنا چاہیے - اِس کا نام اِس وقت C. Deshnef یا East C. ہے -

جو مقام مسلمانوں نے چوتھی صدی ھجری میں دریافت کر لیا تھا ' اُس کا یورپ والوں نے آٹھ سو برس کے بعد پتا لگایا ! سب سے پہلے سنہ ۱۰۵۸ (سنہ ۱۶۴۸ع) میں "Simon Dizhnev" نے مشرقی راس کا چکر لگایا جو اُسی کے نام سے Dezhnev C. یا C. Deshnef مشہور ہوئی- پھر مکمل سراغ سنہ ۱۱۵۴ ھ (سنہ ۱۷۴۱ع) میں کپتان ویٹس بیرنگ نے لگایا [۲] -

لیکن غضب یہ ہے کہ مسلمانوں کی اِس دریافت کا "بحر بیرنگ" کے بیان میں کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا ! شائد اِس سمندر کی تاریخ میں یہ کڑی بالکل غیر ضروری ہے !

یہاں کی آب و ہوا کی نسبت قزوینی (سنہ ۶۸۲ھ) کے جملے پڑھیے ؛ جو ورنگ کے عنوان میں مذکور ہیں -

محمود بن حسین کاشغری نے اپنے دنیا کے نقشے میں " بحر ورنگ" کے پاس یہ عبارت لکھی ہے [۳] :—

---

[۱]—سلسلۃالتواریخ ' ص ۱۷۲ - [۲]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۳۳۷ ' ج ۳ -
[۳]—مجلہ عربکی ' ج ۵ ' ص ۱۴۲ کے سامنے -

لایسکن فیھا احدمن الخلق لغلبۃ البرودۃ علیھا ۔

یہاں ' سردی کی شدت کے سبب ' کوئی مخلوق سکونت پذیر نہیں ہے ۔

اِس تحریر کی صداقت میں کیا کلام ہے ؟

مشرقی راس کے آگے " بحر ورنگ " ہے ؛ جو " جزائر الثعالب " (Aleutian Is) کے خم کا پابند ہے ! یہ جوالامکھی پہاڑوں کی " پہلی " بحرالکاہل کے " دامن آتشیں " کا ایک حصہ ہے !

شمالی امریکا کے ساحل

(North America)

دنیا کے دوسرے نصف حصے میں آبادی کا خیال، سب سے پہلے حکیم محمد بن زکریا رازی (سنہ ۳۱۱ ھ) کے دماغ میں آیا تھا - یہ تیسری صدی ہجری کے آخر میں دنیا کا مشہور طبیب گزرا ہے - رازی نے نظریے کی حیثیت سے اِس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تالیف کیا تھا جس کا نام "ابن ندیم" نے "الفہرست" میں یوں درج کیا ہے [۱] :—

"رسالته فی انه لا یتصور لمن لا ریاضة له بالبرهان ان الارض کریة وان الناس حولها - "

یعنی اُس کا رسالہ اِس بارے میں کہ جس شخص کو دلائل میں مہارت نہیں ہے وہ نہیں سمجھ سکتا کہ زمین کروی ہے ؛ اور یہ کہ لوگ اُس کے چاروں طرف (آباد) ہیں -

رازی نے جو بات نظریے کی حیثیت سے پیش کی تھی، اُس کو عرب جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں نے بہت جلد عملی بنا دیا - جغرافیہ نویس ملطبرن کا قول ہے کہ سنہ ۴۴۱ ھ (سنہ ۱۰۵۰ ع) کے قریب "اسپین" کے عربوں نے امریکا بھی دریافت کر لیا تھا - مگر کسی کو خبر نہ ہوئی- اور نہ اُن کو اُس سے وہ فائدہ حاصل ہوا جو کولمبس کو ہوا [۲] -

اگر یہ خیال صحیح ہے تو کولمبس سے "ساڑھے چار سو برس پہلے" مسلمانوں نے امریکا کا پتا لگا لیا تھا !

---

[۱]—الفہرست، ص ۴۲۰ - [۲]— مختصر تاریخ اسلام، از ایس ذاکر حسین جعفری، مطبع انتظار دهلی -

مطلبوں کے خیال کی صداقت میں شمس الدین دمشقی (سنہ ۷۲۸ھ) کی نخبۃالدھر سے یہ عبارت نقل کی جاتی ہے :—

وتسمی ھذہ الدوزۃ بحر انکلطرۃ - ثم تمتد سواحل المحیط من حدود ھذہ الدوزۃ و الی ان تعطف فی جھۃ الشمال بغرب ' وھناک بوزتہ الکبیرۃ التی تسمی بحر ورنک......وبالقرب من سواحلہ خمس جزائر......ثم تمتد سواحلہ فی الشمال و الغرب حتی تدخل اقلیم الظلمۃ........

اور اِس رودبـار کا نام دریاے انگلستان ہے - پھر بحر محیط کے ساحل اِس رودبار کی حدوں سے پھیلتے ہیں ' یہاں تک کہ شمال کی سمت میں مغرب کی طرف گھوم جاتے ہیں ! اور وہیں اُس کی وہ بڑی رودبار ہے جس کو بحر ورنگ کہتے ہیں......اور اُس کے ساحلوں کے قریب پانچ جزیرے ہیں......پھر اُس کے ساحل شمال اور مغرب میں پھیلتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اقلیم ظلمت میں داخل ہو جاتے ہیں -

یہ عبارت بڑی اھمیت رکھتی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دمشقی کے سامنے اِس زمانے کا دنیا کا نقشہ رکھا ہوا ہے ! اور وہ اُس سے بحر ورنگ (Bering Sea) کا راستہ بتا رہا ہے -

وہ بحرانکلطرہ (English Channel) کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ یہاں سے "بحر محیط" کے ساحل پھیلتے چلے گئے ہیں یہاں تک کہ شمال میں مغرب کی طرف گھوم گئے ہیں - اور وہیں بحر محیط کی بڑی رودبار بحر ورنگ ہے -

(۱) جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان انکلترہ (England) ' سقوسیہ (Scotland) ' ارلاندہ (Ireland) ' ارکنیہ (Orkney) ' شاملند

(Shetlar ' اسلانده (Iceland) اور جزیرۂ خضرا (Greenland) سے واقف
' اُن کو اِس بیان کی صداقت میں کیا شبہہ ہوسکتا ہے؟ یہ تمام ساحل
بار انگلستان کے آگے سے شروع ہو جاتے ہیں - گرین لینڈ کے بعد
شقی نے بحر محیط کے ساحل بحر ورنگ تک مسلسل دکھائے ہیں -
کنادہ (Canada) اور الاشقا (Alaska) کے ساحل ہیں' جو برابر مغرب
طرف پھیلتے ہوئے' بحر ورنگ پر جا کر ختم ہو گئے ہیں !

(۲) دمشقی نے رودبار انگلستان سے مغرب ' جن شمالی ساحلوں
اطلاع دی ہے ' اُن کے قریب بحر ورنگ سے متصل ' وہ پانچ جزیرے
، بتاتا ہے - یہ جزیرے اِس ترتیب سے تو جزائر سیبریۂ نو ہیں - لیکن
یہ ترتیب اُلٹ دی جائے اور مغرب سے مشرق کی طرف چلا جائے تو
قا کے ارد گرد ایسے پانچ جزیرے موجود نہیں ہیں - اور یہ بڑی دلیل
، بات کی ہے کہ دمشقی بحر ورنگ کو رودبار انگلستان کے مغرب سے
ہ رہا ہے ؛ مشرق سے نہیں -

(۳) اُس نے اِن پانچ جزیروں کے بعد دکھایا ہے کہ بحر محیط کے
ل شمال و مغرب میں پھیلتے چلے گئے ہیں ' یہاں تک کہ اقلیم
ت میں داخل ہو گئے ہیں - اُس کے بیان کے مطابق یہ مقام جزیرۂ
ے تائمیر (Taimir Penina) ہو سکتا ہے - لیکن اگر الاشقا سے کنادہ
طرف چلیں تو وہاں کے ساحل برفانی دائرے کے اِدھر اُدھر واقع ہیں -
ے قطب سے بہت زیادہ دور ہیں اور بہت اندر تک نہیں چلے گئے
- اس لیے اقلیم ظلمت میں داخل نہیں کیے جا سکتے !

اِن تمام قرائن کی موجودگی میں صاف ظاہر ہے کہ دمشقی رودبار
ستان اور بحر ورنگ کے درمیان ' بحر محیط کے جن "شمالی مغربی"
لوں کا ذکر کر رہا ہے وہ شمالی امریکا کے ساحل ہیں ! اور یہ بیان اُن
ا سرسری خاکہ (Outline) ہے !

ایک شدید اور فاش غلطی

"مہیء عربیکے" کے مصنفین نے قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) کے نقشۂ عالم میں، جو خیالی ہے، بحر ورنگ کو اصلی جگہ سے ہٹا کر سوئیڈن اور ناروے کے قریب دکھایا ہے ! قزوینی کی کتاب ہمارے سامنے نہیں - لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ اُس نے وہی لکھا ہوگا جو اُس کے بعد میں آنے والے جغرافی عالم ' دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ) نے سمجھا ہے ! شمال و غرب سے مراد اگر سوئیڈن اور ناروے ہیں تو یہ رود بار انگلستان سے مغرب کی طرف کہاں ہیں ؟ محمود کاشغری کے نقشے میں بھی اُن مصنفین نے ایسا ہی کیا ہے ! جیسا کہ ملطبرن نے لکھا ہے ' عربوں کے امریکا دریافت کرنے کی کسی کو خبر نہیں ہوئی ؛ قزوینی' دمشقی اور کاشغری نے باوجودیکہ بحر ورنگ کو رودبار انگلستان سے مغرب و شمال کی جانب قرار دیا تھا ' لیکن یہ خیال اُنھیں مصنفین تک محدود رہ گیا - بعد کے جغرافیہ نویس اِس کو سمجھ نہ سکے ! اور شائد اُن کو دمشقی وغیرہ کی کتابیں ہات نہ آسکیں - یہی وجہ ہے کہ کولمبس سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے ابن فضل اللہ عمري (سنہ ۷۰۰ ھ - سنہ ۷۴۸ ھ) نے مسالک الابصار میں کُرے کے دوسری جانب آبادي کا امکان ظاهر کیا ہے - حالانکہ امریکا دریافت ہو جانے کے بعد اُس کے وجود کا امکان دکھانا ایک بے معنی سی بات ہے ! شائد البیرونی کے بحر ورنگ اور ادریسی کے اسلاندہ کی طرح ' امریکا سے بھی بعد کے جغرافیہ نویس بے خبر رہے ! اِس پر یہ اور ستم ہوا کہ وہاں کے نقشے اور حالات بھی موجود نہیں ! ورنہ کچھ نہ کچھ بعد والوں کو پتا چل جاتا !

جزیرۂ خضراء

(GREENLAND)

جزیرۂ خضراء پرانا نام نہیں ہے - یہ گرین‌لینڈ کا ترجمہ ہے - کُرے کے دوسرے نصف میں سے مسلمان جغرافیہ نویسوں نے صرف اسی جزیرے کا تذکرہ کیا ہے - اِس برفانی جلت میں مسلمان سیاحوں نے کوئی زمانہ گزارا تھا یا نہیں ؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب شائد ابھی قبل از وقت ہو ! تیسری صدی ہجری کے خاتمے (دسویں صدی عیسوی کے آغاز) پر قدیم ناروے والوں نے آئس‌لینڈ میں قیام کرنے کے بعد اِس جزیرے کا پتا لگایا تھا - سب سے پہلے "Gunnbjorn" نے اِس کا مشرقی جنوبی حصہ دیکھا - اُس کے بعد سنہ ۳۷۲ھ (سنہ ۹۸۲ع) میں "Eric the Red" نے وہاں کا سفر کیا - اُس نے تین سال قیام کر کے مغربی جنوبی حصے کا پتا لگایا - اُسی نے سنہ ۳۷۵ھ (سنہ ۹۸۵ع) میں اِس کا نام گرین‌لینڈ رکھا - اِس وقت تک اِس جزیرے کا کوئی نام نہ تھا [۱] - پھر اِن لوگوں کے معلومات ضائع ہوگئے - اور دو بارہ سنہ ۹۹۳ھ (جولائی سنہ ۱۵۸۵ع) میں جنوبی اور مغربی ساحلوں کا پتا "John Davis" نے لگایا [۲] -

لیکن مسلمان جغرافیہ‌نویسوں میں ابن‌سعید مغربی (سنہ ۶۱۰-سنہ ۶۸۵ھ) نے بسط‌الارض‌فی‌طولہا والعرض میں اِس جزیرے کا جو حال لکھا ہے، وہ "ڈیویس" کے دو بارہ اکتشاف سے پہلے کا ہے؛ اِس لیے اُس کی تحریر، گرین‌لینڈ کی تاریخ کی گم شدہ کڑی ہے ! جو یقیناً اِس زمانے میں بڑی قیمتی دستاویز ہے !

---

[۱]—انسائکلو پیڈیا ، ص ۶۹۰ ، ج ۴؛ و ۸۶۱ ، ج ۱۰ -
[۲]—ایضاً، ص ۸۵۷ ، ج ۱۰ -

چونکہ گرین لینڈ پورا ، ایک ساتھ دریافت نہیں ہوا ؛ بلکہ اُس کے مختلف حصے صدیوں میں معلوم کیے گئے ہیں ؛ اس لیے ابن سعید اپنے زمانے کے مطابق (ساتویں صدی ہجری میں) اُس کے حصوں کو علیحدہ علیحدہ جزیرے سمجھتا تھا - اُس زمانے میں یورپ والے بھی ایسا ہی سمجھتے تھے - انسائکلو پیڈیا میں ایک موقع پر یہ الفاظ آئے ہیں [۱] :—

"In the beginning of the 10th Century the Norwegian Gunnbjörn,......is reported to have found "islands" to the west of Iceland."

یہ " جزائر " کیا تھے ؟ گرین لینڈ کا جنوبی مشرقی حصہ !

ابن سعید نے دو جزیروں کا حال الگ الگ لکھا ہے ، جزیرۃ السناقرالبیض جو مغرب میں ہے ، اور جزیرۃ حرموسہ ، جو مشرق میں ہے -

(۱) جزیرۃالسناقرالبیض

(SOUTHERN AND SOUTH-WESTERN COAST OF GREENLAND)

یہ حصہ جیسا کہ اوپر گزرا ، سنہ ۳۷۲ھ (سنہ ۹۸۲ء) میں دریافت ہوا تھا - انسائکلوپیڈیا میں ہے [۲] :—

"In 982 the Norwegian, Eric the Red, sailed from Iceland to find Gunnbjörn's land, and he spent three years on its South-western coast exploring the country."

رقبہ

اِس کے رو سے "Godthaab" سے لےکر جو مغرب میں ہے ، "King Frederick VI Land" تک جو خالص جنوبی حصہ ہے ، جزیرۃالسناقرالبیض میں شامل ہے - اِس کا رقبہ ابن سعید نے یوں درج کیا ہے [۳] :—

وفی غربیّها جزیرۃ السناقر البیض - طولها من غرب الی شرق نحو سبعۃ	اور اُس (حرموسہ وغیرہ) سے مغربی جانب سفید سناقر والا جزیرہ ہے -

[۱]—ص ۸۱۱ ، ج ۱۰ - [۲]—حوالۂ سابق - [۳]—زائپل ، ص ۱۳۸ -

ایام و عرضہا نحو ار بعۃ ایام -	پورب پچھم اُس کی لمبان تقریباً سات روز ' اور چوڑان تقریباً چار روز کی ھے -

" کنگ فریڈرک لینڈ " چونکہ " کاڈ تھاب " سے مشرق کی طرف ھے اور پورے جزیرے کا جنوبی حصہ بھی ھے اس لیے ابن سعید کا لکھنا ٹھیک ھے !

ابن سعید نے میلوں کے بجاے سفر کے دنوں سے اِس جزیرے کی پیمائش کی ھے - یعنی طول میں مشرق سے لےکر مغرب تک سفر کرنے میں تقریباً سات دن صرف ہوتے ھیں - اور عرض کی مسافت تقریباً چار دن میں طے ہوتی ھے !

اِس پیمائش سے ابن سعید نے در حقیقت وہ " راستہ " بتادیا ھے جس سے اُس زمانے میں سفر ہوتا تھا ! اسکاٹلینڈ کے بندرگاہ " Leith " سے جزائر ارکنیہ ' اور جزائر فیرو (The Faeroes) ہوتے ہوئے آئسلینڈ کے بندرگاہ " Reykjavik " پہنچتے تھے ؛ اور وہاں سے گرین لینڈ کے مشرقی (یا جنوبی) حصے " کنگ فریڈرک لینڈ " پر اُترکر خشکی کے راستے سے " کاڈ تھاب " جاتے تھے ؛ جو مغربی حصے کا بندر گاہ ھے - یہی عام راستہ تھا [۱] - مسلمان جغرافیہ نویس اِس پورے راستے سے واقف تھے - مغربی نے بھی جزیرے کے اِسی راستے کی پیمائش درج کی ھے -

نام	ابن سعید نے اِس جزیرے کا کوئی نام نہیں لکھا ھے - بلکہ اُس کو " جزیرۃالسلاقرالبیض " کہا ھے -

جس کو پتا یا نشان سمجھیے - سنہ ۳۷۵ھ (۹۸۵ع) میں " Eric " نے آئسلینڈ پلٹ کر اِس کا جو نام رکھا تھا ' ممکن ھے کہ ابن سعید کو اُس

[۱]— Heroes of Exploration, P. 131, by Ker and Cleaver

کی اطلاع نہ ہو - اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ابن سعید نے اُس کو نام نہ سمجھا ہو! کیونکہ " گرین لینڈ " کا لفظ محض لوگوں کو سفر کی ترغیب دینے کے لیے اختیار کیا گیا تھا [۱] ! ورنہ ظاہر ہے کہ ایک برفستان' جزیرۂ خضراء کیونکر ہوسکتا ہے ؟

سفید سنافر

مغربی نے اِس جزیرے کی جو بہت خاص چیز بیان کی ہے' وہ سفید سنافر ہیں - سفید سنافر دو طرح کے ہوتے ہیں -

۱—آئسلینڈ کا سنقر (Iceland Falcon)' یہ بالکل سفید ہوتا ہے' اور آئسلینڈ کے علاوہ جنوبی گرین لینڈ میں بھی رہتا ہے -

۲—گرین لینڈ کا سنقر (Greenland Falcon)' اِس کا رنگ بھی سفید ہوتا ہے مگر اِس کے جسم پر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں - عربی میں ایسی چیز کو " اشہب " کہتے ہیں -

اِس جزیرے میں یہ دونوں قسمیں ملتی ہیں - مغربی نے پہلی قسم کی جو تخصیص کی ہے' اور اُسی پر جزیرے کا جو نام رکھدیا ہے' اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آئسلینڈ کی مخصوص چیز تھی ! چونکہ مغربی نے ادریسی کی کتاب کے حوالے دیے ہیں' اس لیے یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ وہ آئسلینڈ سے واقف تھا ؛ اور اُس میں اور اِس نئے جزیرے میں فرق کرسکتا تھا - اِس بنا پر اُس نے اِس نئے جزیرے میں آئسلینڈ کے سنافر کی جو اطلاع دی ہے اُس کا وہی مطلب ہے جو انسائکلو پیڈیا کے حسب ذیل فقروں کا ہوسکتا ہے [۲] :—

"The Iceland falcon (F. islandus), which also inhabits South Greenland, is paler, while the Greenland falcon (F. candicans) is white with dark streaks."

[۱]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۸٦۱ ' ج ۱۰ - [۲]—ایضاً ' ص ۴۳ ' ج ۹ -

بہر حال سفید سناقر کی نسبت مغربی کی اطلاع یہ ہے [۱] :—

و منہا و من الجزائر الصغار الشمالیۃ یجلب السناقر البیض التی تحمل من ھنالک الی سلطان مصر - و رسم الخارج منہا فی خزانتہ الف دینار - و ان اتوا بہ میتا دفع لہم خمس مائۃ دینار -	اور اِس سے اور شمال کے چھوٹے جزیروں سے سفید سناقر لائے جاتے ھیں - جو وھاں سے بادشاہ مصر کے پاس روانہ کیے جاتے ھیں - اُن میں سے جو (زندہ) لیا جاتا ھے اُس کی شرح سلطانی خزانے میں ھزار دینار ھے - اور اگر وہ لوگ اُن کو مردہ لائے ھیں تو اُن کو ۵۰۰ دینار دیے جاتے ھیں -

ایک دینار کم از کم پانچ رُپَئے کا ھوتا ھے اِس لیے زندہ سنقر کی قیمت پانچ ھزار روپیہ ' اور مردہ کی ڈھائی ھزار روپیہ ھوئی !

چونکہ اِس جزیرے میں پرند نہیں ھیں ' اس لیے سناقر مچھلی کھاتے ھیں - اِس کی نسبت مغربی کی عبارت آگے آتی ھے -

مغربی کے بعد دمشقی نے نخبۃالدھر میں دو گمنام جزیروں کے سفید اور دھاریدار سناقر کا حال لکھا ھے - وہ کہتا ھے [۲] :—

وفی جھۃ الغرب من ھاتین الجزیرتین جزیرتان عالیتا الشجر و الجبال ' مغلقتان بالاشجار و الاثمار و غالب طیرھما السناقر البیض و الشھب -	اور اِن دو جزیروں (رجال و نساء) سے مغرب کی طرف دو جزیرے ھیں اونچے درختوں اور پہاڑوں والے ' جن کے درختوں اور پھلوں میں کیڑے پڑ گئے ھیں اور اُن کے پرند زیادہ‌تر بالکل سفید اور دھاریدار سفید سناقر ھیں -

[۱]—زائپل ' ص ۱۳۸ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۳۹ -

ایسے دو جزیرے جہاں دونوں قسم کے سناقر رہتے ہیں، گرین لینڈ کے مشرقی اور جنوبی حصے ہی ہوسکتے ہیں ا یہ دونوں مقام جزیرۃ الرجال اور جزیرۃالنساء سے مغرب میں بھی ہیں ا

سفید بھالو

مغربی نے یہاں کی ایک اور عجیب چیز سفید بھالو کا بھی تذکرہ کیا ہے - لکھتا ہے [ا] :—

وعندهم الدبّ الابيض يدخل البحرويسبح ويصيدالسمک فيختطف مافضل له او مافضل منه هذه السناقر و من ذلک عيشها - اذلا طائر هناک من شدة الجمد - و جلود هذه الدببة ناعمة وانها تجلب الى الديار المصرية برسم الهدية -

اور اِن ہی لوگوں کے یہاں سفید بھالو ہے- وہ سمندر میں داخل ہوتا ہے اور تیرتا ہے- اور مچھلی کا شکار کرتا ہے- تو جو اُسکے لیے بچ جاتا ہے یا جس سے یہ سناقر فاضل رہتے ہیں اُسکو وہ اُچک لیتا ہے- اور سناقر کی زندگی اِسی (مچھلی) سے ہے- کیونکہ وہاں برف کی شدت کی سبب پرند نہیں ہیں - اور اِن بھالوؤں کی کھالیں ملائم ہوتی ہیں- اور وہ ہدیے کے طور پر مصر کے شہروں میں لائی جاتی ہیں -

سفید بھالو "Th. maritimus" کا جسم بڑے بڑے سفید اور ملائم بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے - اِس کے تلوے تک، لمبے لمبے بالوں سے محفوظ کردیے گئے ہیں ؛ ورنہ اِس کو برف پر چلنا پھرنا دشوار ہو جاتا - قطب شمالی پر جانوروں کی تعداد نہایت ہی کم ہے - گھنٹوں سرگرداں رہنے پر کوئی سیل یا والرس یا مچھلی یا مردہ جانور

[ا]—زائپل، ص ۱۴۸ -

نظر آتا ہے - اِس بھالو کی یہی غذا ہے - اِس کی بسر اوقات گوشت ہی پر ہے - کیونکہ نباتات کا یہاں پتا نہیں - بھالو کے بچے موسم بہار میں ' جب برف گلتا ہے ' پیدا ہوتے ہیں - ماں اُن کو ساتھ لےکر تیرنا سکھاتی ہے [۱] -

خاص گرین‌لینڈ کے بھالو کی نسبت انسائیکلوپیڈیا میں یہ فقرے ہیں [۲] :—

"The land mammals of Greenland are decidedly more American than European; the Musk—ox, Lemming polar wolf, Eskimo and the dog—probably also the reindeer—have all come from America, while the other land mammals, the polar bear, fox, arctic hare, stoat are circumpolar forms."

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ گرین لینڈ کے خشکی کے تھن‌دار جانور کو "یورپین" ہونے کی بہ نسبت امریکن زیادہ ہیں! مگر قطب کا بھالو ' لومڑی ' خرگوش اور ارمین (Ermine) ' گردِ قطبی صورتیں ہیں ؛ اور اُن کے "نجیب‌الطرفین" ہونے میں کوئی شک نہیں!

پرند

مغربی نے اِن شمالی جزیروں اور سمندروں میں سناقر کے علاوہ اور پرندوں کے وجود سے انکار کیا ہے - دمشقی کو انکار تو نہیں ہے مگر وہ یہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ‌تر سناقر ہوتے ہیں - اور یہ بالکل صحیح ہے - جزیرۂ اسپطس برجن کی نسبت یہ تصریح ملتی ہے کہ وہاں چڑیاں مہمانوں کی حیثیت سے چرتی ہیں! اور اُن کی صرف دو قسمیں ' برف سا سفید اُلو اور ایک قسم کا بہت تیتر (Ptarmigan) وہاں کے مستقل باشندے ہیں! [۳]

گرین لینڈ میں اگرچہ چڑیوں کے بہت سے اقسام دکھائی دیتے

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۲۵۶ ' ج ۳ ' وغیرہ - [۲]—ایضاً ' ص ۸۵۹ ' ج ۱۰ -
[۳]—ایضاً ' ص ۲۶۰ ' ج ۲۱ -

هیں' مگر ۲۰ فیصدی چڑیاں امریکا سے آتی هیں - اور پھر اپنے ملک کو
واپس جاتی هیں [۱] -

درخت

دمشقی نے اپنے دونوں گمنام جزیروں میں اونچے
درختوں کا ذکر کیا ھے - گرین لینڈ کے دونوں زیربحث
حصوں میں اونچے اونچے درخت موجود هیں - اور " Umanak " دنیا کا
سب سے شمالی باغ کہلاتا ھے- ممکن ھے ' وھاں قدیم زمانے میں کاشتکاری اور
باغبانی پر زیادہ توجہ نہ ہوئی ہو ؛ اور درختوں کی شاخیں' جڑوں کے کیڑوں
کی وجہ سے پھل‌دار نہ دکھائی دیتی هوں ؛ جیسا کہ دمشقی کا بیان ھے -

پہاڑ

دمشقی نے یہاں کے اونچے پہاڑوں کا حال بھی
لکھا ھے - انسائکلوپیڈیا میں اِس کے جنوبی حصے کو
غیر معمولی طور پر پہاڑی کہتے ہوئے اِس کو اِس حیثیت سے ایک
" دل‌چسپ استثناء " بتایا گیا ھے [۲] -

(۲) جزیرۂ حرموسہ

(South-east Coast of Greenland)

یہ حصہ سنہ ۲۸۷ ھ کے بعد (دسویں صدی عیسوی کے آغاز میں)
اور سنہ ۳۷۲ ھ (سنہ ۹۸۲ع) سے بہت پہلے دریافت ہوا تھا - اِس کا
مکتشف "Gunnbjörn" تھا [۳] - یہ اِس جزیرے کا مشرقی حصہ ھے- جو
اِس وقت "King Christian IX Laud" کہلاتا ھے - ابن سعید مغربی
کی بسط الارض فی طولہا والعرض میں اِس کا حال یوں مذکور ھے[۴] :—

و فی الشمال من هذا الجزء الثانی (من المعمور خلف الاقالیم) جزیرة	اور اِس دوسرے حصے (اقالیم کے پیچھے آباد ملکوں کے) سے شمال'

[۱]—انسائکلوپیڈیا ' ص۸۵۹ ' ج ۱۰ - [۲]—ایضاً ' ص ۸۲۸ ' ج ۱۰ -
[۳]—ایضاً ' ص ۸۶۱ ' ج ۱۰ - [۴]—ژاٹپل' ص ۱۳۸ -

حرموسة - طولها نحو اثنی عشر یوما، وعرضها فی الوسط نحو اربعة ایام - ومنها یجلب السناقر الجهاد - و وسطها حیث الطول ثمان و عشرون درجة والعرض ثمان و خمسون درجة - وحولها جزائر صغار یوجد فیها السناقر - وفی غربیّها جزیرة السناقر البیض - الخ -

جزیرۂ حرموسہ ہے - اُس کی لمبان تقریباً ۱۲ دن ' اور چوڑان درمیانی حصے میں تقریباً چار دن ہے - اور وہاں سے عمدہ سناقر لائے جاتے ہیں - اور اُس کا درمیانی حصہ وہاں ہے جہاں طول (البلاد) ۲۸ درجے اور عرض ۵۸ درجے ہے - اور اُس کے اِرد گرد بہت سے چھوٹے جزیرے ہیں جن میں سناقر پائے جاتے ہیں - اور اُس کے مغربی جانب سفید سناقر والا جزیرہ ہے - الخ -

اِس بیان کے مطابق یہ جزیرہ ' سفید سناقر والے جزیرے سے مشرق میں ہے - اور آئسلینڈ سے اوپر مگر ٹھیک اُس کے مقابل واقع ہے - ادریسی کے قول کے مطابق آئسلینڈ ساتویں اقلیم کے دوسرے حصے کے شمال میں ہے - اور مغربی کے خیال میں حرموسہ خارج از اقالیم کے دوسرے حصے کے شمال میں !

اِس کی پیمائش بھی مغربی نے میلوں میں نہیں بتلائی ' بلکہ سفر کے دنوں کے لحاظ سے درج کی ہے - یعنی لمبان میں سفر کرتے وقت ۱۲ دن صرف ہوتے ہیں- اور درمیانی حصے کے عرض میں تقریباً چار دن !

یہاں کے سناقر کے لیے مغربی نے " جہاد " کا لفظ استعمال کیا ہے - شائد اِس سے مراد سیاہ دھاریوں والے سفید سناقر ہوں - گو یہاں بالکل سفید سناقر بھی ہوں گے - چنانچہ انسائکلوپیڈیا کی ایک تصویر میں یہاں کا (Gerfalcon) بالکل اُجلا بنایا گیا ہے !

گرین لینڈ کا نقشہ

جزیرۂ خضرا کا نقشہ مسلمانوں کا بنایا ہوا، مجھے نہیں ملا - یورپ میں اُس کا پہلا قابل اعتماد نقشہ سنہ ۱۲۳۸ ھ (سنہ ۱۸۲۲ع) میں تیار ہوا تھا [۱] -

شمال کے چھوٹے جزیرے

ابن سعید مغربی نے شمال کے چند چھوٹے جزیروں کا تذکرہ کیا ہے، جو سفید سناقر والے جزیرے سے قریب واقع ہیں - اِسی طرح اُس نے کچھ چھوٹے جزیرے حرموسہ کے قریب بھی بتائے ہیں - اِن جزیروں میں بھی وہ سفید سناقر اور "جید" سناقر کا ذکر کرتا ہے - ممکن ہے کہ گرین لینڈ کے آس پاس جو چھوٹے جزائر ہیں وہ مراد ہوں - اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود گرین لینڈ کے حصوں کو وہ الگ الگ جزیرہ سمجھ رہا ہو -

---

[۱]—انسائکلوپیڈیا، ص ۸۵۷، ج ۱۰ -

هندی زبان اور مسلمانوں کا طبعی میلان

[از مولوی طاہر محسن علوی کاکوروی]

۴

میر محمد تقی کے نام کا سکہ اکبرآباد کی ٹکسال میں ڈھلا - خان آرزو سے دور کا لگاؤ تھا - نورس ہی تھے کہ باپ نے قضا کی اور یتیمی کا داغ لے کر دلی آئے - درس شاعری تو نہیں لیا ' البتہ میر کی سخن سازی خان آرزو کی تحقیق کی منت گزار ضرور ہے - اُس وقت دلی میں شاہ عالم کا دربار اور عمائدین شہر اُن کے جوہر کمال کو چمکاتے لیکن مورخ خوب جانتے ہیں کہ وہ وقت دلی کے نچوڑ کا تھا اور خزانۂ شاہی خالی ہو رہا تھا - اگرچہ میر قانع ' نیک خصلت اور متوکل تھے ' ادب آداب کے بڑے پابند - لیکن اِن باتوں سے پیٹ پلنا محال ہو گیا اور گزارہ نہ ہو تو مجبوری میں مجبوراً دلی کو رخصتی سلام کرکے لکھنؤ تشریف لائے -

میر صاحب کو بچہ بچہ جانتا اور اُن کے کلام پر مٹتا ہے ' اس لیے اُن کا اِس سے زیادہ تعارف لا حاصل ہے - اب آئیے میر صاحب کے گلستان سخن کی سیر دیکھیے اور ملاحظہ فرمائیے کہ اِس آقائے سخن نے اُردو کے باغ کو کیسے کیسے پودوں' گل بوٹوں اور خوشنما کیاریوں سے سجایا ہے - نمونۂ کلام سے ہندی کی چاشنی کا چٹخارا عجب لطف پیدا کرتا ہے - ملاحظہ ہو -

پھر لبالب ہیں آب جو رنگ ــــ اور اُڑے ہے گلال کس کس ڈھنگ

جشن نوروز ہند ہولی ہے ــــ راگ رنگ اور بولی ٹھولی ہے

پھر سر پل سے تا عمارت نو ___ جلتے ھیں متصل دیے سو سو

نقل معقول کی سو حاجی بلے ___ سج کے عمامے سر پہ کٹلے چلے

کرکے سعی و تلاش چاروں دانگ ___ خوب دیکھا تو ہے یہ عالم سوانگ

کد خدا ہونے کو چلا دولہ ___ بال گوپال مظم سے جوں شہ

گل کی پاکھر پڑی ہوئی یک بار ___ ھاتھی آیا برنگ ابر بہار

گلنج چھوٹتے ھیں یا کہ باڑ جھڑے ___ یا ہوائی ہے جگنوؤں کی جھڑے

باڑ سے دو دیے ہوے گر ماند ___ دغیں مہتابیاں کہ نکلے چاند

سو تو کمل نہ پٹو نہ لوئی ___ سایہ گستر نہ...برھن کوئی

دھروی کا کہا جو ہم نے مہل ___ بھینس چھلی کی‌تہی بھل کے بھل

آسمان آب سب، زمیں سب کیچ ___ خاک ہے ایسی بندگی کے بیچ

سو تو نکلے ہو کورے بالم تم ___ ہو خدا جیسے شاہ عالم تم

جن کے آتے ہی ایسے جاتے ہیں ___ کہ نہ پھر کھوج ان کا پاتے ھیں

ان نے ماری ھیں ایسی کتنی تدونس

کھونس دیکھی تو ہووے کوئی کھونس

وہ رہے جو رکھے بہت سے لوگ ___ یا کوئی جوگی جو کرے واں جوگ

باڑ سی دن کو سائیں سائیں کرے ___ رات ہووے تو بھائیں بھائیں کرے

کس کو موسوں، کہاں سے کچھ لاویں ___ دال آٹا جو تم کو پہونچاویں

گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیے ___ ھانڈی باسن گھر آکے پھوڑ دیے

سید عبدالولی ، شاہ سعد اللہ سورتی [۱] کے صاحبزادے ، عزلت تخلص کرتے تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد دلی آئے - یہاں شعر و سخن

[۱]---سید سعد اللہ نام تھا - تحفۃ الشعرا ، افضل بیگ خاں، قاقشال اورنگ‌آبادی ؛ چمنستان شعرا شفیق ، ص ۳۲۵ - حاشیہ - (ادارہ) -

کا چرچا دیکھ کر حوصلہ بڑھا - حسن اتفاق دیکھیے کہ اساتذۂ فن کی صحبتیں نصیب ہوئیں - پھر کیا تھا ' کیمیا سازوں نے چار دن میں کاہ سے کندن بنا دیا - علی ابراهیم خاں نے لکھا ہے کہ " باوصف تمکنت و فضیلت کے اوضاع و اطوار اِس عزیز کے خالی سُبکی اور بے مغزی سے نہ تھے - نواب علی وردی خاں مہابت جنگ مغفور کے عہد دولت میں وارد مرشدآباد کے ہوے اور مورد عنایت و امداد کے ہوے " [۱] - نواب صاحب کی آنکھیں بند ہو جانے کے بعد دکن گئے اور بقیہ عمر وہیں کاٹ دی - ہندی میں اپنا تخلص نرگس کرتے تھے - صاحب تذکرۂ چمنستان شعرا لکھتے ہیں " کلیات ہمہ بہمت چاردہ ہزار خواهد بود کلیات ریختہ اش کہ قریب دو ہزار صداست مع ساقی نامہ [۲] کہ در جواب " درد مند " گفتہ و رباعیات و بارہ‌ماسی ...... و پہیلی‌ها و کبتها و دوهڑها و جھولنہ کہ دراں نرگس تخلص می کند بہ نظر در آمد " -

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو -

دل بے عشق عالم میں کہاں ہے ۔۔۔ جو سچ بولوں تو نام عشق جاں ہے

سمندر کو ہے آتش ' آب حیواں ۔۔۔ گل کمدن (؟) کا دلبر ماہ تاباں

دیا مہیار دل چندر بدن کو ۔۔۔ نظر کر ماجرائے نل دمن کو

سسی اور پنوں ' کرپی او کنیا ۔۔۔ زلیخا اور یوسف' ہیر و رانجھا

(ماہ اساڑھ)

جھولانی هوں میں جھولا سانس کا ہاے

جو پی آویں تو دل کا طفل سکھ پاے

---

[۱]—تذکرۂ لطف - ص ۱۲۳ ' (ادارہ)-

[۲]— ساقی نامے کا تاریخی نام " بیان ظہور " ہے ' جس سے سنہ ۱۱۷۴ ھ نکلتا ہے - (ادارہ) -

(ماہ ساون)

یہ ساون کال من بھاون میں آیا   مرے رونے نے سکھ کا گھر ڈوبایا

(ماہ بھادوں)

اُٹھے ہے ہوک، جب کوئل اُٹھے کوک   ھلکتی ہوں کہک کر موڑدے بھوک

(ماہ اسو)

ترے بن کلتھ لگتی اے رنگیلی   جو ماری سلگ ہوگئی کلتھ نیلی

(ماہ کاتک)

مجھے سونا تو اب سہلا ہوا ہے   میں اُس سے بچھڑی، پل سے پل جدا ہے

(ماہ اگھن)

نگہ پی بن چبھے، دیدے میں، جوں پھانس
رہی ہے جوں حباب آنکھوں میں اب سانس

(ماہ پوس)

تصور کر کے پی کو دل میں جب لانو
بگھولے سے میں اپنے وارنی جانو

(ماہ ماگھ)

کوئی بھاتا نہیں ہے مجھ کو بن پی
کہ میں بھاگوں ہوں اپنی چھانہہ سے بھی

(ماہ پھاگن)

لگے جوں تیر غم دل کے ہدف کو   بجاؤں کوٹ کر سینے کے دف کو

(ماہ چیت)

دیکھے ہے میرے چھاتی کا توا ہائے
اُٹھی ہے چھن چھنا جوں اشک پر جائے

(ماہ بھساکھ)

وہ آتش رو جبھی دل سے گذر جاے
مری فریاد سے بھوے کباب آے

مری لاگی پھڑکنے آنکھ بائیں ملے گا پھر اکھرائیں سائیں
پیا پردیس سے مجھ گھر کو دھائے نکل دل سے مری آنکھوں میں آئے

بگولہ بن کے راہ بے ستون میں کوہ کن اب لگ
سم گلگوں کی ماتی ہاتھ مل مل چھانتا ھیں گا

ھوا ھے داغ اس کا مغز نازک آتش گل سے
چمن زادوں میں اک مرزا منش لالہ ھوا پیدا

جدھر نکلے وہ ھولی باز بانکا گلابی ھے غبار وہ وھاں کا

ھماری گرد سے دامن جھٹک گیا دلدار
کلال سا پڑا جلتا ھے اب تلک یہ غبار

قائم چاند پوری کا نام اور کلام ادب نواز آنکھوں سے مستور نہیں ھے - سودا کے شاگرد رشید اور اپنے زمانے کے مشہور استاد تھے - سنہ ۱۲۱۰ ھ میں رحلت کی -

بلبل بہلو سے ذرا چاھیے کہ کہتے ھیں
کرے ھے کاٹ سروھی سے بیشتر اونا

جب تک کہ ھے تو ھم ھیں ترے ساتھ ھمیشہ
جوں موج کہ نسبت لازمہ ھے آب رواں کا

کہاں ھے شیشہ مے محتسب خدا سے ڈر
مری بغل میں جھلکتا ھے آبلہ دل کا

روؤں گا زیر سایۂ دیوار بیٹھ کر
جس دن تری گلی میں کوئی داؤ بن گیا

جب اسے مہر سے ہو نین کھلانے کا شوق
سرمہ کے واسطے بھیجے ہے صفہان [۱] مجھ کو

کبھی دکھا کے کمر اور کبھی دہاں مجھکو
نپٹ پتنگ کیا تو نے اے میاں مجھ کو

تیغ چڑھ اس کی سان پر آئی
دیکھیں کس کس کی جان پر آئی

پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے
سبز وہ شال کی رضائی ہے

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست
بتکدے ویراں ہوں یا ہوں برہمن یکبار نیست

دیکھ حال مرا اُٹھا کے سو سو حیلے
ساتھی بھاگے ہر اک طرف کو جی لے

کہتی تھی جوکنش میں نہ چھوڑونگی قدم
سو اس کے بھی ہو چکے ہیں کلّے ڈھیلے

جیوں میں چھالیں تھیں جو کچھ سوگئیں اب یار کے ساتھ
سر پٹکتا ...... بنا اب در و دیوار کے ساتھ

میں دیوانہ ہوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جیو نکل جائیگا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

ہدایت اللہ خاں نام اور ہدایت تخلص تھا - ثناءاللہ خاں فراق کے چچا تھے - شاہجہاں آباد میں رہتے تھے - خواجہ میر درد کے مرید اور

[۱] صفاہاں (ادارہ) -

شاگرد تھے - ایک مثنوی اُنھوں نے بنارس کی تعریف میں خوب لکھی اور مضمون تراشی کی داد پائی - اچھے شاعروں میں شمار تھا - اِن کا دیوان ریختہ مختصر اور طبع زاد ہے - نمونۂ کلام ملاحظہ ہو :—

ہے آدمی کو بھی قید حیات اک زنداں
کسی نے خوب کہا ہے موا سو چھوٹ گیا

آتش سے داغ دل کی سراپا میں جل گیا
گلزار پھولے کہا کہ بدن سارا پھل گیا

دیکھ اس کی چشم مست کو دل تو بہک گیا
بس میری جان دو ہی پیالوں میں چھک گیا

حسرت عظیم آبادی میر محمد حیات نام ' اور ھیبت قلی خاں لقب تھا - شاعری میں مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد تھے - چند روز نواب شوکت جنگ کی رفاقت میں ' پھر کچھ دنوں نواب سراج الدولہ ناظم بنگالہ کی ملازمت میں رہے - سنہ ۱۱۹۵ھ میں میر مبارک علی خاں بہادر کی رفاقت میں بڑی تنگدستی اور عسرت کے ساتھ بسر کی - لطیفہ گوئی اور حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے - ہندی زبان میں بھی دستگاہ تھی - سنہ ۱۲۱۰ھ میں راهی باغ ارم ہوئے - ناظرین کرام نمونۂ کلام سے بخوبی معلوم کر لیں گے کہ ہندی میں مہارت آپ کو کس قدر تھی - سارا کلام ہندی کی چاشنی سے مملو ہے - چند شعر ملاحظہ ہوں -

پھر مسیحا دمی کرے تو اُٹھیں — سو کہاں روزگار کے ھاتھوں

فرھاد سے ہمسری کرے کون — سرکس کا پھرا ہے ؟ یوں مرے کون

سدا بارھی میں رھتی ہیں میری چشم ترساون
تو اک دو دن برس کر ہم سے آسکتا ہے برساون

پلا ھــراب ھوائے شــراب آتی ھے
گھٹا بھی اپنا جھکڑا کھڑی دکھاتی ھے

میر غلام حسن کا تخلص حسن تھا - آپ کے حالات تمام تذکروں میں ملتے ھیں - مثنوی " بے نظیر و بدر منیر " آپ کی مشہور تصنیف ہے - آپ کو ھندی زبان پر بھی عبور تھا ' جس کا ثبوت ملاحظہ ھو -

بھولے سے نام لے کے مرا ھمت بتا گیا ‌ ‌ ‌ پیاری لگی یہ مجھ کو تری بات آج کی
دو رستہ واسطے میں اتنا رستہ ‌ ‌ ‌ کسی نے آج تک دیکھا ھے بستہ
وہ جی ھے شہر کا ترپولیا یوں ‌ ‌ ‌ کہ جیسے تھن روحیں جسم میں ھوں
یہ فرنی [۱] اور فالودے کا عالم ‌ ‌ ‌ کہیں تو چاند اور تارے ھیں باھم
ملائی دودھ کی دیکھو تو گویا ‌ ‌ ‌ اُسی میں مال حلوائی نے کھویا
دھری میں گولیاں اور یوں اندر سے ‌ ‌ ‌ کہ گویا چاند اور تارے ھیں برسے

میاں محمد فقیہہ [۲] کا تخلص دردمند تھا - اودگیر میں جو محمدآباد بیدر (دکن) کے مضافات میں ھے ' پیدا ھوئے - سنہ ۱۱۲۹ھ میں اپنے والد کے ھمراہ شاہجہاں آباد آئے - عرصے تک شاہ ولی اللہ اشتیاق کے زیر تربیت رہے - جب دردمند کے والد کی شمع حیات گل ھوئی تو حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے اُن کی کفالت فرمائی - آپ ھی کے زیر سایہ دردمند نے سنسکرت اور شعر و سخن میں کمال پیدا کیا - کچھ عرصے تک عظیم آباد میں رہے ' پھر دلی چلے آئے - اُس کے بعد مرشدآباد میں قیام ھوا ' جہاں سنہ ۱۱۷۲ھ میں انتقال کیا - اِن کا ھندی کلام تلف ھوگیا ھے - البتہ ریختے کے چند اشعار ھدیۂ ناظرین ھیں -

---

[۱]—فیرینی ' (ادارہ) -
[۲]—میر ' قائم ' شفیق ' حسن ' قدرت نے یہی نام لکھا ھے - لطف نے فقیر صاحب نام بتایا ھے جو سہو ھے - (ادارہ) -

ہمارے بسرنے کی یہ فصل ہے ـــ فراموش کرنے کی یہ فصل ہے

نہیں نقش بر آب ہے یہ جہاں ـــ ٹک یک آن میں ہم کہاں تم کہاں

تجھے رحم مجھ پر کچھ آتا نہیں ـــ مگر جھوٹا میرا بھاتا نہیں

میر بیجوی کا عاشق علی خاں خطاب تھا اور عاشق تخلص - نواب صاحب برہان‌پور کے یہاں ملازم تھے - شاعری میں ایہام گوئی کا بہت حصہ تھا - ہندی میں دستگاہ تھی - چند شعر یہ ہیں -

تیل کھا کھا کے ہو رہی گُوّی ـــ دیکھو تیلن کی کیا پلی ' ہے گی

مجھ کلیجے میں کھٹک تجھ بگ برہ کی ہول ہے

حال اپنا کیا لکھوں پیارے یہاں یہ سول ہے

خوش لگا لیتا سنار کا ـــ جس کے سونے میں 'بارہ' پانی ہے

سلونے سجن! تیرے کوچے سگی ـــ شب و روز عشاق کا شور ہے

کیونکہ برہ کے روز کٹیں اے کمہارنی ـــ اب تو ہزار سال کے بدھنے لگی گھڑے

میر مرتضیٰ نام ' مہدی تخلص تھا - شعر و سخن میں سید عبدالولی سے اصلاح لیتے تھے - سنہ ۱۷۴ اھ کی جنگ مرہٹہ میں شہید ہوئے - کلام کا نمونہ یہ ہے -

ہر کسی مکھ کا تاب دیدہ ہوا ـــ یوں جو آئینہ آب دیدہ ہوا

چار داغوں سے جلا ہے لالہ ایسا آگ میں

ہیں ہزاروں داغ مجھ دل پر ' سراہیں یہ ہیا

اُن گلرخوں سے یارو ہم نہ کیوں نبھائیں

بانکی بھنواں چُھرا کر ' برچھی کریں نگاہیں

شاہ غلام قادری نام، سامی تخلص، ہندی زبان کے اچھے جاننے والوں میں تھے - ریختے میں بھی زور قلم دکھایا ہے - آپ کے شاگردوں نے بہت شہرت پائی - افسوس ہے کہ شاہ صاحب کا ہندی کلام باوجود تلاش کے نہ مل سکا - ریختے میں اُنہوں نے "قصۂ سرو و شمشاد" لکھا تھا، جس میں تقریباً سات ہزار شعر تھے - یہ اُن کی زندگی ہی میں چوری ہو گیا تھا - اُس کا ایک ٹکڑا شفیق نے اپنے تذکرے میں نقل کیا ہے - جس کا انتخاب یہ ہے -

خط سرو کی طرف سے شمشاد کے نام -

دکھا آشوب کا از بس لکد کوب — گیا ہے تال غمگیں تال میں ڈوب

طنبورا سر گراں ہو کر گیا لٹ — نہایت ڈھول کا دکھتا ہے اب پٹ

زبس دیپک سے دھڑکا دل کا کانوں — جدا قانون عشرت سے ہے قانوں

ہوا تیرے بنا غم کا جو ملہار — چلا ہے عیش کے ملہار ملہار

خوشی کا ہو اُڑا طاؤس سا رنگ — لگے ملنے کف افسوس سارنگ

غم‌دوری کا آیا کاں سے یہ نت — کیا عشرت نگر سوزاں کا چوپٹ

جگر میں غم کے دیپک کی لگی آگ — خوشی کی پور ... پورب گئی بھاگ

لگے سب راگ اُڑاتا رہا ہے — غم ہجراں کا یہاں کاٹتا رہا ہے

خط سرو کے جواب میں شمشاد کی طرف سے -

یہ بادل دیدۂ برسات برسے — کڑک کر بیجلی برسات برسے

نہیں برسات بچھڑے جو پیارے — کنوار آنکھوں سے روتا ہے ہمارے

ہماری آہ کی سردی سے کاتک — .... آشکارا ہوئے کا تک

چراغاں آہ کے ہر دم لگاویں — دوالی کی یہ عشرت اُس میں پاویں

اگھن ہے گا ہمارا یہ دم سرد — بنے صورت خزاں کی یہ گل زرد

نہ دیکھو آہ مجھ مایوس کی شکل — بنی سردیٔ دل سے پوس کی شکل

نساں سے کھیلیے کر یہ سردی ماہ — بنے ہیں ماہ بن ہم صورت کاہ

ہمارے زمہریر آہ کی یخ — دکھائے خلق میں سردی دوزخ
جو پھاگن برہ کا بھکوا مچاوے — تو آہ گرم سے ہولی جلاوے
برہ کے دامن دل کو لگا آگ — جلا ہولی لگے ہم کھیلنے پھاگ
یہ مہرا رسم ہے ہولی مشہور — کہ ڈالے خاک سر پر ہوویں مسرور
جگر کی آگ میں ہولی جلاویں — بہار عیش کو ہم غم میں پاویں
ہمارا دیکھ کر سامان ہولی — اٹھائے شور کر طوفان ہولی
چمن میں فاختہ نے لی ہے سر آگ — جنگل میں ٹیسوؤں کے تلوں لگی آگ
اِدھر سے باد لیتی ہے ٹکورے — اُدھر سے جھاڑ کھاتے ہیں جھکورے
شہاب آنسو، نین پچکاریاں ہیں — جہاں میں ان سےکی خوں باریاں ہیں
ہماری ہولیوں کی ہے عجب دھوم — کہ برسے اشک رونے کی گھٹا جھوم
مہینا چیت کا ہم دل جلوں کو — کیا ہے کا خرابی بہا چکوں کو (؟)
اگن بیساک کی ہے کیا قیامت — کہ ہے اس میں جدائی کی علامت
جہاں میں تجھ سے ہے بیساک ظاہر — دھولارا آہ کا دیکھو سراسر
مرا جب باؤرا دل ہووے ہے گرم — تو اُس دم جیٹھ کو بھی آوے ہے شرم
اگن مجھ باورے دل کی ہے کچھ اور — نہ تلہا جیٹھ، دوزخ پر کرے جور
اُلجھ کر پاؤں میں مجھ کو گرائی — گری ایسی کہ پھر سر نا اُٹھائی

دوا ہے رام کی رم نہیں ہوا آہو نہیں جب سے
مری وحشت کے زخم دل کو سیتا ہوکے، سیتا ہے
چکارا تھا رقیب من، ہرن کے یہاں نہ آنے میں
سکوں سے اپنا ماتا ہے پھر اب کیا دل میں چیتا ہے

مرزا کاظم علی نام اور جوان تخلص تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ احمد شاہ درانی کے زمانے میں دارالسرور دلّی پر جو آفت آئی تو وہاں کے وہ سب باکمال بھی تتر بتر ہوئے۔ چنانچہ کاظم علی نے بھی دلی کو خیر باد

کیا اور پھرتے پھراتے لکھنؤ آئے - سنہ ۱۱۹۶ھ میں اختر نگر کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے - پھر کرنل اسکاٹ نے کلکتے طلب کیا - وہاں گئے تو ڈاکٹر گلکرائسٹ کے دست و بازو بن گئے اور کسب معاش کے واسطے فورٹ ولیم کالج کی پروفیسری مل گئی - یہ سنہ ۱۸۰۰ع کا واقعہ ہے - ڈاکٹر گلکرائسٹ کی حسب فرمائش جوان نے "شکنتلا" ناٹک کا اُردو میں ترجمہ کیا اور " تاریخ بانی" لکھی جس میں دکن کے تاجداروں کی کڑیاں باہم جوڑی ہیں - بارہ ماسا بھی اِس معدن فضل و کمال سے منسوب ہے ' جس کا نام " دستور ہند ہے "- اِس بارہ ماسے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی معاشرت' اُن کے رسم و رواج ' تیہر تہوار اور عادات و خصائل کا خاکہ دلچسپ پیرائے میں کھینچا ہے - اور کسوف و خسوف پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے - " سنگاسن بتیسی " کا بھی ترجمہ کیا ہے - بارھویں صدی ھجری کے خاتمے پر اِن کا بھی خاتمہ ہوا -

---

مہر بہادر علی نام تھا اور تخلص حسینی کرتے تھے - بارھویں صدی ھجری کے ذی استعداد شاعروں میں سے تھے - مہر صاحب نے مثنوی سحرالبیان (میر حسن) کو نثر میں تصنیف کیا - اُس کا نام " نثر بےنظیر" رکھا - لیکن نظم کی چاشنی سے نثر بےنظیر ہے - ہوپدیش کا سنسکرت زبان سے اُردو میں ترجمہ کیا اور اُس کا نام "اخلاق ہندی" رکھا - ایک اور کتاب "مفرح القلوب" کے نام سے فارسی میں لکھی' جو حسب ایمائے نواب نصیرالدین حیدر تیار ہوئی اور زیور طبع سے آراستہ ہوکر قبول عام حاصل کر چکی ہے - "تاریخ آشام" کے نام سے ایک کتاب اور لکھی جو کولرک صاحب کے اشارے سے تیار ہوئی - اِس دلچسپ تاریخ کی اصل شہنشاہ غازی محی الدین اورنگزیب کے عہد میں ولی احمد شہاب الدین خلف کی دماغ سوزی کی رھین منت ہے - " ترجمۂ قصۂ لقمان " کے بھی مہر صاحب ھی بانی

هیں - افسوس ہے کہ دنیا کے لوگ اِس قدر بےحس هیں کہ اُنھوں نے اِس عالم و فاضل کی قدر نہ کی اور هندی کارنامے سب معدوم هو گئے -

---

میاں حکیم‌الدین خاں اسم‌گرامی ' تخلص پلچھی اور وطن بلگرام ہے - پیشتر عاجز تخلص کرتے تھے ؛ لیکن بعد میں عارف‌الدین خاں عاجز کا شہرہ سن کر یہ تخلص ترک کیا - حیدرآباد میں رہتے تھے - هندی میں کمال رکھتے تھے - لیکن کلام هندی نہیں دستیاب هوا - ریختے کے بہت سے اشعار شفیق نے نقل کیے هیں - دو شعر یہ هیں :—

قیامت ہے ترا گھونگھٹ کے اوٹوں میں لٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا هنس کر مٹک جانا
نہیں ! تم سے چلی ہے ناز کی یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکی نہ ملنا اور تھٹک جانا

سید شاہ‌مہر نام تھا ' مہر تخلص کرتے تھے - برهان‌پور کے رهنے والے تھے - استعداد فارسی اچھی خاصی تھی - هندی میں بھی دستگاہ تھی - غزل' رباعی ' قطعہ‌بند ' مرثیہ ' دوهرہ ' کبت اور علم موسیقی میں شہرہ آفاق تھے - " برہ بیچارہ " هندی میں آپ کی تصنیف ہے -

نمونۂ کلام هدیۂ ناظرین ہے :—

درخت انبہ پہ کوئل پکاری ۔ میں یوں جانا کہ پی نے بانگ ماری
شکل مہتاب میں پھولوں پی کی ۔ سرنگوں هو ' اے دل ' دوگانہ کر
پن‌گھٹ پہ چل کے دیکھ ' بہار هجوم حسن
چلبل چلی ہے مکھ کھولے ' سر پر گھڑا اُتھا

میر بدرالدین - آپ شاہ عبدالہادی کے فرزند تھے - ریختے میں اِن کا تخلص گوہر تھا - ریختے اور ہندی میں شیخ غلام قادری سامی سے شرف تلمذ حاصل تھا - ہندی میں بھی دستگاہ تھی - کوت اچھے کہتے تھے - افسوس ہے کہ ہندی کلام ناپید ہے -

حاجی میر علی اثر ومال "حاجی" تخلص کرتے تھے - لاہور میں پیدا ہوئے - اور وہیں ہوش سنبھالا - اکیس برس کی عمر میں حج و زیارت حرمین کا قصد کر کے چلے - تین مہینے شاہجہان‌آباد میں رہے - پھر اکبرآباد ' گوالیار ' سرونج پہنچے - یہاں آتھ مہینے قیام رہا - پھر کچھ دن دارالسرور [۱] میں تھہر کر سورت اور وہاں سے حجاز گئے - حج کی آمد و رفت کی کل مدت تقریباً پانچ سال تھی - حج سے واپسی پر حیدرآباد میں اقامت گزیں ہوئے اور حضرت شاہ یسین ندرباری سے بیعت کی -

صاحب تذکرۂ چمنستان شعرا اُن کے بہت مداح ہیں - لکھتے ہیں کہ علم رمل کا ایسا جاننے والا حیدرآباد میں کوئی نہیں آیا - ریختے میں شاہ سامی کے شاگرد تھے - کلام کا نمونہ یہ ہے :—

رکھتا ہے آج قتل کا دل میں خیال توں
غصے کی تیرے ہم نے یہ نظریں پچھانیاں

کل تو پیارے ، گھر میں تم آوگے یا نہیں
اپنا جمال ہم کو دکھاوگے یا نہیں

مرزا محمد اکبر نام ' تپش تخلص کرتے تھے - اِن کے مورث اعلیٰ بدخشاں کے رہنے والے تھے - یہ شاہ رخ مرزا کی معیت میں وارد ہندستان ہوئے اور شاہ یسین ندرباری کے مرید ہو گئے -

---

[۱]—اِس سے مراد شاید برہان پور ہے - (ادارہ) -

۴۰ سال کی مشق میں فارسی کا ایک دیوان تیار کیا تھا - جس میں تقریباً چھ هزار اشعار تھے - ریختہ بھی کہتے تھے ' اور اُس میں کافی مشق تھی - لچھمی نرائن شفیق اپنے تذکرے میں اِن کی بابت لکھتے ہیں کہ " درفن کبت و علوم هندیہ قدرت کامل دارد و باایں همہ کمالات فروتنی و عجز و انکسار کہ لازمۂ کمال است ' یگانۂ روزگار و بحدت فہم ذکاے ذهن و صواب راے یکتاے عصر است " - افسوس هے کہ اُن کا خالص هندی کلام نہیں ملتا ' اِس لیے ریختے کے چند اشعار لکھے جاتے هیں:—

سرمہ ریز آہ حسرت هیں مري دل ریشیاں
سی لیا هوں پی کی پلکوں سے کٹا کر خویشیاں
کس گلی میں نہیں تمہاری زلف کا زنار کفر
تم بھلا کس سے بن آتی هیں یہ کافر کیشیاں

نہیں مرهون 'بس کہ میں کسو' اوروں کی سعتلی کا
مرا داغ جگر اب سوں هوا هے ایک پتلی کا

خواجہ امین الدین نام ' امین تخلص - عظیم آباد کے رهنے والے تھے - عالم با عمل ' بزرگ سیرت اور پاک باطن تھے - اِن کے ذهن کو بندش کی صفائی میں نہایت ارجمندي هے - کچھ روز نواب میر محمد رضا خاں مظفر جنگ بہادر کی رفاقت میں رهے - اُس کے بعد خدا پر توکل کر کے گوشہ نشین هوگئے' اور ساری زندگی عزلت میں بسر کی - هندی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے' لیکن اب کلام ناپید هے - البتہ ریختے کا دیوان موجود هے - کلام ملاحظہ هو :—

خورشید ترا دیکھ کے منہ ' کانپ کے نکلا
مہ چادر مہتاب میں منہ ڈهانپ کے نکلا

یہ نہیں جوہر نمایاں ' تیغ تیز یار پر
گھد رہا ہے نام مقتولوں کا اس تلوار پر

غیر سے کہیں کہ وہ چھوڑے ملنا ۔ چھوڑتا ہے کوئی اپنے بھائی

تمہاری آنکھیں جو دیکھتے ہیں نپٹ ہی لگتی ہیں پیاری پیاری
پر اس قدر ہیں جو خوں کی پیاسی یہ کافر آنکھوں ہیں کیا کٹاری

کیا شہر میں آج مجھ پر ہے ہولی ۔ پھرتے ہیں لیے ابیر بھر بھر جھولی

وعدے سے کیا کروگے دل خوش کہتک ۔ ہولی کا قرار تھا سو یہ بھی ہو لی

دل ہے ان کا کہیں دماغ کہیں ۔ گھر میں ڈھونڈھو تو چھوتی بھانگ نہیں

چار پیسے کا سیر بھر ٹھرّا ۔ پی کے رکھتے ہیں جی میں یہ فرّا

گال جبڑے سے یوں رہے ہیں لپٹ ۔ لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ

گو میں کرتا نہیں سخن چھلی ۔ ناک ہے جوں کواڑ کی بھلی

کھوپڑی سر سے ہے گی یوں اٹکی ۔ جوں کہ چولہے پہ اوندھی ہو مٹکی

دل لے کے زلف اس کی یوں حلقہ زن ہے مجھ پر
بیٹھا چمن میں ہوئے جوں سانپ من کے آگے

بتاں اٹھاتے نہیں ہاتھ میرے کہنے سے ۔ رہے ہے سنگ کتوں لگ آبکھلے سے

ملم دیکھو تیرے سامنے آکر سفید ہو ۔ ماتی میں آبرو کو ملاتی ہے چاندنی

میر عبدالقادر مہربان کے آبا و اجداد نیشاپور سے آکر کلنتور (مضافات اودھ) میں سکونت گزیں ہوئے - سنہ ۱۱۵۰ ھجری میں میر مہربان اورنگ آباد میں پیدا ہوئے - میر غلام علی آزاد سے شعر میں اصلاح لی - نجوم ' جفر اور تکسیر سے بھی مناسبت رکھتے تھے - ھندی میں پوری مہارت تھی - ترکی بھی جانتے تھے - شعر ریختہ بہت کم کہتے تھے - صاحب

تذکرۂ چمنستان شعرا لکھتے ہیں کہ " اما زبان فارسی و کہنہ بیشتر ورزیدہ و مشق سخن درین السنۂ ثلاثہ خوب رسانیدہ بزبان ترکی ہم آشنا است......اول تخلص خود رنگین می نمود - " اِن کا تخلص پہلے رنگین تھا - لیکن چونکہ میر ضیاءالدین خاں [۱] بھی یہی تخلص کرتے تھے اس لیے سرقے کے الزام کے خوف سے اِنہوں نے اپنا تخلص بدل دیا - ریختے میں مہربان اور ہندی میں سہامی رکھا - افسوس ہے کہ باوجود تلاش کے ہندی کلام نہ مل سکا - ریختے کے چند اشعار جن سے اِن کی ہندی دانی ٹپکتی ہے یہ ہیں :—

ترشرو کو نہیں ہے زیر خاک بھی جائے نجات
نظم انبلی [۲] کا نکلتا ہے زمیں سے جہاز سات

پڑھ نماز......بار یہ ہر وقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجھ کو اے زاہد پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ

میکدے کی راہ اے زاہد نہ جا جائے خضاب
رند داڑھی کو ترے دیویں گے لالی میں لتھیڑ

مرزا محمد اسماعیل یعنی عرف مرزا جان سنہ ۱۱۸۲ ہجری میں دلی میں پیدا ہوے - شاعری میں ہدایت‌اللہ خاں ہدایت اور خواجہ میر درد کے شاگرد تھے - کسی قدر سنسکرت میں بھی دستگاہ رکھتے تھے - چنانچہ ہندی میں ضرب‌الامثال کی کتاب اِن کی مشہور تصنیف ہے - اِن کی "مثنوی بہار دانش" کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے -

[۱]—اِن کا اصلی نام نورالدین علی تھا - ضیاءالدین حسین خاں اِن کے باپ تھے جو دکن کے صدرالصدور تھے - باپ کے انتقال پر اِن کو بھی باپ کا نام بطور خطاب حاصل ہوا - رنگین اِنہیں کا تخلص ہے - اِن کے باپ کا نہیں - سنہ ۱۱۷۴ھ میں وفات پائی - (ادارہ) -

[۲]—اصلی - (ادارہ) -

تھیں بسلسلۂ ملازمت بنارس میں بھی رہے - پھر بنگالے چلے گئے تھے - چنانچہ سنہ ۱۸۱۲ع میں کلکتے میں موجود تھے - افسوس ہے کہ اُن کا ہندی کلام ناپید ہے -

---

میر انشاءاللہ خاں کی بابت کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے - اُن کا حال تمام تذکروں میں ملتا ہے - سنہ ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی - اُن کا کلیات موجود ہے - چند اشعار ملاحظہ ہوں :—

لا نہ اے مطرب ... آکے ہے میگھ کا اور ملار کا جھولا

ایک سنگلاخ زمین میں جس کا ردیف و قافیہ گوٹ کا اور اُوٹ کا ہے، غزل کہی اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انشا ہندی زبان سے نا آشنا ہوتے تو اِس اوسر زمین میں اُن کے لیے پودے لگانا دشوار ہی نہیں ' بلکہ محال ہوجاتا - ملاحظہ ہو :—

کیا جانے لوٹ پوٹ کیا کس کی پھوٹ نے

ہے ایک درد سا جو ہمیں پھوٹ پھوٹ کا

ہیں کین باز ایک کھلاڑی بڑے ہی تھر

آسان نہیں ہے مارنا کچھ اُن کی گوٹ کا

اے قرص آفتاب نہ للچا مجھے کہ میں

بس معتقد ہوں اپنے ہی سائیں کے روٹ کا

گزرے عمل سے جبکہ بتاوے کوئی ہمیں

کچھ جھاڑ پھونک نقش کوئی کوئی ٹوٹ کا

عالم میں تو ہیں اُن صاحبوں کی کھڑپیچ کا

سڑے تو صاحبی اُس پر چبوترہ کیچ کا

نہ جھوٹ موٹ گواهی دلائیے مجھ سے
کہ کہنے والا هوں مکھ پھاٹ میں تو سچ سچ کا

نہ کیوں کر بن کے بن ٹیسو کے پھولوں کے نظر آویں
جو جنگل جي سے جوگي آپ لیویں بھاگ کا جوڑا

مہا راجہ جہاں چُکتے تھے موتي هنس کے جوڑے
وہاں کا اب شري ٹھاکر بنا ہے کاگ کا جوڑا

جھٹ پٹ جھپٹ کے تم نے جو مونڈے کواڑ خوب
جوکھٹ پہ کر کے رات میں کھائی پچھاڑ خوب

یہ جو مہنت بیٹھے هیں رادھا کے کنڈ پر
اوتار بن کے گرتے هیں پریوں کے جھنڈ پر

شبھو کے گلے سے پاربتي جی لپٹ گئیں
کیا هي بہار آج ہے برمہا کے رنڈ پر

اُن کے ساجھے میں جو هم هارے تو یوں کہنے لگے
لاو پانسہ وہ اِدھر کھیلو کے چوپڑ پتھر

هنوز کہتی هي جمنا سہاگ دکھلاکر   کہ خوب کھیلے مہاراج پھاگ پانی پر

دیکھے بھی ہے کسی کو دوانے تو کچھ نہیں
مہنّا کو اپنی چھوڑ تو اپنی بوا کو چھوڑ

پھیلی ڈالک کے سامد نازک بدن کی بھل
چڑھیا کلی سے آن بھڑي نورتن کی بھل

جوگی صاحب یہ آپ کی بھی واہ   دھوم مورت عجب کڈھنگی ہے

مندرجۂ بالا کلام سے ناظرین فیصلہ کر سکتے هیں کہ سید انشا کو
هندی اور سنسکرت زبانوں پر کس قدر عبور تھا !

اب دیوان ریختی پر بھی سرسری نظر ڈالتے چلیے -

دل گد گدا رہا ہے جس شخص پر ایل اُس کے
زانوں کے نیچے گھوڑا تھا بھیسرا تھلی کا

تھا یہ سوھلا سلنے لگا ہے توا میں مہری
موا دوبان کا لوکا ' تلھلکو ملجھلے بھائی کا

روپ آ توکا پکڑ بیٹھے کوئی کالی بلا　　تب تو بی سگی پڑھیں کالو بلا کالو بلا

یوں لگی کوسنے چوپڑ میں' جو ہاری وہ پری
سگی ہو جائے دمن' مر ترا ' راجہ نل' جائے

پھلی قبلہ نما

تالاب میں تیرا کرے دن رات جو چڑیا
کیا ہے وہ بھلا جی بوجھو تو پہیلی
ہر شخص اُسے دیکھ کے نیوڑا دے سر اپنا
یہ چال انوکھی ہے قبلہ نما کی

پہیلی مسی

جا بیٹھوں کے ملنے لگے ایک کالی سی حبشن
دونا کرے جوبن ' وہ کہا اری سو سن
اوٹھے کی جلی ہووے اُسے سب کہیں ناتھا
صورت میں پری سی وہ پہلی کہ مسّی

پہیلی پرچھائیں

اندھیاری میں جو چھپ سے ہو کون بھلاوہ
جھٹ جن پری دو ہیں جب پاوے اُجالا

چکبست

[از ڈاکٹر تاراچند ، ایم - اے، ڈی فل - آکسن]

یہ مضمون چکبست کی برسی کے موقع پر لکھا گیا تھا -
افسوس ہے کہ ہم کو دیر میں ملا ، اور اس لیے مناسب جگہ
اس کے لیے نہ نکل سکی - " مدیر " -

سنہ ۱۸۵۷ع کے غدر کے بعد ہندوستان جس بےبسی اور کس‌مپرسی کی حالت سے گذرا آج اُس کا اندازہ لگانا مشکل ہے - غدر نے نہ صرف ہماری سیاسی طاقت کو مٹایا اور ہماری قومی خود داری کو گہری چوٹ لگائی ؛ اُس نے قوم کے شیرازے کو پراگندہ ، ہمارے ارادوں کو کمزور اور ہمتوں کو پست کر دیا - مغربی تہذیب کی نئی روشنی کے سامنے ہندستانی تہذیب کا چراغ ماند اور پھیکا پڑ گیا - جس نسل نے غدر کے ہنگامے کو دیکھا تھا اُس کی اخلاقی حالت قابل افسوس ہو گئی - اُسی کو مخاطب کر کے " اکبر " نے اپنی مشہور نظم میں کہا تھا :—

قفس ہے کم ہمتی کا سہمیں، پڑے ہیں کچھ دانہ ہاے شیریں
اُنھیں یہ مائل ہے طبع شاہیں، نہ بال اب ہیں نہ پر رہے ہیں

لیکن چوتھائی صدی بعد جو نئی پودھ اُگی اُس کے ذہن سے پرانے دہشت ناک حادثوں کی یاد فرو ہونے لگی - مغربی دولت کے گھمنڈ اور طاقت کے زعم نے اُس کے دلوں پر ٹھیس لگائی اور سر زمین ہند میں نئے ولولوں اور نئی خواہشوں کا بیج بویا -

چکبست اِسی تبدیلی کے زمانے میں پیدا ہوئے - اُنھوں نے سلطنت اودھ کے دارالخلافۃ میں، جو پرانی تہذیب کا گہوارہ تھا، تعلیم حاصل کی - لکھنؤ میں ابھی وہ اثر باقی تھے جن پر پرانے تمدن کی مہر ثبت تھی - ایسے لوگ موجود تھے جن کی آنکھوں نے پرانی صحبتیں دیکھی تھیں - انگریزی کالج اور لکھنؤ کی فضا میں اُن کی دماغی نشو و نما ہوئی اور اِن دونوں کا اُن کے حساس دل پر گہرا اثر پڑا - چکبست اُن لوگوں میں نہ تھے جو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر، پسینہ بہا کر، شاعر بنتے ہیں - شاعری اُن کی فطرت میں تھی - اُنھیں بچپن سے شاعری کا شوق تھا -

شاعری کی کئی قسمیں ہیں- ایک شاعری وہ ہے جس کا انداز والہانہ ہے اور جس میں جذبے کی حکومت ہے - اِس شاعری کے فدائی بڑھتے ہیں تو بےشرع صوفیوں کی طرح مجذوبوں سے مل جاتے ہیں! دوسری شاعری وہ ہے جو حدوں کی پابند ہے - احساسات سے تو کوئی شاعری اصلیت میں مستغنی نہیں؛ لیکن یہ دوسرے شاعر ماورائے عقل جذبات کی غلامی کے لیے تیار نہیں- اگر پہلی جماعت طائر خیال کو نیلگوں آسمان کے اوپر، منتہائے نظر کے پرے، اُڑا لے جانا چاہتی ہے؛ تو دوسری ممکن الوجود خوبیوں کی دل‌کش تصویریں کھینچنے کی متمنی ہے - چکبست نفاست پسند تھے- شستگی اور سلاست کے دلدادہ تھے- بے راہ روی، غلو اور مبالغے سے دور تھے - مغلق الفاظ کے گورکھ دھندوں سے اُنھیں نفرت تھی - وہ اِس فلسفے کے قائل تھے کہ سچائی صفائی کا نام ہے، اِس لیے اگر خیالات میں سچائی ہے تو اُسے الفاظ کی صفائی میں جھلکنا چاہیے - اگر طرز بیان میں اُلجھن ہے تو وہ خیالات کی گتھیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے - بقول آتش شاعر کا کام مرصع ساز کا ہے - وہ الفاظ کے سچے نگینوں کو تلاش کرتا ہے اور اُنھیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ٹھیک بٹھلاتا ہے - چکبست اُن

فن کاروں میں سے تھے جنھوں نے اِس کام میں کمال حاصل کیا - الفاظ کی بندش ' ترکیبوں کی چستی ' بیان کی سلاست اور روانی تو اُن کی زبان کا طرۂ امتیاز ہیں ہی' اِس کے علاوہ اُن کی قادرالکلامی الفاظ کے خوش سلیقہ انتخاب سے ٹپکتی ہے - اُن کے الفاظ میں توازن اور ترنم ہے - ذوق سلیم اور تہذیب یافتہ ذہن کا پرتو ہے - متانت اور بلاغت ہے - لالہ سری رام اپنے تذکرے " خمخانۂ جاوید" میں چکبست کی نسبت فرماتے ہیں :—

" اِس میں شک نہیں کہ اکثر بند حد درجہ موثر اور پر درد ہوتے ہیں اور صفائی اور سادگی سے خالی نہیں- مگر خیال کی بلند پروازی اور شوکت الفاظ بہت زیادہ ہے - مناظر کے سین مختلف جذبات کے فوٹو ' حب وطن ' ادب و اخلاق کی دل‌فریب تصاویر تو کثرت سے دکھائی دیتی ہیں - محض حسن و عشق کے چرچے بہت کم - واقعات کے نظم کرنے میں آپ کی قابلیت اور مشاقی مسلم ہے - ایک چھوٹا اور معمولی واقعہ بیان کرنے کے لیے پہلو بدل بدل کر کئی کئی بند مسلسل لکھ جاتے ہیں - تشبیہات خوب برتتے ہیں - بعض جگہ اسلوب بیان میں ایسی روانی اور دل‌کشی ہوتی ہے کہ اساتذہ کے کلام کا دھوکا ہوتا ہے - رامائن کے جو سین آپ نے نظم کیے ہیں اُن کی دل‌چسپی و دل فریبی حد توصیف سے باہر ہے " -

یہ تحریر اُس زمانے کی ہے جب چکبست کی عمر صرف اٹھائیس برس کی تھی - اُس وقت چمنستان شعرا کے اِس نونہال کی زندگی کے سولہ بارآور سال باقی تھے -

چکبست شاعر تھے اور ناقد بھی - اُردو شاعری عام طور پر اور اُس زمانے کی شاعری خصوصاً ' ایک خاص قسم کی محدود شاعری تھی - چند اِنے گنے خیالات اُس کا سرمایہ اور ایک خاص فلسفۂ زندگی اُس کی

روح تھی - اِنھیں بنیادوں پر لفظوں کو اُلٹ پھیر کر نظم کر دینے کا نام شاعری تھا - اچھے شاعر لفظوں کے انتخاب اور صنائع ' بدائع کے استعمال میں شاعری کا کمال سمجھتے تھے - چکبست شاعری کے اِس پہلو کے معترف تھے ' لیکن اُن کا مطمح نظر اِس سے بالا تر تھا - وہ آتش ' غالب ' انیس کے شیدائی تھے - خیالات کی جدت کو شاعری کا جزو لاینفک سمجھتے تھے - اپنی شاعری کے متعلق نہایت خاکساری کے ساتھ فرماتے ہیں - "اپنے دوستوں کا دل بہلانے کو کبھی کبھی شعر کہہ لیتا ہوں - پرانے رنگ کی شاعری یعنی غزلگوئی سے نا آشنا ہوں - لیکن اُسی کے ساتھ میرا عقیدہ یہ ہے کہ محض نئے خیالات کو توڑ مروڑ کر نظم کردینا شاعری نہیں ہے - میرے خیال کے مطابق خیالات کی تازگی کے ساتھ زبان میں شاعرانہ لطافت اور الفاظ میں تاثیر کا جوہر ہونا ضروری ہے - لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں قدر دان سخن ہوں؛ سخنور نہیں ہوں- جس کا نام شاعری ہے وہ اور چیز ہے؛ جو بہر حال مجھے نصیب نہیں" -

چکبست کا مختصر کلام "صبح وطن" کے نام سے اُن کی وفات کے سال؛ سنہ ۱۹۲۶ع میں طبع ہوا - اُس میں ۳۱ نظمیں ہیں ' قریب چالیس غزلیں ' کچھ رباعیاں اور کچھ متفرق اشعار - کل جلد ۱۷۷ صفحات پر مشتمل ہے - نظموں کی تفصیل یوں ہے کہ کچھ قومی ہیں جن کا تعلق خاص قومی تحریکوں سے ہے؛ یا جن کا محرک حب وطن کا جذبہ ہے - کچھ مرثیے ہیں جو قومی رہبروں یا اپنے دوستوں کی موت کی یادگار میں لکھے گئے ہیں - کچھ نظمیں قومی اصلاح کی ترغیب کے لیے حیطۂ تحریر میں لائی گئی ہیں - کچھ میں اخلاقی خیالات کی ترجمانی کی ہے اور کچھ میں تاریخی واقعات کی داستان نظم ہے - تین چار

نظموں میں قدرتی مناظر کی تصویر کھینچی ہے ' اور ایک میں لکھنؤ کے امام باڑے کا بیان ہے - کلام میں نظموں کا حصہ ہی غالب ہے -

چکبست کی قومی نظموں کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ مذہبی تعصب اور فرقہ‌بندی کے جذبے سے بالکل آزاد ہیں - اُن کا حب وطن صحیح معنوں میں کل اہالیان وطن کی محبت ہے - کہتے ہیں :—

بلائے جاں ہیں یہ تسبیح اور زنار کے پھندے
دل حق بیں کو ہم اِس قید سے آزاد کرتے ہیں
اذاں دیتے ہیں بت خانے میں جاکر شان مومن سے
حرم میں نعرۂ ناقوس ہم ایجاد کرتے ہیں

خاک ہند کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں تو بتاتے ہیں :—

گوتم نے آبرو دی اِس معبد کہن کو
سرمد نے اِس زمیں پر صدقے کیا وطن کو
اکبر نے جام اُلفت بخشا اِس انجمن کو
سینچا لہو سے اپنے رانا نے اِس چمن کو
سب سور بیر اپنے اِس خاک میں نہاں ہیں
ٹوٹے ہوئے کھنڈر ہیں یا اُن کی ہڈیاں ہیں

یہی رواداری تلمیحوں میں ہے :—

یہی پیام ہے کوئل کا باغ کے اندر
اِسی ہوا میں ہے گنگا کا زور آٹھ پہر
ہلال عید نے دی ہے یہی دلوں کو خبر
پکارتا ہے ہمالہ سے ابر اٹھ اٹھ کر
طلب فضول ہے کانٹے کی پھول کے بدلے
نہ لیں بہشت بھی ہم "ہوم رول" کے بدلے

کیا ہے فاش پردہ کفر و دیں کا اِس قدر میں نے

کہ دشمن ہے برہمن، اور عدو شیخ حرم میرا

اگر وہ وطن کی خدمت کے لیے پکارتے ہیں تو ہندو اور مسلمان دونوں کو برابر :—

بھنور میں قوم کا بیڑا ہے ہندوو! ہشیار

اندھیری رات ہے کالی گھٹا ہے اور منجدھار

اگر پڑے رہے غفلت کی نیند میں سرشار

تو زیر موج فنا ہوگا آبرو کا مزار

مٹے گی قوم یہ بیڑا تمام ڈوبے گا

جہاں میں بھیشم و ارجن کا نام ڈوبے گا

دکھادو جوہر اسلام اے مسلمانو!

وقار قوم گیا، قوم کے نگہبانو

ستون ملک کے ہو، قدر قومیت جانو

جفا وطن پہ ہے، فرض وفا کو پہچانو

نبی کے خلق و مروت کے ورثہ‌دار ہو تم

عرب کی شان حمیت کی یادگار ہو تم

ہندوستان کی تاریخ میں اپنے اسلاف سے جو اُنھیں عقیدت ہے اُس کا اگر ایک جانب راماین کے ایک سین میں پورا پورا مظاہرہ ہے تو دوسری طرف آصف‌الدولہ کے امام باڑے میں۔ امام باڑے کو اودھ کی تہذیب کے لیے سرمایۂ ناز بتاکر کہتے ہیں :—

جس کے فیضان حکومت کا کرشمہ ہے یہ

اِس کے سایہ میں ہے سویا ہوا وہ خلق نواز

اُس کی همت کی بلندی هے، بلندی اِس کی
اُس کے اخلاق کی وسعت کا هے اِس میں انداز
جب زیارت میں محرم کو بشر آتے هیں
چاندنی رات میں آتی هے فلک سے آواز
بے ادب پا منه اینجا که عجب درگاه است
سجدہ گاہ ملک و روضۂ شاهنشاہ است

چکبست کی قومی نظموں کی ایک صفت یہ هے که اُن کے جذبے میں اعتدال پسندی اور میانه روی هے - گو وہ باغ وطن کی بہار کے پجاری هیں؛ زمین هند کو رتبے میں عرش اعلیٰ سے کم نہیں سمجھتے - وہ اُس کی پھول پھلواریوں، ساون کی کالی گھٹاؤں، برسات کی هلکی پھوهاروں، کوئلوں کی کوک، موروں کی صدا، گنگا اور جمنا کی لہروں کے متوالے هیں- لیکن اُنہیں اپنے وطن کی جو اصلی چیز سب سے پیاری هے وہ یہاں کی پرانی تہذیب هے - اِس تہذیب کی بنیاد علم و اخلاق پر هے؛ ذات انسان کی محبت، مروت، وفا، صفائی اور خوف خدا پر - وہ هندوستانی تہذیب کے اِن اصلی جوهروں کے دلدادہ هیں- لیکن وہ اصلاح کے حامی، جہالت، ظلم، عیش پرستی اور ظاهرداری کے دشمن هیں- مغربی تہذیب سے اُنہیں ردوکد نہیں؛ نمائش سے عداوت هے - قوم کی لڑکیوں سے مخاطب هو کر کہتے هیں-

نقل یورپ کی مناسب هے مگر یاد رهے
خاک میں غیرت قومی نه ملانا هرگز

لیکن نقل یورپ کے کیا معنے هیں؟ وہ سنیے:—

مست هیں حب وطن سے، کوئی میخوار نہیں
مجھکو مغرب کی نمائش سے سروکار نہیں

اپنے ہی دل کا پیالہ پیے مدہوش ہوں میں
جھوٹی پیتا نہیں مغرب کی، وہ مے نوش ہوں میں

اور صاف صاف کہتے ہیں :—

حیف اکبر سے جو یورپ کے ہوئے ہیں ممتاز
ہے وطن میں بھی غریب الوطنی پر اُنہیں ناز
پھر یاران طریقت سے ہے غیروں سے ہے ساز
وہ بنائی ہوئی چتون، وہ انوکھے انداز
لب و لہجہ میں لگاوٹ ہے طرحداری ہے
اک فقط رنگ پہ قابو نہیں، لاچاری ہے
اُن کو تہذیب سے یورپ کی نہیں کچھ سروکار
ظاہری شان و نمائش پہ دل و جان ہیں نثار
ہیں وہ سینے میں کہاں غیرت قومی کے شرار
جن سے مغرب میں ہوئے خاک کے پتلے بیدار
سیر یورپ سے یہ اخلاق و ادب سیکھا ہے
ناچنا سیکھا ہے اور لہو و لعب سیکھا ہے

اُن کی نظموں میں مبالغہ نہیں، لیکن صداقت کی گونج ہے - مانا
، چکبست کے اشعار احساسات میں ہیجان و تلاطم نہیں برپا کرتے
یکن اُن میں درد ہے - یہ جذبات کے ذریعے ذہن میں جاگزیں
وتے ہیں اور ہماری عقل سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں - درد دل
پہلا بند ملاحظہ ہو :—

درد ہے دل کے لیے اور دل انساں کے لیے
تازگی برگ و ثمر کی چمنستاں کے لیے

ساز آہنگ جنوں، تار رگ جاں کے لیے

بیخودی شوق کی، مجھ بے سر و ساماں کے لیے

کیا کہوں کون ہوا سر میں بھری رہتی ہے

بے پیے آٹھ پہر بے خبری رہتی ہے

فلسفۂ حیات کو ایک شعر میں باندھا ہے :—

فنا کا ہوش آنا، زندگی کا درد سر جانا

اجل کیا ہے ؟ خمار بادۂ ہستی اتر جانا

مسز بسنٹ کی خدمت میں قوم کا پیام وفا لے جاتے ہیں :—

ہو چکی قوم کے ماتم میں بہت سینہ زنی

اب ہے اِس رنگ کا سنیاس یہ ہے دل میں ٹھنی

مادر ہند کی تصویر ہو سینے پہ بنی

بیڑیاں پانو میں ہوں اور گلے میں کفنی

ہو یہ صورت سے عیاں عاشق آزادی ہیں

قفل ہے جن کی زباں پر، یہ وہ فریادی ہیں

آج سے شوق وفا کا یہی جوہر ہوگا

فرش کانٹوں کا ہمیں پھولوں کا بستر ہوگا

پھول ہو جائیگا چھاتی پہ جو پتھر ہوگا

قید خانہ جسے کہتے ہیں وہی گھر ہوگا

سنتری دیکھ کے اِس جوش کو شرمائینگے

گیت زنجیر کی جھنکار پہ ہم گائینگے

چکبست کی عمر کا وہ حصہ جب اُن کے ذہن و قلب پر زمانہ اپنے تاثرات ڈال رہا تھا، ہندوستان کی تاریخ میں عجب کش‌مکش کا وقت

تھا - قوم کے دل میں یاس اور آرزو کی جنگ جاری تھی - حالت زمانہ کہتے تھے :—

گلشن قوم میں ہے پیش نظر رنگ عجیب
نخلے جاگے ہوئے ہیں، خواب گراں میں ہے نصیب
دل محبت سے خفا ہیں، تو مروت کے رقیب
دور ہیں دل سے، جو آنکھوں سے ہیں ہر وقت قریب
اب وہ پہلے کی محبت، وہ بھلائی ہے کہاں
دل کے آئینوں میں اگلی سی صفائی ہے کہاں

لیکن اگر ایک طرف نا امیدی مجبور کرتی ہے کہ " آخری افسانۂ شوق رفا " کہیں؛ تو دوسری طرف صحبت پریشاں باغ تمنا کے در و دیوار کا آسرا لگائے انتظار شوق میں بیتاب ہے :—

یاس کہتی ہے کہ جملے کا نہیں رنگ چمن
آرزو کہتی ہے اگلا سلسلہ ٹوٹے نہیں

چکبست کی شاعری میں حزن و ملال کا پہلو از بس نمایاں ہے - رہبران قوم کے دلخراش نوحے، جواں مرگ دوست، عزیز و اقارب کی موت کے ماتم، اُن کے کلام کا معتدبہ حصہ ہیں - اُن کے مزاج کی اُفتاد میں ترپیچیدگی سے مناسبت معلوم ہوتی ہے - دکھ درد بھری داستانوں کا بیان، غم و الم کی دل‌سوز تصاویر کا مرقع، اُن کے فسوں ساز قلم کا کرشمہ ہیں - جن نظموں کا ایسے موضوع سے بلاواسطہ تعلق نہیں اُن میں بھی درد کی کسک ہے - شائد انگریزی شاعر کے اِس مقولے سے وہ متاثر تھے :—

" Our sweetest songs are those that tell of saddest thoughts ".

خود کہتے ہیں :—" محبت ہے مجھے کوئل کے درد انگیز نالوں سے " ا

یاس کا تخیل بسا اوقات اضمحلال کا مترادف ' حوصلے کا مخالف ' زندگانی کا منافی ہوتا ہے - لیکن چکبست کے ہاں اُس کی یہ صورت نہیں۔ گو " ماتم یاس " میں وہ انتہائی رنج کے عالم میں پکار اُٹھتے ہیں :—

انتظام دہر میں آخر ہے یہ تدبیر کیا
خواب دنیا ہے' تو ہے اِس خواب کی تعبیر کیا

لیکن اکثر وہ صبر کو ہاتھ سے نہیں کھوتے - اپنے دوست کا نوحہ لکھتے ہیں تو اِس شعر پر ختم کرتے ہیں :—

سفر اِس روح کا بھی طے ہو رحمت کے اُجالے میں
"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

اور بال گنگا دھر تلک کے مرثیے میں تو رونے کی آواز کو شجاعت و تہور کے نعرے میں چھپا دیتے ہیں - کہتے ہیں :—

شور ماتم نہ ہو ' جھنکار ہو زنجیروں کی
چاہیے قوم کے بھیشم کو چتا تیروں کی

پنڈت بشن نرائن در کے ساتھ اُنہیں خاص طور سے عقیدت تھی - اُنہیں اپنا محسن بزرگ اور پیر و مرشد مانتے تھے - اُن کی پرستش کرنا اپنا دین اور اُن کی تمنائے وفا میں مرنا اپنی آبرو سمجھتے تھے - اُن کی موت کا نوحہ لکھتے ہیں - ابتدا کرتے ہیں اظہار الم سے :—

دل مایوس محبت کا مزا خانہ ہے
اپنی آنکھوں میں یہ دنیا نہیں' ویرانہ ہے

لیکن مایوسی کو ایسا غالب نہیں ہونے دیتے کہ آنسوؤں کی جھڑی میں اُن کی زندگی کے کارنامے آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں - یہ نوحہ موت کا سوگ منانے والوں کا بَین نہیں ' مرنے والے کی خوبیوں کا ایسا تذکرہ ہے جس نے اُن کو فنا کے پنجے سے چھڑا بقائے دوام بخش دی ہے - یوں بھی

چکبست کی یاس اُس غریب ہندو بیوہ کی یاس نہیں، جس کی زندگی اپنے شوہر کی موت کے بعد وہ ختم نہ ہونے والی رات ہے جس کی قسمت میں صبح کا دیکھنا نہیں - نہ اُس غریب الدیار مسافر کی یاس ہے جو وطن سے دور کسی شہر کے گھر میں اپنی زندگی کے آخری لمحے گن رہا ہے اور جس کے نصیب میں اپنے بیوی بچوں کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا نہیں - اُن کی یاس دل افسردہ کرنے والی زندگی کُش یاس نہیں - اُس میں غم کا عنصر ہے مگر وہ غم جو " سراپا پر بطا ہستی سے ہم آغوش ہے " اور جو چہرۂ انسانیت کے لیے غازہ کا کام دیتا ہے - کون وطن پرست ہے جس کا دل قوم کی اخلاقی اور سماجی کمزوریوں کو دیکھ کر پاش پاش نہ ہو جاتا ہو - چکبست اگر اِس کے فریادی ہیں تو کیا بیجا ہے ؟

قـوم کی شیرازہ بندی کا گلا بیکار ہے
رنگ ہندو دیکھ کر ، طرز مسلماں دیکھ کر
دیدنی ہے بیخودی وارفتگان شوق کی
خود بخود ہنستے ہیں وہ چاک گریباں دیکھ کر

لیکن اُنہیں اِس بات کا احساس ہے کہ یہ حالت بےخودی ہے ؛ حالت مردنی نہیں - اسی لیے اُن کے ہاں یاس، آرزو سے وابستہ ہے - یہ اپنے دل میں نئے افق پر نیا آفتاب دیکھنے کا ارمان لیے ہیں -

یہ آرزو ہے کہ مہر و وفا سے کام رہے
وطن کے باغ میں اپنا ہی انتظام رہے
نئی شـراب ، نیـا دور اور نیـا ساقی
مے سرور میں دیر و حرم کی ناچاقی
یہی کسی کا حرم ہو کسی کا دیر رہے
یہ میکدہ رہے آباد ، خم کی خیر رہے

اِس آرزو کے حصول کی کیا صورت ہے؟ اِس کے دو جواب ملتے ہیں:—

غم نہیں دل کو یہاں دین کی بربادی کا
بت سلامت رہے انسان کی آزادی کا

کیا ہے فاش پردہ کفر و دین کا اِس قدر میں نے
کہ دشمن ہے برہمن اور عدو شیخ حرم میرا

لیکن یہ اُن کے خیالات کا تخریبی پہلو ہے - مگر شاعر کبھی محض ایک پہلو کی نمایندگی سے مطمئن نہیں ہوسکتا - گو یہ ضروری ہے کہ اُن خیالات کی بیخ کنی کی جائے جو قومی اتحاد و ترقی کی راہ میں دشواریاں پیدا کرتے ہیں - کون نہیں جانتا کہ فی زماننا اِس حرماں نصیب ملک میں مذہب کی آڑ میں کیا کیا شکار کھیلے جا رہے ہیں - کس قدر ذاتی اغراض کے حصول کی خاطر تعصب کو اُکسایا جا رہا ہے - اگر مذہب کے معنے خوں ریزی اور سب و شتم ہیں تو بہت لوگ راز اَلٰہی کے امینوں کو جو انسان کی محبت کو آزارسمجھتے ہیں' دور سے سلام کریں گے اور چکبست کے ساتھ اتفاق کریں گے:—

رہتے ہیں سدا فکر میں عقبیٰ کی گرفتار
دنیا کے فرائض سے نہیں اِن کو سروکار
یوں جادۂ تسلیم و رضا مل نہیں سکتا
اِن میں وہ خودی ہے کہ خدا مل نہیں سکتا

لیکن چکبست کے خیالات کا ایک تعمیری پہلو بھی ہے - وہ ہندستانی تہذیب کو علم و اخلاق کی بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں اُن کا صحیح خیال ہے کہ " زنار پہننے سے برہمن نہیں ہوتا " - بلکہ

مذہب بجز اخلاق روا ہو نہیں سکتا
معنی سے کبھی لفظ جدا ہو نہیں سکتا

مذھب کے معنے کیا ھیں ؟ کرشن گیتا کے آخری بند میں دیکھیے :—

پھر ھو دنیا میں کسی ھستی کامل کا ظہور
دل میں جس کے ھو سمایا ھوا خدمت کا سرور
جذبۂ خیر کی ھو جس کو پرستش منظور
بادۂ شوق سے ھوں جس کی نگاھیں مخمور
دل کی تسخیر کرے انجمن آرا ھو کر
ھو نہ دنیا سے خفا دین کا پیارا ھو کر

یعنی کثرت سے وحدت کا سبق حاصل کرنا جلوۂ معرفت سے ذھن اور دل کو منور کرنا ھے :—

جس سے انسان میں ھے جوش جوانی پیدا
اُسی جوھر سے ھے موجوں میں روانی پیدا
رنگ گلشن میں ، فضا دامن کوھسار میں ھے
خون رگ گل میں ھے ، نشتر کی خلش خار میں ھے
تمکنت حسن میں ھے ، جوش ھے دیوانے میں
روشنی شمع میں ھے نور ھے پروانے میں
رنگ و بو ھو کے سمایا وھی گلزاروں میں
ابر بن کر وھی برسا کیا کہساروں میں
شوق ھو کر دل مجذوب پہ چھایا ھے وھی
درد بن کر دل شاعر میں سمایا ھے وھی
نور ایماں سے جو پیدا ھو صفا سینے میں
عکس اُس کا نظر آتا ھے اِس آئینے میں

چکبست کے کلام کا مطالعہ ہمارے ذہن کو اُس جواں مرگ شاعر کے کلام کی اُن خوبیوں کی طرف منتقل کرتا ہے جن کا اُن کی مطبوعہ شاعری میں محض آغاز نظر آتا ہے - اگر عمر وفا کرتی تو اُس پختہ کار سخن سنج٬ سخن فہم شاعر کے تخیل کی بلند پروازی اُسے کہاں سے کہاں پہونچاتی اِس کا اندازہ نہیں ہو سکتا - تینتالیس سال کی مختصر زندگی میں اُس کا ذہن اُن مدارج کو طے کرکے جن میں عقل انسانی فرد و جماعت کی زندگی کے ظاہری و اجمالی اصولوں کو پہچانتی ہے ٬ اُن گہرائیوں کا جائزہ لینے میں مصروف تھا جن کا تعلق تحقیق فلسفہ سے ہے - افسوس ! زمانے نے مہلت نہ دی اور اُردو شاعری کو محبت و معرفت کے اُس پورے پیام سے محروم کر دیا جسے سنانے کے لیے ایک سچا وطن پرست اور فراخ دل شاعر تیاری کر رہا تھا -

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ !

تذکرۂ کتب

گزشتہ سہ ماہی (اکتوبر—دسمبر سنہ ۱۹۲۸ع) میں -

پنجاب سے سب سے زیادہ مذہب ' پھر شاعری ' زبان ' افسانہ ' متفرقات اور طب پر کتابیں شائع ہوئیں - اُن کے بعد ریاضیات ' قانون ' تاریخ و جغرافیہ ' ڈراما ' اور سوانح کا نمبر رہا - پھر اور مضامین کی کتابیں شائع ہوئیں - اِن کی فن‌وار تفصیل یہ ہے :—

آرٹ	... ۱	متفرقات	... ۲۳
سوانح	... ۷	فلسفہ	... ۱
ڈراما	... ۸	شاعری	... ۳۷
افسانہ	... ۲۴	سیاست	... ۱
تاریخ و جغرافیہ	... ۹	مذہب	... ۳۸
زبان	... ۳۲	ریاضیات	... ۱۱
قانون	... ۱۰	طبیعیات وغیرہ	... ۱
طب	... ۲۱		

یہ کتابیں تعداد کے لحاظ سے (۲۲۴) ہیں -

ہندی مطبوعات افسانہ ' قانون ' طب ' فلسفہ ' سیاست ' ریاضیات اور طبیعیات پر نہیں شائع ہوئیں - باقی مضامین کی کتابوں کی تعداد (۳۶) ہے -

یو ' پی	میں آرٹ ' سوانح ' ڈراما ' قانون ' فلسفہ و سفرنامہ پر اُردو زبان میں کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

زبان اور شاعری پر سب سے زیادہ کتابیں نکلیں ؛ مذہب' تاریخ و جغرافیہ اور سیاست پر اُس سے کم اور باقی مضامین پر بہت ہی کم - تفصیل یہ ہے :—

افسانہ ... ۲	شاعری ... ۱۴
تاریخ و جغرافیہ ... ۹	سیاست ... ۴
زبان ... ۱۵	مذہب ... ۸
طب ... ۱	ریاضیات و میکانک ... ۲
متفرقات ... ۳	طبیعیات وغیرہ ... ۲

اِن کتابوں کی تعداد (۵۵) ہے -

ہندی کی کتابیں سفرنامے کے علاوہ تمام علوم پر شائع ہوئیں - فلسفے میں نفسیات اور اخلاقیات دونوں شاخوں پر کتابیں چھپیں - اِن سب کی تعداد (۴۹۲) ہے -

اہم اُردو مطبوعات کی فہرست دونوں صوبوں کی یہ ہے :—

"سوانح"

۱—مشاہیر پولیس' باتصویر' جلد اول—از مرزا فریدالدین بیگ - پنجاب پولیس کے چند افسروں کے کارنامے - صفحات ۳۹۱ - ہندا الکٹرک پریس جالندھر -

۲—ولیس قادیان حصۂ اول—از ابوالقاسم رفیق دلاوری - مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک ناقدانہ سوانح عمری - صفحات ۲۱۴ - اتحاد پریس لاہور -

"افسانہ"

۳—انسپکٹر کی لڑکی—از ایم جیکب - صفحات ۱۹۰ - آر' حجازی پریس لاہور -

۴—عورتوں کے افسانے—از کوثر چاندپوری - ہندوستانی ازدواجی زندگی کی نسبت قصوں کا ایک مجموعہ - صفحات ۲۷۲ - عالمگیر الکٹرک پریس لاہور -

۵—چاند کا گناہ اور دوسرے افسانے—از مہدی علی خاں - انگریزی اور یورپ کی دوسری زبان سے ترجمہ کئے ہوئے منتخب قصوں کا مجموعہ - صفحات ۵۲۲ - اکسپرٹ لیتھو پریس لاہور -

۶—روسی افسانے—از سعادت حسن منٹو - روسی مصنفین کے مختصر افسانوں کا ترجمہ - صفحات ۱۷۹ - عالمگیر الکٹرک پریس لاہور -

۷—افسانۂ بابل—از سردار محمد اقبال سیف - صفحات ۱۹۰ - آر ' مفید عام پریس لاہور -

" تاریخ و جغرافیہ "

۸—کسان اور اُس کی تحریک تنظیم—از منظور رضوی - صفحات ۱۱۵ - آزاد پریس میرٹھ -

" زبان "

۹—تاریخ نظم و نثر—از آغا محمد باقر - صفحات ۳۱۹ - آر ' برانچ کوآپریٹو کیپٹل پریس لاہور -

۱۰—قطرات شبنم—از گوردھن داس بی اے - ادبی مضامین کا مجموعہ - صفحات ۱۴۴ - مرکنٹائل پریس لاہور -

۱۱—رہنمائے اساتذہ—از کے' ال' رلیارام - تعلیم کے نئے طرزوں پر عملی اشارات - صفحات ۲۵۹ - علمی پرنٹنگ پریس لاہور -

۱۲—سرود جاوید—از شمس الحسن شمس - مثنوی "سحرالبیان" مصنفۂ میر حسن دہلوی پر ایک ناقدانہ تبصرہ - صفحات ۴ ' ۲ ' ۲۰۴ - ہاشمی پریس بدایوں -

" قانون "

۱۳—میڈیکل جورس پروڈنس—از محمد سلیمان قریشی - صفحات ۱۱۰ - وزیر ہند پریس امرتسر -

" طب "

۱۴—طبیب نسواں ' مع رہنمائے دائیاں—از حاجی محمد اصغر علی - صفحات ۱۹۲ - ہندا الکٹرک پریس جالندھر - ساتواں اڈیشن -

۱۵—اسرار جیلانی—از حکیم غلام جیلانی - صفحات ۴۰۰ - آفتاب برقی پریس امرتسر -

۱۶—پاکٹ ڈاکٹر یا جیبی حکیم - از محمد عبدالرحمان - صفحات ۲۱۰ - کارونیشن پریس لاہور - دوسرا ایڈیشن -

۱۷—مفتاح الخزائن—از محمد فیروزالدین - صفحات ۷۰۸ - پانچواں ایڈیشن - برانچ کواپریٹیو کیپٹل پریس لاہور -

۱۸—کنول صحت—از محمد خلیل شاہ—صفحات ۱۷۹ - برانچ کواپریٹیو کیپٹل پریس لاہور -

۱۹—نیا علم شفابخشی—از لوئیس کوھیلی - صفحات ۳ ' ۱۳ ' ۶۵۴ ' ۹۲ ' ۴ ' ۲ - نواں اڈیشن - مدینہ پریس بجنور -

" متفرقات "

۲۰—کالا علم المعروف اُلّو کے معجزے—طلسمات پر ایک مصری کتاب کا ترجمہ - صفحات ۲۱۹ - آر ' امرت الکٹرک پریس لاہور -

۲۱—ترکاری—از جی ایم ' ملک - چند ترکاریاں بونے کی نسبت ہدایات - صفحات ۲۰۸ - آر ' برانچ کواپریٹیو کیپٹل پریس لاہور -

" شاعری "

۲۲—درس غالب—مرتبۂ پیرزادہ ابراھیم حنیف - دیوان غالب - صفحات ۱۹۹ - حجازی پریس لاہور -

۲۳—کیفیات—از ڈاکٹر موہن سنگھ ' ایم-اے ' پی ایچ ڈی - دیوانہ تخلص - نظموں کا مجموعہ - صفحات ۸۵ + ۱۰۳ - مرکنٹائل پریس لاہور -

۲۴—قندیل نور—از نور ادھیانوی - مرثیوں کا ایک مجموعہ - صفحات ۱۸۴ - هندا الکٹرک پریس جالندھر -

۲۵—شہنشاہ نامۂ اسلام—از عیش بدایونی - آنحضرت صلعم اور خلفاے راشدین کے غزوات - صفحات ۲۱۵ - هاشمی پریس بدایوں -

۲۶—جمالیاتی شاعری [۱]—از سعید انصاری - منتخب اشعار کا مجموعہ - صفحات ۳۲ - بلویڈیر اسٹیم پرنٹنگ پریس الہ‌آباد -

" سیاست "

۲۷—علم تمدن—از کنھیا لال ورما ' ایم اے - صفحات ۴ ' ۲۱۵ - علمی پریس بنارس -

" مذهب "

۲۸—تعمیر نو—از عبداللہ انور بیگ ' ایم ' اے - ال ال ' بی - صفحات ۱۹۹ - مسلم سوسائٹی کی هندستان میں دوبارہ تعمیر - عالمگیر الکٹرک پریس لاہور -

۲۹—عرفان نانک—از برج بلب سنگھ ' بیدی - سکھوں کی دعا - "جاپ جی صاحب" کا اُردو ترجمہ - صفحات ۲۲۲ - مرکنٹائل پریس لاہور -

۳۰—ید بیضا—از ڈاکٹر سید نجم‌الدین احمد جعفری - اسلام اور مسلم سوسائٹی پر مضامین کا ایک مجموعہ - صفحات ۱۲۰ - آرمی پریس شملہ -

---

[۱]—اِس کا ترجمہ انگریزی میں " The beautiful art of Poetry " کیا گیا ہے ' جو غلط ہے - صحیح ترجمہ یہ ہے :— " The Aesthetic Poetry "
(مدیر)

۳۱—بچوں کے لئے رامائن—از پروفیسر رام سروپ - آسان زبان میں رامائن - صفحات ۳۲۸ - آر، مرکنٹائل پریس لاہور -

۳۲—جیون چرتر تتھا سدھانت اپدیش—از سوامی بھگوان سنگھ - تمام اہل مذاہب کو مذہبی ہدایات - صفحات ۳۸۷ - ہندا الکٹرک پریس جالندھر -

---

تبصرہ

][از سعید انصاري مدیر رسالہ][

دیوان بیدار

مرتبۂ مولوی محمد حسین محوي ' صدیقی ' لکھنوی - مدراس یونیورسٹی - قیمت دو روپے ' آٹھ آنے -

بقائے اصلح ایک قانون قدرت ہے - اِس قانون کی کار فرمائی دنیا میں ہر جگہ نظر آتی ہے - ادبی دنیا کے دائرے میں بھی اگر اِس کی صداقتیں پہچاننا چاہیں تو مثالوں کی کمی نہیں - میر محمدي بیدار کا دیوان خود اِس کی ایک زندہ شہادت ہے !

بیدار کے حالات اور کلام سے معاصر تذکرہ نویسوں نے جو بے اعتنائی برتی وہ میر ' قائم' حسن' اور مابعد کے تمام تذکروں سے ظاہر ہے ! "واقعات کی کھتونی" کے شائق روتے ہیں کہ بیدار کے کارنامہاے زندگی کا معتدبہ سرمایہ موجود نہیں - اب اِس غفلت کی تلافی کس طرح کی جائے ؟ "نفسیاتی تجزیہ" کے ماہر انگشت بدندان ہیں کہ اشعار میں ذاتی حالات کے ذکر سے بچتے ہوئے شاعر نے اپنے کو "ادبی پوست مارتم" سے کس قدر محفوظ کرلیا ہے ! اب اُس کے لیے نیزوں اور برچھیوں کو کس طرح دعوت دی جائے ؟ حقیقت یہ ہے کہ اِس شخصیت کے جتنے رخ غیر ضروری تھے وہ انتخاب طبیعی کے ہاتھ نے چھانٹ دیے - اور جتنا حصہ باقی رہنا ضروري تھا ' وہ باقی رہ گیا - اور یہی بقائے اصلح ہے !

یا تو یہ حالت تھی کہ میر وغیرہ کے تذکروں میں بیدار کا ایک اور صرف ایک شعر درج تھا؛ اور یا پھر یہ حالت ہوئی کہ بیدار کا کلام تلاش کیا جانے لگا - اور اُن کے دیوان کے نسخے جا بجا ملنے لگے - ایسے نسخوں کی ایک نا تمام فہرست درج ذیل ہے :—

۱—نواب شیفتہ کا نسخہ (گلشن بے خار ص ۳۹) -

۲—دو دیوان - خمخانۂ جاوید کے مصنف نے لکھا ہے - " دو دیوان مرتب کرلیے تھے - جو تلاش سے اب بھی مل جاتے ہیں" (ص۹۹۳، ج۱) اِس سے ندوی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ " ممکن ہے اُس کے کتب خانے میں ہوں" (دیوان بیدار ص۳۴) - مگر خمخانے کی جو عبارت نقل کی ہے، اُس میں اور ہماری نقل کردہ عبارت میں فرق ہے - ہمارے سامنے خمخانے کا بار اول والا نسخہ، سنہ ۱۹۰۸ع کا، مطبع منشی نول کشور واقع لاہور کا چھپا ہوا ہے -

۳—ایک اور نسخہ :—ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ " مولانا حسرت موہانی کو بھی اُن کے دیوان اُردو و فارسی کا نسخہ ملا ہے" - (دیوان بیدار، ص ۳۵) -

۴—مولوی عبدالحق کا نسخہ - اِس میں اُردو اور فارسی دونوں دیوان شامل ہیں - (دیوان بیدار ص ۳۹) -

۵—آنریبل عبدالقدوس پادشاہ کا نسخہ - (دیوان بیدار ص ۳۵) -

۶—مولوی احسن مارہروی کا نسخہ - اِس کا ذکر جلیل قدوائی صاحب نے اپنے مرتب کردہ دیوان بیدار (مقدمہ ص ۳۱) میں کیا ہے -

۷—جلیل قدوائی صاحب کا نسخہ - اِس میں اُردو اور فارسی کے دیوان شامل ہیں -

۸—تذکرۂ گلزار ابراہیم میں علی ابراہیم خاں خلیل نے بیدار کے ۷۵ شعر نقل کیے ہیں - اور اُن کے دیوان کا ذکر کیا ہے - یہی تمام اشعار اور حالات لطف نے گلشن ہند میں لے لیے ہیں - اگر خلیل نے اُن کا دیوان دیکھا تھا تو پٹنے میں ایک نسخے کا وجود ثابت ہو سکتا ہے -

۹—ایک اور نسخہ :— اِس کا ذکر مصحفی کے تذکرۂ ہندی (ص ۳۱) میں آیا ہے - ممکن ہے کہ اُسی سے اشعار انتخاب کیے ہوں - اگر یہ صحیح ہے تو پھر لکھنؤ میں بھی ایک نسخے کا پتا چلتا ہے -

لیکن تعجب ہے کہ اِتنے نسخوں کی موجودگی میں دیوان بیدار کے مرتب کرنے والوں کو صرف دو دو نسخے دستیاب ہو سکے ! ایسے زمانے میں جب کہ آئنسٹائن کے نظریۂ اضافیت نے زمان و مکان کا فرق بالکل اُڑادیا ہے ؛ اور ہوائی راستوں کے جال نے فضاے بسیط کے اوپر اوپر پھیل کر نئی اور پرانی دنیاؤں کو ایک کردیا ہے ؛ حیرت ہے کہ دیوانِ بیدار کے مرتب کرنے والے شمال و جنوب کا فرق بھی نہ مٹا سکے ؛ اور الہ‌آباد کی ہندستانی اکیڈیمی اور مدراس کی یونیورسٹی کے درمیان کوئی رشتۂ اتحاد نہ پیدا ہو سکا !

جس زمانے میں یہ کام شروع ہوا ہے ' وہ شائد دونوں جگہ ایک ہی تھا - جلیل صاحب کے مقدمے کی تاریخ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۳۵ع ہے - اور دیوان بیدار کے چھپنے کا سنہ ۱۹۳۷ع ! معنوی صاحب کے مقدمے کی تاریخ ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۳۹ع ہے اور دیوان بیدار کا سن طباعت جیسا کہ انگریزی لوح پر لکھا ہے سنہ ۱۹۳۹ع ! (اُردو لوح پر سنہ ۱۹۳۵ع غلط چھپا ہے -) اِس سے اِس بات پر روشنی پڑے گی کہ کیوں بقول جلیل صاحب " کسی بزرگ نے اِس کار خیر میں میری مدد کرنا ضروری نہیں سمجھا ! " - (ص ۳۱) -

جلیل صاحب نے صرف اُردو کا دیوان شائع کیا ہے - اُس کی ضخامت ۱۳۵ صفحات کی ہے - باریک ٹائپ میں چھپا ہے - اُس میں ۲۲۹ غزلیں ' ۲ نعتیہ مسدس ' ۱۱ مخمس ' اور ۲۱ رباعیاں ہیں - (اصل دیوان میں ۲۹ بڑھائی گئی ہیں) - مخدوی صاحب کے اُردو دیوان میں ۲۱۷ غزلیں ' ۱۰ خمسہ جات ' ۱۹ رباعیاں ' ۱ نعتیہ مسدس ہے - اُس کی ضخامت ۱۳۲ صفحات ہے - لیکن اُس کا خط جلی اور پاشاں ہے -

اِن اعداد سے واضح ہوتا ہے کہ جلیل صاحب کے نسخے میں اشعار زیادہ ہیں -

شاعر کے حالات لکھنے میں مخدوی صاحب نے زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے - مگر حکیم قدرت‌الله قاسم کا مجموعۂ نغز ' جلیل صاحب کی طرح اُن کو بھی میسر نہیں آیا - یہ کتاب سنہ ۱۹۳۳ع میں شائع ہوگئی تھی - اِس میں بیدار کے ۸۲ اشعار درج ہیں - اُن کے علاوہ بعض اور خاص باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں' مثلاً

۱—بیدار کے خاندان کی نسبت جلیل صاحب بالکل ساکت ہیں - مخدوی صاحب نے لکھا ہے کہ خاندان کا '' کچھ پتا نہیں چلتا '' (ص ۲) لیکن تذکرۂ قدرت میں ہے کہ

'' از سادات مستقرالخلافت اکبرآباد بود '' - (ص ۱۱۷)

اِس عبارت سے ایک نئی بحث پیدا ہوتی ہے - بہت ممکن ہے کہ میر وغیرہ کی طرح بیدار بھی اکبرآبادی ہوں - بعد میں دلّی چلے آئے ہوں - اور پھر آخیر میں وطن واپس ہوگئے ہوں - اِس بات کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ معاصر تذکروں میں اُن کا وطن دهلی نہیں بتلایا گیا ہے -

میر لکھتے ہیں :—"تخلص جوانے ست از یاران مرزا مرتضی قلی بیگ فراق - مصرع ریختہ درست موزوں می کند - و مرزا مرتضی قلی شاعر مربوط فارسی ست - اکثر در صحبتہا با فقیر بگرمی پیش می آید - از بیدار است -

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو
کیا تجھ لب نیں ہم رنگ خجالت' لعل و مرجاں کو

" تحفۃالشعرا " از افضل بیگ قاقشال ' اور " گلشن گفتار " از خواجہ‌خاں حمید میں اُن کا ذکر نہیں - سید فتح علی گردیزی کے تذکرۂ " ریختہ گویاں " میں بیدار کا وہی شعر لکھا ہے جو میر کے ہاں ہے اور ساتھ ہی یہ عبارت بھی لکھی ہے :—

" بیدار ' بر حالش آگہی دست ندارد " - (ص ۲۵) -

قائم کہتے ہیں - " از خوبان روزگار است - فہمے تیز و تند دارد - از چندے تغیر لباس کرد بہ استغنائے تمام بسر برد - " (ص ۹۳) -

حسن :—"میاں محمد علی المتخلص بہ بیدار' جوان محمد شاہی است از شاگردان مرتضی قلی بیگ کہ شاعر فارسی‌گو بود و فراق تخلص می نمود - قریب چہاردہ سال شدہ باشد کہ فقیر اورا در لباس درویشی در شاہجہان‌آباد دیدہ بود - طبع دردمند داشت - باریک و منحنی' بزیور علم و حیا آراستہ - معلوم نیست کہ الحال کجا است " (ص ۹۵) -

شفیق نے " شاعریست خوش گو بطرف ہندوستان " لکھنے پر قناعت کی ہے - اور میر تقی کی نکات‌الشعرا کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ دو بیت اُن کے نام میں میرنے لکھے ہیں - لیکن بیت ایک ہی نقل کیا ہے - (ص ۵۰) -

مصحفی نے یہ اضافہ کیا ہے - " حالا گویند کہ از چندے در اکبرآباد رونق افزاست " (ص ۳۱) -

اِن تمام معاصرین کے سکوت سے یہ مسئلہ بہت زیادہ قابل توجہ ہو گیا ہے - شیفتہ کا یہ لکھنا کہ "اصلش از دهلی" کافی نہیں ہے - کیونکہ وہ معاصر نہ تھے -

دوسری دلیل یہ ہے کہ رسالۂ ہندستانی (جنوری سنہ ۱۹۳۷ع ، ص ۵۲) میں بیدار کو اکبرآبادی کہا گیا ہے اور یہ دعویٰ بھی ایک اکبرآباد کے مضمون نگار کا ہے - اِس میں صرف یہ غلطی ہے کہ اُن کو میر کے اُن ہم عصروں میں شمار کیا گیاہے ، جو آگرے سے باہر نہیں گئے -

۲—بیعت کے سلسلے میں حکیم قدرت نے ایک فقرہ یہ بھی لکھا ہے :—

" و نسبت ارادت بشاہ عبدالستار مرحوم کہ یکے از برگزیدگان حضرت ستارالعیوب ، علام‌الغیوب بود ، جل جلالہ و عم نوالہ ، داشت" - (ص ۱۱۸) - اِس کے بعد لکھا ہے کہ اخیر میں مولانا فخرالدین سے خلافت کا خرقہ ملا تھا - شاہ عبدالستار کے ذکر سے سب تذکرے خاموش ہیں -

۳—شاعری میں تلمذ کا مسئلہ قدرت نے اِس طرح حل کیا ہے :—

" اگرچہ بہر دو زبان سخن می گفت - اما بیشتر میل بریختہ گوئی [داشت] - در فارسی نسبت (تلمذ) بمردے (ایران) را خوبی التیام مرتضی قلی خاں نام المتصف بہ خلت (و وفاق) المتخلص بہ (نوا) ق دارد - و اشعار ریختہ از نظر تربیت‌اثر (مضمار سخن سازی را) یکہ تاز مرد خواجہ میر درد گزرانیدہ و باصلاح استاد اکثرے از سخن پردازان عالم شیخ ظہور الدین حاتم ہم رسیدہ " - (ص ۱۱۷ و ۱۱۸ ج ۱)-

مصحفی صاحب نے حاتم کی استادی سے اِس بنا پر انکار کیا ہے کہ " حاتم کا نام صرف خمخانۂ میں ، اور بروایت ضعیف تاریخ ادب اردو میں نظر آتا ہے - مگر کوئی حوالہ نہیں ہے - نہیں معلوم کس وثوق پر لکھا ہے - غالباً قابل التفات نہ ہونے کی وجہ سے گل رعنا نے اِس کو نہیں

لیا " - (ص ۲۴) - اب یہ عبارت دوبارہ نظر کی مستحق ہے - خواجہ میر درد کی شاگردی کی نسبت مولوی عبدالحق صاحب کی توجیہ بھی یہیں سے نکلتی ہے ، جس کی بنا پر جلیل صاحب نے درد اور بیدار کی غزلوں میں مشابہت دکھائی ہے - (نسخہ نمبر ۱ ص ۷) -

بیدار کے شاگردوں میں جلیل صاحب کو حشمت اور مجرم کے نام معلوم ہو سکے تھے - معنوی صاحب نے اُن دو کے علاوہ حیف اور شیدا کا نام بھی لیا ہے - (نسخہ نمبر ۲ ص ۲۵) -

معنوی صاحب نے بیدار کا سنہ ولادت متعین کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے - وفات کا سنہ دونوں نے ایک ھی لکھا ہے - عمر میں صرف ایک سال کا فرق ہے - معنوی ۶۵ اور جلیل ۶۴ بتاتے ہیں - البتہ شیفتہ کی گلشن بےخار کے حوالے سے معنوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ بیدار آگرے کے محلہ " کٹرۂ دندان فیل " میں رہتے تھے ، یہ مجھے شیفتہ کی کتاب میں نہیں ملا - میرے سامنے نولکشور لکھنؤ کا بار دوم (سنہ ۱۳۲۸ھ) کا چھپا ہوا تذکرہ ہے -

کلام بیدار پر جلیل صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب کی جو جلتی تلی رائے ، گل رعنا سے نقل کی تھی (ن ۱ ، ص ۱۴) مولوی معنوی صاحب نے اُسکا ماخذ بتادیا ہے ، یعنی وہ مولوی حسرت موہانی کی رائے ہے جو خمخانہ اور گل رعنا میں نقل کی گئی ہے- (ن ۲ ، ص ۳۰) -

معنوی صاحب نے قلمی نسخوں کے املا وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے شاعر کے شاعرانہ عیوب بھی دکھائے ہیں - یہ ناخوشگوار فرض جلیل صاحب نے ادا نہیں کیا تھا - اب یہ " فرض کفایہ" اُن کے سر سے بھی ساقط ہو گیا !

مقدمے کے بعد اردو دیوان شروع ہوتا ہے - اکیڈیمی اور یونیورسٹی کے نسخوں میں کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ تعداد غزلیات ، کافی فرق موجود ہے - لفظوں اور مصرعوں کا اختلاف بھی ہے -

مثلاً ردیف (الف) میں ن ۱ میں (۵۷) غزلیں ھیں - اور ن ۲ میں (۵۲) - اُسکے بعد ۹ شعر متفرقات میں لکھے ھیں - ن ۱ کی حسب ذیل غزلیں اِس نسخے میں نہیں ھیں :—

۱—کہاں هم رهے پھر کہاں دل رهے گا

۲—دامن کو ناصحوں سے چھڑایا نہ جائے گا

۳—اشک سے سوز غم عشق بجھایا نہ گیا

۴—اُس گل کا چمن میں کل مذکور دھن آیا

۵—تونے اے جادو نظر کیا کر دیا

۶—اهل کمال سے جو هوا کام وہ گیا

۷—عاشق نہ اگر وفا کرے گا

ن ۲ کی حسب ذیل غزلوں سے ن ۱ خالی ھے :—

۱—پھر شتاب آئے ' وہ دلدار ' خدا کو سونپا

۲—کون سا روز کہ یاد رخ دلبر نہ کیا

اِن غزلوں میں اشعار کی تعداد بھی مختلف ھے - پہلی غزل میں ن ۱ میں (۱۹) شعر دیے ھیں ' لیکن ن ۲ میں (۱۸) ھیں - یہ شعر نہیں ھے :—

ٹک دیدۂ دل کھول کے تو دیکھ کہ رخشاں
ھر ذرۂ حادث میں ھے خورشید قدم کا

دوسری غزل میں ن ۱ میں (۹) شعر ھیں ' اور ن ۲ میں ۸ - یہ شعر نہیں ھے -

یک جلوۂ دیدار اگر پاؤں میں تیرا
کافر ھوں ' جو پھر ' لوں میں کبھی نام بتاں کا

ن ۲ کی پانچویں غزل میں (۹) شعر ہیں - حالانکہ یہی غزل
ن ا میں (۱۰) شعروں کی ہے - اِس کا نمبر ۱۰ ہے - اور زائد شعر یہ ہے :—

جوش بہار دیکھ کے اُس گل عذار کا
ہے داغ داغ رشک سے دل لالہ زار کا

ن ۲ کی سولھویں غزل (٦) شعروں کی ہے - یہی غزل ن ا میں
(۵) شعروں کی ہے اور اِس کا نمبر بھی ۱٦ ہے - زائد شعر یہ ہے :—

تجھ بن اے شمع رو ' مجھے ہر شب
شعلہ سا اضطراب میں رہتا

ن ۲ کی اُنیسویں غزل (۹) شعروں کی ہے - یہی غزل ن ا میں
بائیسویں ہے؛ اور (۸) شعروں کی ہے - یہ شعر ن ا میں نہیں ہے :—

جو شخص مثل آئینہ حیراں ہوا نہ ہوئے
نہیں اُس کسو روے یار سزاوار دیکھنا

ن ۲ کی ۲٦ویں غزل میں' جو ن ا میں ۲۹ ویں ہے' (۷) شعر
درج ہیں - لیکن ن ا میں (۹) ہیں - یہ دو شعر زائد ہیں :—

نالہ ہرچند ہم نے کر دیکھا آہ اب تک نہ کچھ اثر دیکھا
آج کیا جی میں آ گیا تیرے مجسم ہو جو اِدھر دیکھا

ن ۲ کی ۳۰ویں غزل میں (٦) شعر ہیں' ن ا میں ایک شعر کم
ہے - اِس غزل کا نمبر وہاں ۳۳واں ہے - یہ شعر -

اگرچہ جل گیا ' پروانہ آسا ' دل مرا ' لیکن
نہ تجھ سے رشتۂ الفت مرا اے شمع رو ٹوٹا

ن ا میں نہیں ہے -

۳۱ ویں غزل ن ا میں ۳۴ ویں ہے - اور اُس میں (۵) شعر ہیں -
حالانکہ ن ۲ میں (٦) ہیں - زائد شعر یہ ہے :—

رم کیا شوخ مرے پاس سے آہو کی مثال
اِس سبب خانۂ دل آج ہے ویران میرا

ن ۲ کی ۳۲ ویں غزل میں (۱۰) شعر ہیں - یہ ن ۱ میں ۳۹ ویں ہے، اور (۷) شعروں کی ہے - تین زائد شعر یہ ہیں :—

دیکھنا پھر ترا اے یار نہ ہونے پایا
درد دل کا مرے اظہار نہ ہونے پایا

اے حیا شوخ کو طفلی سے کیا پردہ نشین
کسی کو اُس سے سروکار نہ ہونے پایا

سرد مہریٔ بتاں کے سبب اے دل اب تک
اثر آہ شرربار نہ ہونے پایا

ن ۲ کی ۳۵ ویں غزل (۶) شعروں کی ہے - ن ۱ میں یہ شعر کم ہے :—

بھلا کیا، ارے ظالم مجھے شہید کیا
وگرنہ گور میں ارمان یہ رہا کرتا

ن ۲ کی ۴۵ ویں غزل (۱۳) شعروں کی ہے - لیکن ن ۱ میں (۹) شعر ہیں - وہاں اِس غزل کا نمبر ۴۹ ہے - چار شعر یہ ہیں :—

مہرباں قدر جانیے میری — مجسا مخلص کہیں نہ پائیے گا
یہی رونا اگر ہے اے انکھیوں — خانۂ مردماں ڈبائیے گا
ماہ رویاں، کہاں تلک ہم کو — آتش ہجر میں جلائیے گا
ضبط گریہ نہ ہوئے گا جوں شمع — سوز دل کر تمیں ستائیے گا

اِن غزلوں کے علاوہ باقی مشترک غزلوں کے اشعار برابر برابر ہیں - گو لفظوں اور مصرعوں کا اختلاف بھی کافی ہے - متفرق اشعار ن ۱ میں ردیف الف میں نہیں ہیں -

یہ ایک ردیف (الف) کا بالکل سرسری جائزہ ہے؛ جس میں مختلف اشعار کی کمی بیشی دکھائی گئی ہے - اگر مصرعوں کی ترتیب اور الفاظ کے فرق کو نمایاں کیا جائے' تو اِس ایک ردیف میں بھی بڑا ذخیرہ موجود ہے؛ جو مضمون کی طوالت کا موجب ہوگا - اس لیے اُسکو قلم انداز کیا جاتا ہے -

معصومی صاحب نے اِن اختلافات کی جو وجہ بیان کی ہے' وہ اُنھیں کے لفظوں میں درج ہے -

" یہ عجیب بات ہے کہ یہ اور اِسی قسم کے بعض دیگر نقائص همیں زیادہ تر اُن اشعار میں ملتے ہیں؛ جو نسخۂ اول میں ہیں' لیکن نسخۂ ثانی میں نہیں ہیں - اِس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ نسخۂ ثانی اُس کلام کی نقل ہے جس پر مصنف کی نظر ثانی یا اُن کے کسی استاد کی اصلاح ہو چکی ہے - اور نسخۂ اول اُس کلام کی نقل ہے جو نظر ثانی و اصلاح سے محروم رہا ہے "- (ص ۳۰) -

یہی اختلاف کا سبب جلیل صاحب کے یہاں بھی سمجھ لیجئے -

اِس دیوان میں معصومی صاحب نے فارسی کلام بھی شامل کیا ہے - یہ حصہ ص ۱۳۳ سے شروع ہوکر ص ۱۷۵ پر ختم ہوا ہے - اِسمیں غزلیات' ترجیع بند' رباعیات' قصائد' قطعات تاریخی' مثنویاں' غرض سبھی کچھ ہے - اِس کی اطلاع مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں دی ہے - جلیل صاحب کے پاس بھی فارسی دیوان موجود ہے' مگر اُنھوں نے اُس کو شائع نہیں کیا -

آخر میں ہم اِس کامیاب کوشش پر جناب مرتب کو مبارکباد دیتے ہیں - اُن کی محنت و کاوش سے دیوان بیدار کا ایک اچھا نسخہ شائع ہو گیا -

---

شاعروں اور ادیبوں سے ضروری التماس

خاکسار الہ آباد یونیورسٹی میں جولائی سنہ ۱۹۳۸ع سے بحیثیت ریسرچ اسکالر زیر نگرانی محترمی پروفیسر جناب سید محمد ضامن علی صاحب ایم-اے ' صدر شعبۂ اُردو کام کر رہا ہے - میرے ریسرچ کا عنوان " اُردو ادب میں ہندوؤں کی خدمات " ہے - اِس کے اندر نہ صرف مختلف اصناف سخن میں ہندو شعرا کی خدمات کا ذکر کیا جا رہا ہے بلکہ زبان اُردو سے متعلق تمام ادبی شاخوں (مثلاً مضمون نگاری ' ناول نگاری ' مختصر افسانہ نگاری ' ڈراما نگاری ' تذکرہ نگاری ' تاریخ گوئی ' و نیز تاریخ ' جغرافیہ ' فلسفہ ' سائنس ' ریاضی وغیرہ) میں خامہ فرسائی کرنے والے ہندو صاحبان کے مختصر حالات زندگی مع اُن کی ادبی خدمات کے لکھے جا رہے ہیں - شعرا کا ذکر بلحاظ مختلف دور اور مقام سکونت (دہلی - لکھنؤ - اکبرآباد - الہ آباد - پنجاب - بہار - دکن اور دیگر مقامات) کیا جا رہا ہے - اُمید ہے کہ آپ حضرات کی عنایت سے یہ کتاب دور حاضر تک کے لیے ایک نہایت جامع اور مکمل تذکرہ ثابت ہوگی - اِس لیے اُن ہندو حضرات کی خدمت میں جن کی ادبی خدمات کا ذکر بہار گلشن کشمیر ' خمخانۂ جاوید کی مطبوعہ چہار جلد اور بہار سخن مولفۂ بابو شیام سندر لال صاحب برق سکندرپوری میں نا کافی ہے یا بالکل نہیں کیا جا سکا ہے ' یہ ادب التماس ہے کہ وہ براہ کرم اپنے ' اور اگر ممکن ہو تو اپنے زمانے کے گمنام ہندو شاعروں اور ادیبوں کے مختصر حالات مع نمونۂ کلام (صرف بیس پچیس اشعار یا دو تین نیچرل نظموں کی چند ابیات) نیز اپنی اور اُن کی خودنوشتہ کتابوں کے نام مع سن تصنیف و تالیف یا ترجمہ کے خاکسار کے پاس ذیل کے پتے سے جلد ارسال کر کے مرہون منت فرمائیں -

گنپت سہائے سری واستو ' ایم-اے
ریسرچ اسکالر - اُردو ڈیپارٹمنٹ الہ آباد یونیورسٹی

اُردو علم و ادب ' تنقید و تعلیم ' سیاست و ظرافت ' فنیات و
معلومات کا

مصور ماہنامہ

" شاہکار " لاہور

ملک کے فاضل نقاد علامہ تاجور و خواجہ مقصود جاوید ایم اے کی ایڈیٹری میں مشرق و مغرب کے بلند ادبیات کا خزینہ بن کر شائع ہو رہا ہے - سات رنگ کا بیحد حسین سرورق - آرٹ کی سہ رنگی و یک رنگی دلکش تصاویر $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۴}$ کے ۷۲ جہازی صفحات جن میں عام تین رسالوں کے مضامین سمائے ہیں -

مشاہیر شعراء کی روح پرور نظمیں ' وجد آفریں تازہ افسانے ' اُردو ادب اور اصناف ادب پر تاریخی و تنقیدی بلند تبصرے ' ہندوستان اور آزاد ممالک کے تعلیمی نظریات ' زندگی اور دنیا کے متعلق تازہ حالات ' ظریفانہ و سیاسی مضامین کے علاوہ انگریزی ' عربی ' فارسی' ہندی زبانوں کے تازہ رسالوں سے بلند مضامین نظم و نثر کے دلکش حصوں کا انتخاب دے کر شاہکار کے پڑھنے والوں کو ترقی یافتہ زبانوں کے علمی ادبی رسالوں کے مطالعے سے بےنیاز کر دیا جاتا ہے - سالانہ چندہ چھ روپے - نمونے کا پرچہ پانچ آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر - نادار خریداروں سے رعایتی چندہ بذریعہ پیشگی منی آرڈر صرف چار روپے آٹھ آنے -

پتہ :—دفتر رسالہ " شاہکار " بیڈن روڈ ' لاہور -

هندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ کے مقاصد

ا—اُردو اور ہندی ادب کی حفاظت اور اُن کی ترقی اور نشو و نما کی کوشش کرنا۔

(الف)—مختلف مضامین کے مطبوعات میں سے منظور شدہ کتابوں پر اِنعام دینا۔

(ب)—معاوضے وغیرہ کے ذریعے غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرانا اور اُن کو شائع کرنا۔

(ج)—یونیورسٹیوں اور علمی اِداروں میں وظائف دے کر یا دوسرے ذرائع سے اُردو اور ہندی زبانوں میں تصنیف یا ترجمے کے کاموں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(د)—اکیڈیمی کے محسنوں کو اعزازی فیلو منتخب کرنا۔

(ہ)—ایک کتب خانہ قائم کرنا اور اُس کا اِنتظام رکھنا۔

(و)—مشہور ارباب علم و فضل کو علمی مقالات کے لیے مدعو کرنا۔
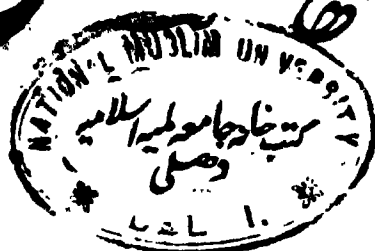
ہندستانی اکیڈمی کا تماہی رسالہ

جولائی سنہ ۱۹۳۹ع

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

سالانہ چندہ چار روپئے

هندستانی سنه ۱۹۳۹ع

ایڈیٹر : مولانا سعید انصاری

فہرست مضامین

ہندستانی

ہندستانی اکیڈیمی کا تماہی رسالہ

جلد ۹ { جولائی سنہ ۱۹۳۹ع { حصہ ۳

شاہ سراج کی اُردو شاعری

[از مولوی عبدالقادر سروری، ایم اے، ال ال بی]

حضرت سید شاہ سراج الدین، سراج اورنگ آبادی، جو "جانشین ولی" مشہور تھے، اُردو کے اُن شعرا میں سے ہیں، جن کی شاعری اپنی بعض بےمثل خصوصیات کی بدولت ولی، میر اور سودا کی شاعری کے پہلو بہ پہلو زندہ رہے گی- وہ اورنگ‌آباد میں اُس زمانے میں پیدا ہوئے تھے جب یہ شہر دکن کا سب سے بڑا سیاسی مرکز تھا اور اُن کی زندگی میں یہ علمی اور ادبی مرکز بھی بن گیا - اِس شہر کو اورنگ‌زیب نے فروغ دیا، ورنہ اُس سے پہلے یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا؛ جسے ملک عنبر نے بسایا تھا - دارالحکومت بن جانے کے بعد، یہ رفتہ رفتہ دکن کے قدیم شعری ذوق اور قطب شاہی عہد کی شایستگی کا بھی مرکز بن گیا تھا - اُردو غزل کے سب سے پہلے اُستاد، حضرت "ولی" کے نغمے ابھی تک اِس شہر کی فضا میں گونج رہے تھے اور اِس کی علمی اور ادبی قدردانیوں کا شہرہ سن سن کر، اکناف ہند سے علما اور شعرا یہاں کھنچ کھنچ کر آرہے تھے - علامہ غلام علی "آزاد" بلگرامی، اولاد محمد "کامیاب" بلگرامی، شاہ غلام قادر "سامی"، براری، میر عبدالقادر "مہربان"، سید عبدالولی "عزلت" سورتی، للہ لچھمی نارائن

"شفیق"، عارف الدین خاں "عاجز"، میر غلام علی "ارشد" ساکن اوجین، امام الدین علی احمد نگری، میر حاجی رمال "حاجی" لاهوری، جیسے باکمالوں کا یہاں جمگھٹا تھا - اور شعر و سخن کے خوب معرکے رہا کرتے تھے -

سراج کی پیدایش کا سنہ ۱۱۲۷ھ ہے - اُنہوں نے پچاس سال کی عمر پائی اور سنہ ۱۱۷۷ میں انتقال فرمایا - یہ اورنگ‌آباد کے ایک مشہور مشائخ خاندان سے تعلق رکھتے تھے - بارہ سال کی عمر کے بعد سے سات سال تک اُن پر جذب و مستی کی کیفیت طاری رہی - اُس زمانے میں اُن کی فارسی شاعری کا آغاز ہوا، حالت جذب میں نفیس فارسی شعر اُن کی زبان پر جاری ہو جایا کرتے تھے - یہ قلمبند نہ ہوسکے اِس لیے ضایع ہو گئے - جب حالت جذب میں کمی ہوئی تو فقیروں کی صحبت کا اُنہیں شوق ہوا، اور حضرت شاہ عبدالرحمان چشتی سے اُنہوں نے بیعت کی - اُسی زمانے میں اُنہوں نے اُردو شاعری شروع کی؛ اور تین چار سال کے اندر اندر کم و بیش پانچ ہزار اشعار کا ایک مجموعہ فراہم ہو گیا، جو فکر نغز اور ندرت اسلوب کی بدولت، ہمیشہ یادگار رہے گا - دیوان کی ترتیب سنہ ۱۱۵۲ھ میں اُن کے ایک برادر طریقت، شاہ عبدالرسول چشتی نے انجام دی - سراج، غزل میں، زیادہ تر ولی اورنگ‌آبادی کی روایات کے پابند تھے، اس لیے وہ ولی کے جانشین کہلاتے تھے - ابھی اُن کی شاعرانہ قابلیتوں کا پورا اظہار بھی نہ ہونے پایا تھا کہ مرشد نے اُنہیں شاعری ترک کردینے کا حکم دیا؛ جس کے اتباع میں سنہ ۱۱۵۲ھ کے بعد سے عام طور پر شعر شاعری اُنہوں نے ترک کردی - اور دنیوی تعلقات سے کنارہ‌کش ہو کر عزلت گزیں ہو گئے - اُسی زمانے میں اُن کی مشہور مثنوی "بوستان خیال" لکھی گئی - اُس کے علاوہ ایک "منتخب دیوانہا" بھی مرتب کیا جو فارسی شعرا کے انتخابات کلام کا مجموعہ ہے -
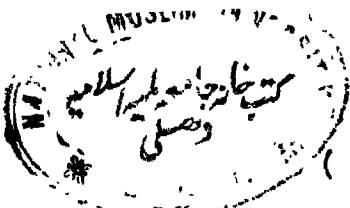
علامہ غلام علی " آزاد " ، اولاد محمد خاں " ذکا " ، لالہ لچھمی نارائن "شفیق" ، شاہ ضیاءالدین " پروانہ " وغیرہ اور اورنگ آباد کے اکثر شعرا اور علما ، سراج کے دوست یا معتقد تھے۔ اُن کے انتقال پر شہر کے تمام مشہور شعرا نے تاریخیں کہیں - اُن کا مزار اورنگ آباد میں ہے اور اِس سر زمین کے اولیا میں اُن کا شمار ہوتا ہے -

شاعری

سراج کا پایہ اُردو شاعری میں کس قدر بلند ہے، اِس کو سمجھنے کے لیے نہ صرف اُن کے کلام کی خصوصیات کو جاننا کافی ہے، بلکہ اُن کے معاصرین اور دوسرے غزل گو شعرا سے اُن کا مقابلہ بھی اِس مضمون پر بہت کچھ روشنی ڈال سکتا ہے - اُن کے کلیات کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اُن کی شاعری، حسن خیال اور لطف گفتار کا ایک ایسا دلنواز مجموعہ ہے جس کا مطالعہ ہر زمانے میں شوق سے کیا جائےگا - سراج اُردو کے اُن شعرا میں سے ہیں جو دماغ سے نہیں بلکہ دل سے شاعری کرتے تھے - شعرا کا یہ وہ برگزیدہ طبقہ ہے جس میں ولی، میر ، درد ، میر حسن ، میر انیس، نظیر ، غالب وغیرہ شامل ہیں - اُردو شاعری کی بہترین روایات ، اِنھیں شعرا کی بدولت قائم ہیں -

سراج کے لیے شاعری ، حقیقت میں " جذبات کا از خود چھلکاو " تھا - وہ کسی سے داد حاصل کرنے یا شعرا میں اپنی جگہ پیدا کرنے کے لیے شعر کی طرف رجوع نہیں ہوئے تھے - اگر یہ ہوتا تو ، ایسے وقت وہ شاعری سے کبھی دست کش نہ ہوتے ، جب اُن کی عزت اور وقعت اعلیٰ مدارج پر پہنچ رہی تھی - شاعری کا ملکہ اُن کی فطرت میں اُسی طرح ودیعت تھا ، جس طرح ایک خوش نوا پرندے میں نغمہ سرائی کا مادہ— یہی چیز اُنہیں شعر کہنے پر مجبور کرتی تھی، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ

اُن سے شعر کہلاتی تھی - جتنی قلیل مدت کے اندر اندر اُن کی شاعرانہ قابلیتوں کا نشو و نما ہوا ' وہ اِس بات کا نا قابل تردید ثبوت ہے - اکتساب سے جو شاعر' اپنے فن میں مہارت پیدا کرتے ہیں' وہ کبھی اِس قدر جلد نمود پر نہیں آسکتے- ایک طرف فطری لگاو' دوسری طرف شعرا کے کلام کے وسیع مطالعے نے' اُن کے شعری مذاق اور معیار کو بہت بلند کردیا تھا -

اِس میں شک نہیں کہ سراج نے اِسی فطری دباو کے تحت شعر کہنا شروع کیا تھا ' لیکن پھر اُنھوں نے اُس کو اپنے مرتبے سے ادنیٰ تر چیز سمجھ کر ' بہت جلد ترک بھی کردیا - اور یہ واقعہ ہے کہ سراج کا انسانی نفس' اُن کے شاعر کے نفس سے کہیں بلند تھا - اُن کے ترک شعر کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اُن کی شاعری کی شہرت بڑی حد تک علما اور شعرا کے حلقوں تک محدود ہوتی گئی اور وہ اپنی روحانی زندگی کی بدولت زیادہ سے زیادہ مشہور ہوتے گئے -

سراج' اپنے فطری رجحان کے لحاظ سے داخلی شاعری' جیسی کہ غزل کی شاعری ہوتی ہے ' کے اُسی طرح مالک تھے ' جیسے کہ ولی یا میر ہیں - اُردو شاعری کو مقبول بنانے میں' سراج کا رتبہ ولی سے شاید کم ہو' لیکن کسی دوسرے شاعر سے وہ کسی طرح کم نہیں ہے - اُس کو ہردل عزیز بنانے میں جو کام سراج نے دکن میں کیا ' وہی میر نے شمالی ہند میں انجام دیا - سراج کی شاعری' ہر حقیقی شاعر کی طرح' اپنی انفرادی خصوصیات کی مالک ہے کہ تھائی' تین سو سال کی وسیع شعری پیداوار کے باوجود اُن کی شاعری کا رنگ آج بھی سب سے الگ اور ممتاز ہے -

سراج کے متعلق میر تقی " میر " کے ایک مشتبہ بیان پر کہ وہ " شاگرد شاگرد سید حمزہ [۱] " تھے' شمالی ہند کے بعض تذکرہ نگاروں نے'

---

[۱]ــــملاحظہ ہو نکات الشعرا -

اُنھیں سید حمزہ دکنی کا شاگرد لکھا ہے - چند تذکرہ نگاروں نے اُس کی
تردید کی، تو بعد کے تذکروں میں یہ شبہہ ظاہر کیا گیا کہ انہوں نے شاید
سید حمزہ سے تعلیم حاصل کی تھی - سراج کے ہم‌وطن اور معاصر تذکرہ
نگاروں میں سے کسی نے اِس کا ذکر نہیں کیا - اِس کے علاوہ یہ بات خاص
طور پر قابل ذکر ہے کہ دکن میں اُس وقت تک شاگردی کا وہ سلسلہ
جاری نہیں ہوا تھا، جس کی ابتدا دھلی سے ہوئی - وجھی، غواصی، نصرتی،
ابن نشاطی، ولی غرض کسی کے متعلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کسی
شاعر کے اُنھیں معنوں میں شاگرد تھے، جن معنوں میں یہ اصطلاح اب عام
طور پر رائج ہے - ایک اور بات یہ ہے کہ سراج نے جن بزرگوں سے واقعی
یا معنوی استفادہ کیا تھا، اُس کے ذکر میں وہ کوتاہی نہیں کرتے -
چنانچہ حضرت شاہ عبدالرحمن کے فیضان کا ذکر اُنھوں نے اپنے اشعار میں
جا بجا کیا ہے - اِسی طرح شاعری میں ولی سے استفادے کی طرف اشارے
کیے ہیں - شعر لکھتے وقت وہ شاعری کے اُستاد سے کبھی چشم‌پوشی نہیں
کرسکتے تھے - وہ فطری شاعر تھے، اور اُن کے الہام کا اصلی ماخذ فطرت
فیاض تھی -

شعر میں اُنھوں نے اگر کسی سے کچھ استفادہ کیا تو وہ "ولی" ہیں -
چنانچہ وہ اپنی زندگی ہی میں " جانشین ولی" کی حیثیت سے شہرت
حاصل کرچکے تھے - اور یہ واقعہ ہے کہ اُنھوں نے اُردو شاعری میں نہ صرف
ولی کی روایات کو برقرار رکھا، بلکہ اُس کو نشو و نما بھی دیا - اِس
میں شک نہیں کہ سراج نے اُس "جگت گرو" کا اپنے آپ کو کبھی مقابل
نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو کمتر درجہ دیتے رہے، تاہم یہ
بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اُن کی شاعری اپنا ایک خاص طرز رکھتی ہے -
یہ صحیح ہے کہ ولی کے ذاتی اوصاف، اُن کی شخصیت اور اُن کے کمال

فن نے اُن کے معاصروں اور متبعین کو مسحور سا کررکھا تھا، اور اُن کے
تمام شخصی اوصاف کے باوجود، اُن کا شاعرانہ کردار کبھی نظر سے اوجھل
نہیں ہونے پا یا، لیکن سراج کی طبیعت اِس کے بالکل برعکس تھی -
وہ ایک ایسے خاموش صناع تھے، جسے اپنے کمالات کا آپ خود علم نہ ہو -
طبعاً وہ عزلت‌پسند واقع ہوئے تھے - پھر اُن کے روحانی میلانات نے اُنہیں
نہ صرف اِس عالم، بلکہ اِس کے سارے کمالات کے متعلق بہت زیادہ رجائی
نہیں رہنے دیا تھا - یہ ایسے اسباب تھے، جن کی وجہ سے، اُن کی شہرت
بہ حیثیت شاعر کے اپنی پوری وسعت کو نہ پہنچ سکی - "ولی" ایک
بحر ذخار تھے، ایک سیلاب رواں تھے، جس کے بہاو کی زد میں ہرچیز
آجاتی ہے - اُن کے مقابلے میں سراج کی طبیعت ایک معین‌رفتار ندی
کی سی تھی، جو خاموش سروں میں اپنا نغمہ سناتی ہوئی گزرتی ہے
اور جس زمین پر پہنچتی ہے، اُسے گلزار بنا دیتی ہے - ولی کی ہمہ گیر
اور مغلوب‌کن ذکاوت کے مقابلے میں، اُن کی شاعری کی ایک سرایت
کرنے والی خصوصیت، جسے وہ خود "سوز" سے تعبیر کرتے ہیں، بےحد
نمایاں ہے - اِن دونوں کی شاعری کے مقابلے کے لیے، اگر ہم کو مشہور
الفاظ مستعار لینے کی اِجازت ہو تو ہم کہیں گے کہ ولی کی شاعری "واہ"
اور سراج کی شاعری "آہ" ہے -

سراج کے زمانے تک اِس میں شک نہیں کہ ولی کی شاعری کے
الفاظ، اسالیب، استعاروں اور تلمیحوں میں تھوڑی سی تبدیلی یا
وسعت پیدا ہوچکی تھی، تاہم سراج نے غزل میں مجموعی طور پر ولی
کی روایات کو حتی‌الامکان قائم رکھا - اِسی لیے اِن تبدیلیوں اور سراج کی
طبیعت کے ذاتی عنصر کو علحدہ کر کے دیکھیے تو دونوں کی شاعری میں
بہت کم بنیادی فرق نظر آئےگا -

سراج نے ولی سے کس طور پر استفادہ کیا ' اِس کا تھوڑا بہت اندازہ اِس واقعے سے ہوسکے گا کہ ولی کی شاعری اُن کا مطمح نظر ہونے کے باوجود ' اُن کی بہت کم غزلیں ایسی ہیں جو ولی کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں - اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صورت سے زیادہ معنی میں ولی سے متاثر تھے - چنانچہ اُن کے کلام میں ایسے اشارے بھی ملتے ہیں' جن سے اِس کا ثبوت ملتا ہے - سوائے ولی اور حافظ کے' سراج نے کسی اور کے خیال یا کلام کی تضمین بھی کم کی ہے - ذیل میں ہم مقابلے کے لیے' دونوں کے کلام سے ہم‌ردیف اور ہم‌وزن غزلیں اور ہم‌مضمون اشعار درج کرتے ہیں ' تاکہ اُن کی شعری فکر کے انداز کا تھوڑا بہت پتا چل سکے -

ولی

دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشا
نہیں دیکھتا سُرج [۱] کی جھلکار کا تماشا

اے رشک باغ جنت جب سوں [۲] جدا ہوا توں
دوزخ ہے تب سوں مجھ کوں گلزار کا تماشا

نرگس نمن [۳] وہی نہیں پل مارنے کی طاقت
آ دیکھ اِس انکھاں [۴] کے بیمار کا تماشا

تب سوں "ولی" کا مطلب جا یوچ میں پڑیا [۵] ہے
دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشا

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسن بےحجاب اُس کا
بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اُس کا

ہوا ہے مجھ کوں شمع بزم یک رنگی سوں یوں حاصل
کہ ہر ذرے اوپر تاباں ہے دائم آفتاب اُس کا

---

[۱]—سورج - [۲]—سے - [۳]—کی طرح - [۴]—آنکھوں - [۵]—پڑا -

کرے عشاق کوں جھوں صورت دیوار حیرت سوں
اگر پردے سوں وا ہووے جمال بےحجاب اُس کا
سجن نے یک نظر دیکھا نگاہ مست سوں جس کوں
خرابات دو عالم میں سدا ہے وہ خراب اُس کا
مرا دل پاک ہے از بس ''ولی'' زنگ کدورت سوں
ہوا جھوں جوہر آئینہ مخفی پیچ و تاب اُس کا

اپس [۱] گھر میں رقیباں کوں نہ دے بار
چمن میں کام کیا ہے خار و خس کا

سراج

گر آرزو ہے تجھ کوں [۲] گلزار کا تماشا
کشتی میں چشم کی آ دیکھ آب کا تماشا
اے قبلۂ دل و جاں! تری [۳] بھلوں کے دیکھے
زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا
ہر قطرۂ اشک میں ہے ظاہر جمال مہ رو
پانی میں جھوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا
تجھ ہجر کی اگن میں ہے اب ''سراج'' بےکل
آتش میں دیکھ آ کر سیماب کا تماشا

چراغ مہ سیں روشن تر ہے حسن بےمثال اُس کا
کہ چوتھی چرخ پر خورشید ہے عکس جمال اُس کا
صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جھوں جیم کا نقطہ
عجب ہے خوشنما اُس عارض گلگوں پہ خال اُس کا

---

[۱]—اپنے ۔ [۲]—کو ۔ [۳]—تیری (؟) ۔

عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر

ہوا یوں جلوہ گر انکھوں میں قد نونہال اُس کا

جدا جب سیں ہوا وہ [۱] دلبر جادونظر مجھ سیں

جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اُس کا

''سراج'' اے شعلہ رو' ہے کونسا سو میں نہیں واقف

مجھے کیا پوچھتا ہے' پوچھ پروانے سیں حال اُس کا

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں

نشان گلشن فردوس ' زاغ پاتا نہیں [۲]

غرض ولی اور سراج کی شاعری میں زبان' اسلوب بیان اور خاص طور پر رنگ تغزل ' بےتکلفی' بےساختگی اور سلاست کی بہت سی خصوصیات جہاں مشترک ہیں' وہاں اُن کے اپنے شخصی نغمے جدا جدا ہیں - ولی کے پاس جو چیز رعب ' علمیت اور ہمہ‌گیر ذکاوت کی شان میں ظاہر ہوئی ہے ' وہی چیز سراج کے پاس درد اور سوز و گداز کی صورت میں جلوہ‌گر ہوئی ہے - سراج کی معمولی معمولی باتوں میں بھی ایک سوز ' اور ایک دل کو مسوسنے والی کیفیت موجود ہے - مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو ' جس میں وہ اپنے محبوب کو مخاطب کرکے اپنا احوال سنانا چاہتے ہیں - مخاطب کرنے کا انداز کس قدر موثر ہے -

اے جان سراج' ایک غزل درد کی سن جا

مجموعۂ احـــوال ہے دیـــوان ہـــمارا

کہو اُس لالۂ گلزار جاں کوں کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

---

[۱]—و - [۲]—بر وزن '' نغ '' -

چند اور شعر قابل ملاحظہ ہیں -

گھٹا غم، آہ بجلی، اشک پانی   برستا ہے عجب برسات تم بن

زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جوں توں

پن [۱] حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں

کیا خاک میں ملی ہیں میری جانفشانیاں

سراج کی شاعری مجسم درد ہے - اِس کیفیت سے وہ بخوبی واقف تھے - اُن کا دیوان ایسے اشعار سے بھرا پڑا ہے، جو سوز و گداز سے پُر ہیں - چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں -

ازل سیں مجھ کوں دیا درد صانع تقدیر

میرے نصیب کے شربت میں زہر گھول چکا

کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں

آشنا نہیں، دوست نہیں، ہمدم نہیں

کسی کوں راز پنہاں کی خبر نہیں   ہمارے درد کوں کم جانتے ہیں

طبیباں پاس جاناں درد سر ہے   جگر کے درد کوں کم جانتے ہیں

جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے   وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے

یہ درد اور سوز، میر کے کلام کی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے - لیکن میر کا مابہ‌الامتیاز " یاس " ہے اور وہ اِس مضمون کے پادشاہ ہیں - اِس کے مقابلے میں سراج کے پاس ایک احساس قناعت، تسلیم و رضا، سپردگی بلکہ درد میں بھی لذت کی چاشنی موجود ہے - شکایت یا انتقام کا جذبہ اُن کے دل میں کم پیدا ہوتا ہے - غرض سراج کے کلام کا مطالعہ

[۱]- پرنتو، پر -

کرنے والا ' جس کیفیت کو سب سے زیادہ محسوس کرتا ہے ' وہ اُن کا درد آگیں انداز ہے - یہ خصوصیت نہ صرف اُن کی غزل میں موجود ہے بلکہ ہر صنف کلام کا یہی نمایاں وصف ہے-جو لوگ نام کے اثرات کے قائل ہیں ' وہ اِس کو شاید ' " سراج " تخلص کا نتیجہ سمجھیں - اُن کی ایک مثنوی کا عنوان ھی " سوز و گداز " ہے - یہی دراصل سراج کی متصوفانہ زندگی کا مسلک تھا - اور یہی اُن کی عین حیات تھی- میر اور سراج کے کلام کا پہلو بہ پہلو مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اِس دنیا میں میر سے بھی زیادہ بےکس و بےبس انسان موجود ہے ' لیکن اُس کے لب ' فریاد اور "شکایت ھاے رنگیں" سے نا آشنا ہیں - ایک شعر میں فرماتے ہیں -

اپنی قسمت کے غم و رنج میں شاکر ہوں "سراج"

جو منجم نے ازل کے میری تقویم کہا

میر کا ارشاد ہے -

ناحق ہم مجبوروں پر ' یہ تہمت ہے مختاری کی

چاھتے ہیں سو آپ کرے ہیں'ہم کو عبث بدنام کیا

یاں کے سفید و سیاہ میں ہم کو' دخل جو ہے سو اِتنا ہے

رات کو رو رو صبح کیا ' یا دن کو جوں توں شام کیا

سراج " سراپا رہین عشق " تھے ' لیکن اِس کے ساتھ ھی ساتھ اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ' ہستی عشق کے سوا کچھ نہیں - اور عشق برق جاں‌سوز ہے - لیکن یہ سوز لذت سے خالی نہیں - اسی لیے اُنھیں اِس سودے میں " حاصل کا افسوس " کبھی نہ ہوا - بلکہ اِس برق جگرسوز کی روشنی میں اُنھیں کیفیت عالم نظر آ گئی - فرماتے ہیں -

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم

آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

اِسی مصیبت کیوں نے ' اُنھیں دنیا کی تمام مصیبتوں سے محفوظ اور مصئون کردیا تھا -

اُس کوں آفات حوادث سیں نہیں آسیب کچھ

جس کوں تعویذ گلوے دل ' ہوا طومار عشق

عشق کی بدولت جو آفتیں عاشق پر نازل ہوتی ہیں ' اُنھیں وہ ' عاشق کا سرمایۂ امتیاز سمجھتے ہیں '

تڑپناں [۱] ' تلملاناں'غم میں جلناں'خاک ہوجاناں

یہی ہے افتخار اپناں ' یہی ہے اعتبار اپناں

لیکن یہ کیفیت اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک محبت واقعی اور سچی نہ ہو -

بہت محال ہے ہوناں سراج کی مانند

برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی نہ لاف کرو

سراج اور میر کے کلام کا زرا بھی غور سے مطالعہ کرنے والا یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اردو میں بھی دو شاعر ایسے ہیں ' جن کی طبیعتوں میں ایک طرح کی مناسبت ہے اور اُن کی فکر کا انداز ایک دوسرے سے بہت ملتا جلتا ہے - بعض وقت ایک دوسرے کے اشعار میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے - خیال کا توارد کوئی غیر معمولی بات نہیں - لیکن جہاں خیال کے ساتھ الفاظ اور اسالیب کے سانچے بھی ایک ہو جائیں ' یہ بات اتفاقی نہیں رہتی - بلکہ اُس کی تہ میں کوئی نفسی یکسا نیت کا ہونا ضروری ہے - سراج اور میر کے پاس بعض خاص خاص مضامین ایک طرح سے بندھے ہیں - کہیں کہیں تو نہ صرف مصرعے بلکہ اشعار بھی ایک ہو گئے ہیں -

---

[۱]—قدیم رسم خط میں مصادر عموماً نون غنہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں-

هر طرف هیں اسیر هم‌آواز　باغ هے گهر ترا تو اے صیاد
لگتی هے کچھ سموم سی تو نسیم　خاک کس دل‌جلے کی دی برباد

یہ اقتباس بہت مختصر هے - حقیقی مناسبت کا اندازہ وسیع‌تر مطالعے کے بغیر ذهن نشین نہیں هوسکتا - ذیل میں چند هم‌مضمون شعر درج کیے جاتے هیں -

سراج

دامن تلک بھی هاے مجھے دسترس نہیں
کیا خاک میں ملی هیں میری جانفشانیاں

گوهر اشک سب سمائے هیں　آج دامن وسیع میرا هے

جس پھول نے ترے سیں کیا دعویِ جمال
وہ پائمال آفت باد خزاں هوا

دیوانے کوں مت شور جنوں یاد دلاؤ
هرگز نہ سنادو اُسے زنجیر کی آواز

هم فقیروں پر ستم ، جیتے رهو　خوب کرتے هو ، بجا کرتے هو تم

حال دل اشک و آہ سیں پوچھو　نہیں غلط ، دو گواہ سیں پوچھو
دل آشفتہ کا میرے احوال　اپنی زلف سیاہ سیں پوچھو
لشکر عقل کوں کیا غارت　بے خودی کی سپاہ سیں پوچھو

میر

ظلم و ستم سے خون کیا پھر دبا رها
برباد کیا گئی هیں میری جانفشانیاں

مارا مجھے بھی سان کے غیروں میں اُن نے میر
کیا خاک میں ملائیں میری جانفشانیاں

فیض اے ابر، چشم تر سے اُٹھا ــــ آج دامن وسیع ہے اُس کا

چمن میں گل نے جو کل دعویِ جمال کیا
جمالِ یار نے منھ اُس کا خوب لال کیا

مجھ دوانے کی مت ہلا زنجیر ــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

ہم فقیروں سے بے ادائی کیا ــــ آن بیٹھے، جو تم نے پیار کیا

اُس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو ــــ دل ہی جانے ہے، آہ مت پوچھو
ــــو گرفتار دام زلف اُس کا ــــ ہے یہی روسیاہ، مت پوچھو
میں کہ برگشتہ وے صف مژگاں ــــ پھرگئی ہے سپاہ، مت پوچھو

سراج کی شاعری کا دوسرا نمایاں عنصر، بے ساختگی اور ادائے
طلب میں بےحد سادگی ہے - بعض وقت یہ سادگی ہم کو نامانوس
ر غیر رسمی معلوم ہوتی ہے - واقعہ یہ ہے کہ اولین شعرا کے الہام کا ماخذ،
ھی دو شعرا کا کلام نہیں، بلکہ راست فطرت تھی - بعد کے شاعر، اُنہیں
الہام حاصل کرکے اسالیب کو سنوارتے رہے - اِس طرح سادگی سراج
ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ابتدائی دور کے کم و بیش تمام
شاعروں کے کلام کی یہ مشترک خصوصیت ہے - غزل میں، سادگی جہاں
سن اور لطافت کی حد تک پہنچ گئی ہے، وہ ولی، سراج، میر اور سودا
کلام ہے - ولی کے مقابلے میں سراج اور میر کے پاس کہیں کہیں لطیف
ناصی کا اثر بھی جھلک جاتا ہے - میر کو اپنے معیار درست کرنے کے لیے
نی مدت میسر آ سکی، اِس لیے اُن کا طرز جدید معلوم ہوتا ہے - ذیل
یں سراج کے ایسے اشعار پیش کیے جاتے ہیں، جن میں خیال اور اسلوب
اُن دونوں کی سادگی پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے - اِن میں
ثر اشعار "سہل ممتنع" ہیں، اور الفاظ کی نشست ترنم ریز ہے -

یا تو گلزار آپ ہو جاناں یا کسی گلبدن کے ہو رہنا

رخ ترا نسخۂ گلستاں ہے ہے خط سبز، جدول زنگار

نازک بدن سیں مت مل ، کئی بار میں کہا ہوں

جا من تری خوشی ہے، رسوائے عام ہوناں

ترے لعل لب میں ہے آب حیات پھرا جستجو میں سکندر عبث

اُس سیں بہتر ہے صورت دیوار جس میں سامان دلربائی نہیں

یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں

یہ عجب ہے کہ دن کو تاریکی رات کوں آفتاب دیکھا ہوں

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں، لیکن

کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

نقش دیوار صحن گلشن ہے جس نے دیکھا ہے، یار کی تصویر

دو رنگی خوب نہیں یک رنگ ہوجا سراپا موم ہو یا سنگ ہوجا

یہ اشعار سرسری طور پر انتخاب کیے گئے ہیں، ورنہ سراج کے دیوان میں ایسے اشعار ہر صفحے پر بکھرے ہوئے ملتے ہیں، جو سادگی سے جادو جگاتے ہیں -

اثر ، اُس کلام کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے، جس میں حسن سادگی اور درد کی کسک موجود ہو - اِسی اثر کی بدولت سراج کی غزلیں اُن کی زندگی میں اور آج بھی صوفیوں کی محفلوں میں پڑھی اور گائی جاتی ہیں - عبدالجبار خاں آصفی نے اپنے مخصوص انداز میں اِس کا اچھا نقشہ کھینچا ہے [۱] - وہ لکھتے ہیں کہ جب قوال اُن کی غزلیں گاتے، محفل پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی - کوئی روتا ، کوئی لوٹتا دکھائی دیتا - اب بھی اِس کیفیت کا مشاہدہ ہوسکتا ہے -

---

[۱]—ملاحظہ ہو محبوب الزمن ص ۴۸۵ -

غزل کی شاعری میں' ایسے شاعر کے کلام میں بھی' جو اخلاقی امور کا کم سے کم خیال رکھتا ہے ' بعض وقت اخلاقی نکتے قلمبند ہو جاتے ھیں' خواہ وہ عشقیہ پہلو ھی کیوں نہ رکھتے ہوں - سراج کی زندگی کا ایک مقصد ارشاد و ھدایت بھی تھا - گو اِس طرف اُن کی توجہ بعد میں منعطف ہوئی ' پھر بھی یہ چیز اُن کی سرشت میں تھی - چنانچہ اُن کے کلام میں ایسے اشعار بہ کثرت ملتے ھیں ' جن میں اخلاقی نکتے مضمر ھیں- اُن اشعار میں اُن کے مخصوص متصوفانہ رجحانات نے' ایک رفعت اور ایک بلندی پیدا کردی ہے - چند شعر نموتناً یہاں درج کیے جاتے ھیں -

کام جاھل کا ہے سخن چھنی اے "سراج" اُس کوں توں [۱] جواب نہ دے

طریق عشق میں وو [۲] بوالہوس ہے جو کوئی ھر قند پر مثل مگس ہے

جس کی نظر ہے فسق کے اوپر مثال سگ
وو شہر مرد عشق کے نزدیک خوک ہے

یار جانی تو زمانے میں نپٹ نایاب ہے
کوجئے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجئے

طلب کے عقدۂ مشکل کوں کھولے جو کوشش کی کمر ' یکبار باندھے

طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک
خیالات جہاں کوں ختم کر زیر و زبر کرناں

اخلاقی خیالات در اصل حکیمانہ طبیعت اور فلسفیانہ غور و فکر کا لازمی نتیجہ ہوتے ھیں - کسی شاعر کی بساط میں جب تک اُس کا سرمایہ نہ ہو ' اُس کی فکر میں گہرائی ' اسالیب میں ندرت اور مجموعی طور پر کلام میں انفرادیت پیدا ھی نہیں ہو سکتی - اِس نقطۂ نظر سے ' سراج کی شاعری ' اردو کے بہترین فلسفی شاعروں کی مد مقابل

---

[۱]—تو - [۲]—وہ -

ہے - عزلت پسندی ، فطرتاً حکیمانہ غور و فکر کو نشو و نما دیتی ہے -
اور اردو شعرا میں سراج کی سی بے تعلق زندگی ، بہت کم لوگوں کو
نصیب ہو سکی ہوگی - اِس لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ
سراج ، دنیا کے اکثر مسائل کے متعلق ایک راے رکھتے تھے اور شعر لکھتے
وقت غیر شعوری طور پر یہ خیالات اُن کے قلم سے نکل پڑتے تھے -

اردو غزل‌گو شعرا میں ، غالب کا کلام ، اِس خصوصیت کی وجہ سے
ممتاز ہے - عجیب بات ہے کہ بعض حقایق ، جن پر سراج نے اظہار خیال
فرمایا تھا ، غالب نے بھی اُن پر طبع آزمائی کی ہے- مثلاً دنیا کی بےثباتی
پر سراج کا ایک شعر ہے -

آب رواں ہے حاصل عمر شتاب‌رو
دھر فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا

اِسی خیال کو غالب نے اپنے طور پر اِس طرح ادا کیا ہے -

رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے هاتھ باگ پر ہے ، نہ پا ہے رکاب میں

سراج کا ایک اور شعر ہے -

میناے تن میں بوجھ غنیمت مے حیات
جیوں دور جام ، دور فلک بے درنگ ہے

غالب کا خیال ملاحظہ ہو -

نغمہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

گردش زمانہ سے متعلق دونوں کے اشعار ملاحظہ ہوں -

همیشہ دور عالم مختلف ہے
کہ ہے گردش میں ہردم نیلگوں طاس (سراج)

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا (غالب)

غالب کا ایک مشہور شعر ہے -

میں گیا بھی وہاں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب
یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں

مولانا حالی نے اِس شعر کی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اِس میں شاعر ' گالیوں کا معتاد اور معمولی جواب ' دعائیں سمجھتا ہے ' اور یہ چیز شعر کی جان ہے -

سراج کے پاس بھی خیال اِس طرح ظاہر ہوا ہے -

عوض نقد دعا کے مفت ہے دشنام اُس لب میں
ارے دل ' عشق کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو

راقم الحروف نے اِس سے پہلے سراج کے کلام کا جو انتخاب " سراج سخن " شائع کیا تھا ' اُس کو دیکھ کر ' حضرت داغ کے ایک مشہور شاگرد نے فرمایا تھا کہ "غالب کا رنگ آپ پر مسلط معلوم ہوتا ہے- انتخاب اِس کی چغلی کھاتا ہے " - ممکن ہے یہ خیال صحیح ہو - لیکن مجھے یقین ہے کہ سراج کے کلام کا مطالعہ ' جو شخص محض اِس نقطۂ نظر سے کرے گا ' اُسے سادگی کے درمیان جگہ جگہ ایسے اشعار ملیں گے ' جن پر غالب کی طرز فکر کا دھوکا ہو گا - اور وہ شاید یقین کرلے گا کہ غالب کی نظر سے ' سراج کا کلام ضرور گزرا ہو گا - تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں - مختصر یہ ہے کہ جب ہم غالب کے مخصوص انداز کا ذکر کرتے ہیں ' تو اُس کا مطلب ' فکر کی ندرت اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے ' نئیں سانچوں اور ترکیبوں کا وضع کرنا ہوتا ہے - اِس خیال کے مد نظر ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں -

اگرچہ یار کا ہے ، عضو عضو مرکز خوبی
ہے نقطۂ دہن تنگ پر مدار تبسم

ہے دل مرا گل رعنائے فصل فہر ، مقرر
کبھی خزاں تغافل کبھی بہار تبسم

عالم آب ہے سیرابی گلزار جلوں خطاساغر رگ برگ گل سوداسمجھوں

رخسار پر صنم کے جو خال سیاہ ہے
وہ مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

خیال نرگس ساقی سیں دل ہے لرزش میں
ہوا ہے رعشہ فزا کثرت مدام شراب

سراج نے بھی بیسیوں ترکیبیں ایسی وضع کی ہیں ، جن میں وہی انداز موجود ہے - مثلاً سبک روحان معنی، خار گراں جاں، فکر شرر افشانیء دل ، بلاے جان ہر نخچیر ، چراغان فراق ، شکست موج ، گوہر فشانی لب دریا نیاز ، بستۂ زلف گرہ دار وغیرہ - ان ترکیبوں میں ادائے مفہوم کی وہی ندرت پوشیدہ ہے جو غالب کا خاصہ ہے - مثلاً " فکر شرر افشانی دل " سے سراج کی مراد ، دل میں آگ کے جو شعلے بھڑک رہے ہیں اُن کو فرو کرنے کی تدبیر ہے - " چراغان فراق " سے مراد جدائی کی آگ اور " شکست موج " کا مفہوم پانی کی لہروں کے سلسلے کا ٹوٹ جانا ہے -

سراج اور غالب کا ایک مشترک رجحان تصوف ہے - میر درد کو مستثنیٰ کر کے ، حالی نے ، تمام اُردو شاعروں میں ، غالب کو حقیقی متصوفانہ ذوق رکھنے والا شاعر سمجھا ہے - لیکن سراج کی یہ عین زندگی تھی - اِسی پر اُن کی شعوری زندگی کی ابتدا اور انتہا ہوتی ہے - اِس لیے اُن کے کلام میں تصوف کا موجود ہونا فطری بات ہے - سراج کا شمار ، اِس میں شک نہیں کہ مجموعی حیثیت سے فنائی شاعروں میں ہونا

چاهیے - لیکن اُن کی شاعری کو جو چیز اِس نوع کے دوسرے شعرا ' مثلاً ایک طرف ولی اور دوسری طرف میر سے ممیز کرتی ھے ' وہ تصوف ھے -

سراج کا تصوف بلند خانقاہ صوفی ' اور جلت کے معاوضے پر عبادت کرنے والے زاھد سے بالکل جدا ھے - اُن کا تصوف صاحب دل کا تصوف ھے ' جس میں ' مطلوب حقیقی ' حسن مجسم ھے - جس عبادت میں محبت کا شائبہ نہ ھو ' اُسے وہ " زھد " سے تعبیر کرتے ھیں اور لطیف پیرایوں میں اُس کا خاکہ اُڑاتے ھیں -

چاھئے زاھدوں کوں حجرا تنگ　　باغ عاشق ھے وسعت مشرب

زاھد خشک کوں شراب نہ دے　　آب دے ' خار و خس کوں آگ نہ دے

اگر مسجد میں اے زاھد وو مست نیم‌خواب آوے

ترے ھر دانۂ تسبیح میں بوے شراب آوے

غرض سراج کی شاعری کی پوری اهمیت کو سمجھنے کے لیے یہ ذھن نشین رھنا چاھیے کہ اُنھوں نے تصوف کو " برائے شعر گفتن خوب است " نہیں سمجھا - یہ اُن کے لیے حقیقت تھی اور اِسی لیے اُس میں وہ لطف اور گھلاوٹ موجود ھے ' جو جُزِ حیات کا خاصہ ھونا چاھیے - بقول مولانا احسن مارھروی کے سراج " تمام مظاھر قدرت کے جلووں کو ' ھمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ھیں[۱] "- خود سراج کی زبان سے یہ خیال سنیے-

نظر کر دیکھو ھر شے مظہر نور الٰہی ھے

"سراج" اب دیدۂ وا سیں صمد دیکھا ' صنم بھولا

ھر طرف یار کا تماشا ھے　　اُس کے دیدار کا تماشا ھے

کچھ تو مرشد برحق کی رھبری کی بدولت اور زیادہ تر اپنے ذاتی رجحان کے سبب ' سلوک کے مراحل وہ جلد جلد طے کرتے گئے اور ھر مقام

[۱] رسالہ " سہیل " علی‌گڈھ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ م -

پر جو نئے نئے مکاشفات ہوتے، شاعر کی حیثیت سے وہ اُن کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے - اُن کی شاعری ایسے اشعار سے بھری پڑی ہے، جس میں اُن کے مخصوص صوفیانہ عقائد کا اظہار ہوا ہے - خداوند عالم کے اِس عالم سے علحدہ نہ ہونے کے خیال کو ایک شعر میں اِس طرح ظاہر فرماتے ہیں۔

نور جاں فانوس جسمی سیں جدا کب ہے "سراج"

شعلۂ نار شمع میں کہتا ہے، " من حبل الورید "

صوفی کی نظر میں یہ عالم اگر کچھ ہے تو وہ محبت کا کرشمہ ہے - اِس میں رہ کر جو محبت کا ذوق نہ پیدا کرے تو وہ کور ہے، بے حس ہے؛ اور اگر وہ مرتاض ہے تو زاہد خشک ہے - یہاں کی ہر محبت دل و دماغ کی تربیت کر کے، حقیقی محبت کے لیے راہ ہموار کردیگی ہے - یہ سراج کا غیر متزلزل عقیدہ تھا - فرماتے ہیں -

ہرگز نہیں ہے اُس کوں حقیقت کی چاشنی

جس نے مزا چکھا نہیں عشق مجاز کا

زندگی کا کمال محبت ہے، اور زندگی کی تکمیل محبت سے ہوتی ہے۔

ارے شراب خرد کے کیفی، نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی

مے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہے کا

عقل و محبت کے بارے میں اقبال کا بھی یہی عقیدہ تھا، جس کے اظہار کے کسی موقع کو اُنہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا - سراج کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے ملتے ہیں، جن میں محبت کے مقابلے میں، عقل کو ادنیٰ تر قوت ظاہر کیا گیا ہے - اِن دونوں کے بُعد کو سراج نے ایک جگہ اِس طرح ظاہر فرمایا ہے -

اگر خواہش ہے تجھ کوں اے "سراج" آزاد ہونے کی

کمند عقل کوں اپنے گلے کا ہار مت کیجو

محبت سراج کی نظر میں وہ چیز ہے' کہ جب کسی کو حاصل ہو جاتی ہے' کائنات کے سارے راز اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم
آئینۂ دل ساغـــر جمشید هـــوا ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جو کیفیتیں طاری ہوتی ہیں' اُن کا تھوڑا سا اظہار بھی اِس عالم میں ہنگامہ برپا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اِس خیال کو استعارے کے پیرایے میں' کس لطف سے ادا کیا ہے۔

خدا جانے اُٹھے کیا دھوم میخانے میں عالم کے
اگر دل نشۂ بےاختیاری میں بہک جاوے

سراج نے عشق و محبت کے مشرب کو' زاهد خشک کی شریعت کے نقطۂ نظر سے جگہ جگہ کفر سے بھی تعبیر کیا ہے۔

کہتے ہیں تری زلف کوں دیکھ اهل شریعت
قـــربان ہے اِس کفر پـــر ایـــمان هـــمارا

اگر ثـــابت ہے اے دل کـــفر میں تو
قیـــامت میں بھی اقـــرار کـــرناں

سالک کی نظر سے جب امتیازات ظاہر کے پردے اُٹھ جاتے ہیں' تو اُس کی نظر میں "من و تو" اور شیخ و برهمن کے فرق ہیچ ہو جاتے ہیں۔

مشرب عشق میں ہے شیخ و برهمن یکساں
رشتۂ سبحۂ و زنار کوں کوئی کیا جانے

اِسی سلسلے میں سراج کی عاشقانہ شاعری پر غور کرنا مناسب ہے۔ غزل' فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں' غنائی شاعری کے لیے مخصوص ہے۔ اِس لحاظ سے غزل میں بغیر عشق و محبت کی چاشنی کے لطف

ھی نہیں آ سکتا ، اِسی روایت کے التزام نے " نواگران نہ خوردہ گزند "
کو بھی ، عاشقانہ جذبات بیان کرنے پر مجبور کردیا تھا - لیکن حقیقی
واردات اور فرضی اور روایتی عاشقانہ جذبات میں بہت فرق ہوتا ہے -
یہ درست ہے کہ ہماری شاعری کے مطالعے سے اِس طرح کے جذبات بیان
کرنے پر شعرا کو تھوڑی بہت قدرت حاصل ہوجاتی ہے ، لیکن سچی
محبت کی واردات اُن کے بس کی چیز نہیں ہوتی - سراج کی محبت
کی داستانیں زبان‌زد ہیں - اور اُن کی عاشقانہ شعرگوئی میں حقیقت
کے جو جلوے ظاہر ہیں ، وہ سرسری مطالعہ کرنے والے پر بھی واضح ہو جاتے
ہیں - یہاں خوداختیاری تعشق کے مبالغہ‌آمیز جذبات اور غیرفطری
آہ و نالوں کا کہیں پتا نہیں چلےگا - محبت اُن کی سرشت میں داخل
تھی اور یہی اُن کے "اُستاد مہربان کی تلقین" -

"سراج" یہ مجھے اُستاد مہرباں نے کہا
کہ علم عشق سیں بہتر نہیں ہے کوئی علوم

لیکن سراج کی عاشقانہ شاعری کے دو پہلو ہر جگہ نمایاں ہیں ،
ایک تو اِس عالم رنگ و بو کی حسین چیزوں کی قدردانی ہے ، جس میں
اُن کے کلام کا وہ سارا حصہ آجاتا ہے جو اساتذۂ پیشیں کی اصطلاحوں میں
سر انجام کیا گیا ہے - اُس میں صداقت اور حقیقت کا جو لطف موجود ہے ،
وہ عام شاعروں کے کلام میں کم دیکھا جا سکے گا - یہ سراج کی حسن‌پسند
طبیعت کا لازمی خاصہ اور اُن کا عقیدہ تھا کہ اِس جہان فانی کی
حسین چیزیں ، جو در اصل اُسی حسن ازل کا ایک پرتو ہیں ، بے اعتنائی
سے گزر جانے کے قابل نہیں ہیں - اُن سے مذاق روح کی تربیت کے وسیلے
کا کام لیا جاسکتا ہے -

گر حقیقت کی سیر ، ہے خواہش راہ عشق مجاز ، لازم ہے

سراج کی شاعری کا یہ حصہ، عام پڑھنے والوں کے لیے سب سے زیادہ دلچسپ ہے - اِس میں اُن کے حسن فطرت کے مشاہدے، لطف گویائی، ترنم، تشبیہ اور استعارے کی برجستگی، تلمیحوں کی ندرت، علم بدیع کا لطف، بے تکلفی اور سادگی کے تمام محاسن بروے کار آ گئے ہیں -

اِس حصۂ کلام سے انتخاب اِس لیے دشوار ہے کہ بہتر سے بہتر غزلیں اور اشعار نظر کے سامنے سے گزرتے جاتے ہیں اور کوئی شعر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے - تاہم نمونے کے طور پر چند شعر سرسری انتخاب سے یہاں لکھے جاتے ہیں -

شربت دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے
بے رخ ساقی شراب ارغوانی ہیچ ہے

اُس کے دامن کوں اگر ہات لگاویں عاشق
تند ہو گرد کی مانند جھٹکتا جاوے

کہا میں یار کوں "دیکھوں کا چہرہ"
مجھے غصے سیں بولا "بیٹھ منہ دیکھ!"

کب نظر آوے گا یارب وو مرا آرام جاں
دوست بھاتے ہوئے جس آشنا کے واسطے

یاد رکھ اے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

تیغ ابرو سیں اگر دل چاک ہو اے عاشقو
تم رفو اُس کا خیال تار کاکل سیں کرو

رنگیں بہار جنت، دوزخ ہے مجھ کوں اُس بن
دوزخ ہے اُس کے ہوتے دارالسلام گویا

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی سٹی [۱]
یہاں کیا ہے، بلکہ حشر میں اقرار ہووے گا

وو شاہ حسن مجھ طرف آوے تو کیا عجب
ویرانۂ خیال بساوے تو کیا عجب

ادائے دلفریب سرو قامت قیامت ہے، قیامت ہے، قیامت

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں، لیکن
کہاں لگ ہو، کوئی حائل کسی کا

نیاز و عجز و ارادت، یہ سب مری تقصیر
یہ یہ نگاہ تغافل، گناہ کس کا ہے؟

اِن اشعار کے مقابلے میں، اُن کے کلام کا وہ عاشقانہ حصہ ہے، جس سے صاف طور پر اِس بات کا پتا چلتا ہے کہ یہاں اُن کا مطمع نظر، اِس عالم آب و گل کا حسن زوال آمادہ ہرگز نہیں، بلکہ اُن کی نظریں حسن و خوبی کے اُس سرچشموں اور لازوال سر چشمے کو تاک رہی ہیں جو روح بخش عالم ہے - چند شعر ملاحظہ ہوں -

میری طرف سیں یار کوں جا بول اے "سراج"
عالم ترے جمال کا اُمید وار ہے

ترا قد سرسوں لےکر پاؤں لگ روح مجسم ہے
اگر نور خدا کہیے تو بےجا نہیں، بجا کہیے

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم
کہ اصل ہستی بےبود ہے عدم کا عدم

سب عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو
سب مبتلائے عام ہیں، میں مبتلائے خاص

---

[۱] — ہے ۔
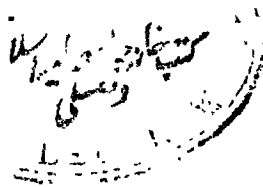
بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ "سراج"

عشق کی لذت اُسے ہے جس نے عالم کوں تجا

جل گیا شوق کے شعلوں میں "سراج"

اپنی دانست میں بے جا نہ گیا

جہاں وو نور کی تصویر گزرے خوش خرامی سوں

مہ و خورشید کوں آئینہ دار نقش پا کہئے

اِس سلسلے میں اُن کا ایک مخمس بھی پڑھنے کے قابل ہے ' جس میں اُنہوں نے اپنے خاص متصوفانہ انداز میں عشق کی تعریف کی ہے ۔ اُس کا پہلا بند یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔

عشق ہے عشق کہ آئینۂ انسان ہوا

عشق ہے عشق کہ آپھہ [۱] آپھہ میں حیران ہوا

عشق ہے عشق کہ سب جان کہ انجان ہوا

عشق ہے عشق کہ ہر جسم میں آ ' جان ہوا

عشق ہے عشق کہ جس عشق کا مدّان [۲] ہوا

اِسی عشق کے تعریف میں ' اُن کا ایک فارسی مخمس بھی ہے ' جو نہایت پرلطف ہے ؛ اُس کی ابتدا اِس بند سے ہوتی ہے ۔

عشق است کہ جلس سر بازار تماشاست

عشق است کہ بے نقد خریدار تماشاست

عشق است کہ نادیدہ طلبگار تماشاست

عشق است کہ صیقل کن زنگار تماشاست

عشق است کہ آئینۂ رخسار تماشاست

سراج کی لفظیات ' اسالیب ' تشبیہوں ' استعاروں اور تلمیحوں میں ولی کی طرح بڑی وسعت ہے ۔ کم اردو غزل گو شعرا ہیں کہ ' جن کے

[۱]—آپ ۔ [۲]—؟ ۔

الفاظ اور اسالیب کے خزانے اِتنے وسیع ہیں - یہ چیزیں اُنھیں ہر وقت سوجھ بھی جاتی ہیں - اِس کا سبب یہ ہے کہ وہ سماعی اور ذہنی نقشوں کے مقابلے میں حقیقی مشاہدات اور محسوسات کے تاثرات پیش کرتے ہیں - مثال کے طور پر صرف معشوق کے لیے اُنھوں نے اِتنے زیادہ الفاظ اور استعارے استعمال کیے ہیں کہ غزل‌گو شعرا میں ' سوائے ولی کے شاید ہی کسی نے استعمال کیے ہوں - جاناں' سجن' من ہرن' موہن' پیو' شوخ' صنم یار ' چاند ' دوست ' جانی' گلبدن میں بھی کئی الفاظ ہمارے لیے نئے ہیں' اِن کے علاوہ کئی نفیس استعارے اُنھوں نے وضع کیے یا استعمال کیے ہیں ' جن کی ترکیبیں ' ذہن میں ایک روشنی سی پیدا کر دیتی ہیں - مثلاً کان حیا ' دریاے حسن ' دُر دریاے حسن' گل گلشن خوبی' بہار مراد ، جان سراج' جان نظر ' مقصد سراج غزل‌خواں ' مطلع حسن و جمال ' لالۂ گلزار جاں ' وغیرہ - یہی وسعت اُن کے اسالیب میں بھی ہے - اُن کے کلیات کا مطالعہ کرنے والے' جگہ جگہ ایسے اشعار دیکھیں گے ' جن کے اسالیب کے متعلق وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ اب ہماری شاعری کے لیے نئے ہوگئے ہیں - مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں -

بیٹھ کر تخت مرصع پہ مری پتلی کے
ہے مبارک جو کرو راج مری آنکھوں میں

سراپا سحر ہے موہن کہ جس تصویر لکھنے میں
نہ لا دیدار کی طاقت مصور نے قلم بھولا

رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں
یا چاند ہے "سراج" اماوس کی رات کا

وہ گلبدن کا عجب ہے مزاج رنگارنگ
فجر کوں لطف تو پھر شام کوں ستم کا ستم

تشبیہیں اور استعارے، جب وہ سادہ ، بےساختہ اور برجستہ ہوں، تو اُن سے کلام میں جان پڑجاتی ہے - اُن کی بدولت شعر کے حسن میں کس قدر اضافہ ہو جاتا ہے، اِس کا اندازہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے جس نے ولی، میر ، یا سودا کے کلام کا مطالعہ کیا ہے - سراج کی تشبیہیں اور استعارے سادہ ، برجستہ اور بے تکلف ہوتے ہیں - چند نمونے یہاں پیش ہیں -

خون دل آنسوؤں میں صرف ہوا　　گر گئی یہ بھری گلابی سب

دل کا استعارہ ، گلابی سے ، شاید انوکھا نہ ہو ، لیکن خون دل کے آنسوؤں کی شکل میں ضائع ہو جانے کو ، بھری گلابی کے گر جانے سے تعبیر کرنا ، جو لطف رکھتا ہے، وہ صاحبان ذوق سے پوشیدہ نہیں ہے -

یا برگ گل پہ سبزۂ سیراب ہے عیاں

یا لعل لب پہ خط زمردنگار ہے

باغ نے سرو کی اُنگلی کوں لب جو نہ رکھا

حیف کھاتا ہے کہ وو سرو خراماں نہ ہوا

اُس کے چہرے پر سویدائے جگر

نقطۂ مشک ختن ہو ، دل ہوا

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے رخ پر

عروس حسن کوں گویا کہ ہے مصالہ مشک

تلمیحوں میں سراج کی فکر ، لیلیٰ مجنوں ، شیریں فرہاد ، رستم و جمشید ، مسیح و کلیم ، وغیرہ تک محدود نہیں ہے، وہ ہندی تلمیحات کا بھی بےتکلف استعمال کرتے ہیں - چنانچہ مذکورۂ بالا تلمیحات کے پہلو بہ پہلو ، ہیر ، رانجھا ، چندربدن و مہیار ، بھیم ، ارجن ، رام ، لچھمن ، اور بید خوانی کی تلمیحیں بھی اُن کے کلام میں

بے تکلف آ جاتی ھیں اور اُن سے ایک لطف پیدا ھوجاتا ھے - مثلاً -

مشتاق ھوں تجھ لب کی فصاحت کا ' ولیکن
رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ' ھیر کی آواز

روح چاندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر
خوب نہیں ' تربت مہیار کی سوگند نہ کہا

بید خوانی نالہ و فریاد کی ھے دم بدم
محفل مشتاق میں ... کا قانون نہیں

نین راون میں ارجن بال پلکیں بھوں دھنک بھیم کی
ھماری دل کی دکھ نگری کے راجا رامچندر ھو

علم بدیع کی صنعتوں کا استعمال ' جیسا کہ عام شعرا کے پاس ھوتا ھے ' وہ حسن کے بجائے ایک دماغی کاوش بن کر رہ جاتا ھے - لیکن قدیم شعرا ' ولی ' میر اور سودا کے پاس جہاں اِن کا استعمال عموماً غیر شعوری طور پر ھوجاتا ھے ' یہ شعر کی زینت کا کام دیتے ھیں - یہی امتیاز سراج کے کلام میں بھی موجود ھے - عام طور پر اُنھوں نے صنعتیں کم استعمال کی ھیں ' لیکن جہاں استعمال کی ھیں ' اُن کی بے تکلفی پڑھنے اور لطف اندوز ھونے کے قابل ھے - ذیل کے شعر ملاحظہ ھوں جو سرسری انتخاب ھیں -

(لف و نشر مرتب)

رحم مجھ پر کرم رقیبوں پر   ھوئے تو بہتر ' نہ ھوئے تو بہتر ھے

(ایہام)

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار   نہ کر صورت میں بے اوقات مصروف

(رجوع)

تجھ زلف کی شکن ھے مانند دام گویا   یا صبح پر ھماری آئی ھے شام گویا

(تنسیق الصفات)

ہر صفحہ اُس کے حسن کی تعریف کے طفیل

گلشن ہوا ' بہار ہوا ' بوستاں ہوا

(مراعاۃ النظیر)

اُس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل

طالع مرے کا نیک ستارا کب آوے گا

ایک غزل سراج نے پوری صنعت عاطلہ میں لکھی ہے۔ جس کا مطلع حسب ذیل ہے -

محرم دل ہوا وو سحرادا کرکے معلوم واله و رسوا

ایک اور شعر اُن کی صنعت متلون میں ہے -

کیا ہے کشور دل کوں تمہارے ظلم نے ویراں

کرو گے مہر سیں کب لگ ہمارے درد کا درماں

اِس کا ایک وزن ہزج سالم مثمن—(مفا عیلن مفا عیلن مفا عیلن مفا عیلن) ہے -

اور دوسرا مجتث مجذوں مثمن—(مفا علن فعلاتن مفاعلن فعلاتن) ہے -

سراج کی لفظیات کا خزانہ بڑی بہت وسیع ہے - اِس کی ایک مثال اُن الفاظ اور استعاروں وغیرہ کی فہرست سے مل سکے گی ' جو اُنھوں نے معشوق کے لیے استعمال کیے ہیں - اِس کے علاوہ اُن کے پورے کلام میں ' جگہ جگہ ایسے الفاظ دستیاب ہوتے ہیں ' جو ہمارے زمانے کے شاعر عام طور پر استعمال نہیں کرتے ' اُن میں سے اکثر الفاظ ' شیرینی اور لطف میں ' موجودہ زمانے کے کسی لفظ سے کم نہیں - ذیل میں چند شعر نمونتاً پیش ہیں -

کیسری جامہ بدن میں اُس کے دیکھ
دل ہمارا دھول دھانی ہو گیا

عشق کی متھ میں تصور اُس غزالی چشم کا
عشق کے بیراگیوں کوں مرگ چھالا ہو گیا

رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں
یا چاند ہے "سراج" اماوس کی رات کا

صبر کے باغ کے منڈوے سوں جو واهوں جوں پھول
اب تو لاچار گلے هار هوں ' کن کا ؟ اُن کا

کسی شاعر کے پایہ کا اندازہ اِس طرح بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اُس کے کلام میں اُس مقصد اور اُس وجہ تحریک کی تلاش کی جائے ' جو اُس کو شعر کہنے پر مجبور کرتی ہے - اِس میں شک نہیں کہ غزل کی شاعری میں ایسی جستجو ' بعض وقت " کوہ کندن " سے زیادہ نہیں ثابت ہوتی' کیونکہ غزل‌گو شاعر کے مضامین اِس‌قدر وسیع اور ایک دوسرے سے اِس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ اُنہیں کسی ایک اصول کے تابع کرنا ' دشوار ہو جاتا ہے - کبھی اُس کے بیانات میں تضاد بھی موجود ہوتا ہے ' اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جتنے خیال ہیں اُتنی ہی بنائے تحریکات ہوں گی - اِن تمام دشواریوں کے باوجود ' اِس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر شاعر کے لیے کوئی نہ کوئی بنیادی جذبہ ہمیشہ وجہ تحریک کا کام کرتا ہے - اور اگر اُس کی شاعری کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بھی پتا چلے گا کہ اُس کی تمام کاوشوں کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے - مثلاً یا تو وہ حسن صورت کا دلدادہ نظر آئے گا ' یا حسن زبان اور لطف گفتار اُس کے شعر کے محرک ہوں گے - بعض شاعر ایسے بھی ہیں جو اپنے قلب کے اندر درد کی ایک کسک سے بےچین ہو کر بے اختیار کچھ کہنے پر

مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شاعر کے کلام میں یہ تینوں چیزیں کم و بیش موجود ہوں -

اِس نقطۂ نظر سے سراج کے کلام کو ٹٹولا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حسن صورت پر فریفتگی سے زیادہ دل کی بے چینی کی تحریک پر شعر کہتے ہیں - اور اُن کا مخاطب بیرونی دنیا کے بجائے خود اُن کا دل ہوتا ہے - وہ دوسروں کو متاثر کرنے کے بجائے خود آپ متاثر ہوتے ہیں - چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں -

نہ بوجھو خود بخود کرتا ہوں میں تعریف اُس خط کی
کہ یہ مضمون مجھ کوں عالم بالا سیں آتے ہیں

اُن کی فارسی شاعری کا آغاز جس حالت جذب میں ہوا تھا ، وہ اِس بات کا بڑا ثبوت ہے -

سراج کی شاعری کی یہ خصوصیات ایسی ہیں ، جو اُن کو زندہ رکھنے کی ضامن ہیں - اُن کے زمانے سے لے کر آج تک ، گو شاعری کے عام مذاق میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی رہی ، لیکن اُن کے کلام کا مطالعہ لوگ ہر مانے میں کرتے رہے - اُن کے بہت سے شعر ، لوگوں کی زبان پر ہیں ، گو اُن کے مصنف کا اِنھیں علم نہیں - شمالی ہند تک اُن کا بہت ہی تھوڑا کلام پہنچ سکا تھا ، اُس کے باوجود ، اُن کے ذکر سے کوئی تذکرہ خالی نہیں رہا اور اُن کی بعض غزلیں عام طور پر مقبول ہو گئیں - " قبول خاطر " و "لطف سخن " کی یہ علامتیں ہیں - علامہ صدر یار جنگ ، حبیب‌الرحمن خاں شروانی نے " نکات‌الشعرا " کے بہترین اشعار کا جو انتخاب اپنے مقدمے میں کیا ہے ، اُس میں سراج کے صرف گیارہ اشعار سے بھی دو شعر نقل کئے ہیں -

میر تقی میر کے سوا ' اردو کے جتنے بڑے شاعر گزرے ہیں' اُن کا کمال کسی ایک صنف میں ظاہر ہوا ہے - یوں کہنے کو تو ہر شاعر ' ہر صنف میں کچھ نہ کچھ لکھ لیتا ہے اور اگر اُس کا مذاق اچھا ہو تو متوسط معیار کی اچھی چیز کہہ لیتا ہے - لیکن ہر صنف میں چوٹی کا کلام بہت کم لوگ سر انجام کرسکتے ہیں - ولی سے پہلے کے شعرا میں ' سوائے محمد قلی کے' سب کے سب مثنوی یعنی بیانی شاعری یا مرقع نگاری میں مہارت رکھتے تھے - ولی کی حیات کا حقیقی سرمایہ اُن کی غزل ہے - سودا اور ذوق قصیدے کے استاد ہیں- میر حسن' نسیم اور شوق' مثنوی میں کمال پیدا کر گئے- میر انیس نے مرثیے میں خصوصیت پیدا کی - غالب ' فلسفیانہ غزل میں اور داغ عاشقانہ غزل میں ' اپنی آپ نظیر ہیں - صرف سراج اور میر ہی ایسے سخن‌سنج ہیں ' جو داخلی اور خارجی شاعری یعنی غزل اور بیانی یا مرقع نگاری کی شاعری جیسی کہ مثنوی کی ہوتی ہے' دونوں میں' چوٹی کے کار نامے چھوڑ گئے ہیں - سراج' غزل کے بلا شبہہ اُستاد ہیں - لیکن مثنوی نگاروں میں بھی اُن کی جگہ اگلی صفوں میں ہے - اُن کی مشہور مثنوی " بوستان خیال " کیا بہ لحاظ موضوع اور کیا بہ لحاظ شاعری' اُردو مثنویوں میں بلند پایہ کی مالک ہے- یہ مثنوی بہ ظاہر ایک داستان محبت معلوم ہوتی ہے - لیکن حقیقت میں وہ شاعر کے ذاتی واردات کا مرقع ہے - اِسی لیے اُس کے اثر میں بہت اضافہ ہو گیا ہے - ممکن ہے کہ اُس میں' بعض اور مثنویوں کے مقابلے میں شاعرانہ صناعی کم صرف ہوئی ہو اور شاعر نے اُسے مرعوب‌کن بنانے کی کوشش نہ کی ہو ' لیکن بیان کی سادگی' زبان کی سلاست ' مضامین کے ربط اور مجموعی ڈراماٹی اثر کے اعتبار سے ' اُردو کی بہترین مثنویوں میں سے یہ کسی سے کم نہیں ہے - اِس کی سب سے بڑی خوبی اِس کا

سیدھا سادہ اور راست طریقۂ اظہار ہے - سراج نے محض شاعرانہ کمال دکھانے کے لیے' اِس میں کہیں بھی صناعی سے کام نہیں لیا - اِس کے باوجود اِس میں جگہ جگہ ایسے ڈرامائی موقعے پیدا ہوگئے ہیں جو نظم کی جان ہیں - پوری نظم ' اُس کے متصوفانہ اخلاقی اجزا کو چھوڑ کر ' ایک ڈرامائی زور رکھتی ہے' جو اُردو کی طویل نظموں میں کم دیکھا گیا ہے - نظم کے موضوع کا ابتدائی تخیل بھی ' ایک نفیس ڈرامائی احساس پر مبنی ہے - چنانچہ شاعر ' واقعہ نگار کی طرح اِس میں واقعات کو تاریخی ترتیب سے نہیں شروع کرتا - بلکہ اُس کا تعارف ایک انوکھے انداز میں ایسے موقع پر کراتا ہے' کہ اُس میں ڈراما کا پورا لطف اور اثر پیدا ہوگیا ہے - واقعات کی ایسی نفیس ترتیب اُردو کی عام مثنویوں میں کم دیکھی گئی ہے - ہمارے فرضی قصوں کے مقررہ ضابطوں میں سے' کسی ضابطے کی بھی' اُس میں پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے - اِسی لیے " بوستان خیال " اُردو مثنویوں میں ایک انوکھی مثنوی ہے - اُس کا فنی اور شعری پایہ اُسی قدر بلند ہے' جس قدر اُردو کی کسی اور مثنوی کا ہوسکتا ہے - اِس مثنوی کے مخصوص انداز کے متعلق جناب احسن مارہروی نے تحریر فرمایا تھا—" اُن مثنویوں کے سوا ' جو عادل شاہی اور قطب شاہی زمانوں میں شعرائے جنوب نے لکھی ہیں ' شمالی ہند میں' اِس سے پہلے' اِس رنگ و انداز میں غالباً کوئی مثنوی نہ ہوگی" [۱] - اِس کے اسلوب بیان کے متعلق آپ کی رائے ' جو بالاستیعاب مطالعے کا نتیجہ ہے' حسب ذیل ہے - ایک بہترین پارے کا اقتباس دینے کے بعد آپ لکھتے ہیں—" یہ دل‌فریب بیان جس انداز سے کیا گیا ہے ' اِس سے بہتر عاشقانہ جذبات اور مخصوص حسینان بے تکلف کی سیرت نگاری کا مرقع نہیں کھنچ سکتا " -

---

[۱]—رسالۂ سہیل ' علی گڑھ - ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء -

" بوستان خیال " کے علاوہ، سراج کی دوسری مثنویاں، ایسی چھوٹی چھوٹی بیانیہ نظمیں یا مرقعے ہیں، جنھیں قصوں سے کوئی واسطہ نہیں - سراج کی شاعری میں بھی مثنویاں اُن کے قلبی واردات کے سب سے زیادہ واضح مرقعے ہیں - اِن کی تعداد مختلف نسخوں میں مختلف ہے - لیکن کم سے کم چھ مثنویاں یعنی " مناجات " " سوز و گداز " " نالۂ ہجر " " نامۂ شوق " " احوال فراق " اور " خط بندگی" نہایت مستند ہیں - اِن میں سے ایک میں، شاعر، اپنی دلی خواہشوں کو بارگاہ ربالعزت میں پیش کرتا ہے، لیکن یہ خواہشات دنیوی یا مادی لوث سے کبھی بھی ذلیل نہیں ہوئیں - وہ مانگتا ہے ایک صاحب دل اور بلند نظر انسان کی خواہشات - وہ مانگتا ہے عشق، لیکن حسن حقیقی کے سرچشمے کے ساتھ - وہ چاھتا ہے درد و غم، آنسوؤں کی روانی، لیکن لذت کی چاشنی کے ساتھ - وہ طلب کرتا ہے رازہاے حقیقت کو سمجھنے والا دل - اِس مثنوی کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی روح اِس عالم میں، حسن ازل کا جلوہ دیکھنے کے لیے مضطرب ہے - بےقرار ہے - " مناجات " کا آخری حصہ وہ ہے، جس میں شاعر نے اپنے فن میں وہبی اعانت طلب کی ہے - " سوز و گداز " ایک جلے دل کی کہانی ہے، جو " قاصد آہ " کو مخاطب کر کے سنائی گئی ہے اور محبوب تک اُسے پہنچانے کی التجا کی ہے - اُس کے آغاز کی ابیات یہ ہیں -

اے صبا ہے وطن ترا گلزار　　نام تیرا ہے پیک خوش رفتار

تجھ سوں اک التماس رکھتا ہوں　　میں نراسی ہوں، آس رکھتا ہوں

درد دل یار کوں گزارش کر　　غم کے مظلوم کی سفارش کر

نشۂ غم مجھے دوبالا ہے　　نور کا وقت ہے، اُجالا ہے

دیکھ کر مجھکوں اِس قدر غمناک　　صبح نے بھی کیا گریبان چاک

باقی مثنویوں میں سے کسی میں فراق کا طومار بیان ہوا ہے اور کسی میں محبوب کو خط کے ذریعے اپنا احوال سنایا گیا ہے - ان کا اسلوب سادہ ہونے کے با وجود حد درجہ پر اثر ہے -

قصیدے سے سراج کی طبیعت کو مناسبت نہیں تھی ' صرف ایک قصیدہ جو اُن کے کلام میں مل سکا ہے ' وہ بھی اِس صنف کے عام موضوع سے ہٹا ہوا ہے اور اُن کا مخصوص متصوفانہ رنگ رکھتا ہے - سراج کے مخمسات اور ترکیب بند بھی پڑھنے کی چیزیں ہیں - لیکن اُن کے مستزاد میں جو لطف نغمہ موجود ہے اُمید ہے کہ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد عرصے تک کانوں میں گونجتا رہے گا - ایک مستزاد کے چند اشعار پر یہ مضمون ختم ہے -

ہر صبح فلک پر ملک عالم بالا ' قد دیکھ سجن کا
تسبیح کریں سلمہ اللہ تعالیٰ ' من کا لگے ملکا
تجھ چہرۂ زر تار کے تاروں کی جھلک دیکھ ' آنکھوں کوں نہیں تاب
شاید کہ نمودار ہے عالم میں اوجالا ' سورج کی کرن کا
اے سرو سہی داغ جدائی کی خبر لے ' رکھ عزم تماشا
پھولا ہے عجائب یہ ہزارا گل لالا ' مجھ دل کے چمن کا
دیدار کی سمرن ہے مجھ آنکھوں کوں "سراج" آج ' پھر کیوں پھراویں
پلکوں کی ہر اُنگلی سٹی لے ہات میں مالا ' آنسو کے رتن کا

یورپ کا نقشہ (از ادریسی)

اورپا

(EUROPE)

«[از سعید انصاری مدیر رسالہ]»

زمین گول ہے ! ہم نے آئسلینڈ سے برفانی دائرے کا سفر شروع کیا تھا - پھر گھوم گھماکر گرین‌لینڈ ہوتے ہوئے آئسلینڈ واپس آگئے - راستے میں نئی دنیا کے براعظموں کا " جوڑا " بھی نظر پڑا ! اُس پر بھی ایک نگاہ غلط انداز ڈال لی ! اب ہمارا سفر آئسلینڈ سے نیچے بحر ظلمات کے جزیروں میں شروع ہوتا ہے - یہاں ہواؤں کے جھکڑ ہیں ! موجوں کے تھپیڑے ہیں ! گھٹاٹوپ تاریکیاں ہیں ! اِن سب دقتوں کے باوجود ہمارا جہاز لنگر اُٹھاتا ہے - بسم‌اللہ مجریہا و مرساہا !

مسلمان جغرافیہ نویسوں نے زمین کی تقسیم براعظموں پر نہیں کی - لیکن ایک تقسیم بہت قدیم زمانے سے چلی آتی ہے - " اسیریا " کے کتبوں میں "asu" چڑھنے والے سورج کی زمین ؛ اور "ereb" یا "irib" تاریکی ' یا بیٹھنے والے سورج ' کی زمین کا اکثر ذکر آتا ہے - اِسی " اسو " سے ایسیا اور " ارب " سے یورپ بنا ہے - ایسیا اور یورپ کی تقسیم بہت پرانی ہے - یہ دونوں لفظ فینیشیوں کے ذریعے یونان پہنچے [۱] - اور جب وہاں جغرافیے پر مستقل کتاب لکھی گئی تو براعظموں کی تقسیم قدیم روایات کے مطابق برقرار رکھی گئی - چنانچہ بطلمیوس کے نقشے میں اورپا (Europa) ' اسیا (Asia) اور افریقا (Africa) کا نام موجود ہے [۲]-

اسلامی جغرافیے میں دنیا کے اِس سب سے چھوٹے براعظم کا نام نہیں ملتا ! " افرنجہ " کا لفظ البتہ جا بجا آتا ہے - مگر اُس سے سارا

[۱]—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۸۲۸ ' ج ۸ -
[۲]—ایضاً ' ص ۸۳۸ ' ج ۱۲ -

یورپ مراد نہیں ہے - شائد اُس کا اطلاق اُن ممالک پر ہوتا تھا ' جو پولینڈ اور فرانس کے درمیان واقع ہیں - اُس میں اندلس ' یونان ' روم اور روس داخل نہ تھے -

ہم نے سہولت کے لحاظ سے موجودہ تقسیم برقرار رکھی ہے - اِس زمانے کے نقشوں میں آئسلینڈ ' یورپ میں شامل سمجھا جاتا ہے - چونکہ ہم نے اُس کا حال برطانی اقالیم میں درج کیا ہے ' اس لیے اب اُس کے علاوہ اور جزیروں کا حال شروع کرتے ہیں -

---

یورپ کا نقشہ (از صفاقسی)

اس میں شمالی یورپ شامل نہیں ہے - ایشیائی روم اور ایران وغیرہ کو بھی یورپ سے خارج سمجھنا چاہیے -

جزیرۃالغنم

(FAEROE ISLANDS)

آئسلینڈ سے نیچے ' بحر اوقیانوس میں ' جزائر فیرو واقع ہیں - یہ چھوٹے چھوٹے اکیس جزیرے ہیں ؛ جو نقشوں میں آٹھ نظر آتے ہیں - مسلمان جغرافیہ نویسوں میں سے ادریسی (سنہ ۵۴۸ھ) نے اِن کا ذکر کیا ہے ؛ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئسلینڈ کے ساتھ ساتھ اُس کو اِن جزیروں کا بھی پتا چل گیا تھا -

ایک بحری مہم

ادریسی نے " نزھۃالمشتاق " کے اندلس و افریقیہ والے حصے میں جزیرۃالغنم کی ایک " بحری مہم " کا تذکرہ کیا ہے - یہ بھولے بھٹکے آٹھ مسافر تھے - لشبونہ (Lisbon) سے روانا ہوئے ؛ اور شمال میں جزیرۃ الغنم سے آگے تک پہنچے - چونکہ سمندر بڑا مواج تھا ' جانوں کا خطرہ لاحق ہوا - آگے نہیں بڑھے - بلکہ جنوب کی طرف پلٹے - اور راستہ بھٹک کر ' اخیر میں مغرب اقصیٰ (مراکو) میں جا نکلے - اور یہیں اُن کا سفر ختم ہوگیا - ہم اِس مقام پر صرف اُس عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں ' جو جزیرۃالغنم سے متعلق ہے [۱] :—

" (لشبونہ سے) گیارہ دن کے بعد ایک ایسے پانی میں پہنچے جو سخت موجوں والا تھا - وہاں کی ہوائیں مکدر تھیں - روشنی ماند تھی - تو اُنھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب ہلاکت قریب ہے - تو اپنے بادبانوں کو دوسرے ہاتھ کی سمت پلٹ دیا - اور سمندر میں جنوب کی طرف چلتے رہے - تو بکریوں والے ایک جزیرے میں پہنچ گئے - وہاں بےشمار بکریاں

[۱]—رسالۂ معارف' اعظم گڑھ - بحوالۂ نزھۃالمشتاق فی اختراق الآفاق' ۱۸۴ - لیڈن -

تھیں - جن کو کوئی پکڑنے والا یا چرانے والا نہ تھا - تو وہ جزیرے میں آئے- وہاں چشمہ ملا ؛ اور جنگلی انجیر - اُنھوں نے اُن بکریوں میں سے کچھ کو ذبح کیا تو اُن کا گوشت بہت ہی کڑوا نکلا ' جس کو وہ کھا نہ سکے- اُن کی کھالیں لے لیں؛ اور جنوب کی سمت میں بارہ دن اور چلے- اُن کو ایک جزیرہ ملا جہاں آبادی اور کھیتی تھی- "

اِس بیان سے ایک مفید بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ لسبن سے جزیرۃ الغنم تک کا راستہ گیارہ دن سے کم میں طے ہوتا تھا ! بشرطیکہ معلوم راستے سے سفر کیا جاتا (اور ہوا بھی موافق ہوتی) - یہ معلوم راستہ " ہیروز آف اکسپلوریشن " (ص ۱۳۱) میں بتایا گیا ہے - ہم اِس کو زیادہ تفصیل سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسکاٹ لینڈ کے بندرگاہ " Leith " سے شمال کا سفر شروع ہوتا تھا - وہاں سے ارکنیہ پہنچتے تھے- پھر راتا ؛ اُس کے بعد شاملند اور پھر جزیرۃالغنم - اُس کے بعد آئسلینڈ روانا ہو جاتے تھے -

چونکہ بحری مہم کی روانگی اِسي معلوم راستے سے ہوئی تھی ' اِس لیے گیارہ دن میں لسبن سے جزیرۃالغنم کے آگے تک کا سفر طے ہوگیا - بخلاف اِس کے واپسی میں شائد یہ راستہ اختیار نہیں کیا گیا ! نیا راستہ معلوم نہ تھا - جہاز اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرا - اور بجاے گیارہ دن میں لسبن پہنچنے کے بارہ دن میں آئرلینڈ (!) پہنچا - جہاں اِس سے کم دنوں میں پہنچنا چاہیے تھا- آئرلینڈ سے تین دن اور تین رات میں یہ لوگ مراکو کے شہر اسفی (Safi) پہنچے - مگر اِس طرح کہ آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں ! یہ طرز عمل آئرلینڈ کی حکومت نے مسلمان سیاحوں کے ساتھ اِس لیے اختیار کیا تھا تاکہ وہ راستہ نہ جان سکیں !

ادریسي کا بیان

ادریسی نے اِس جزیرے کی نسبت جو کچھ خود لکھا ہے ' وہ درج ذیل ہے :—

وفی هذا البحر (یعنی البحر المحیط الغربی) جزیرة الغنم - و هی جزیرة کبیرة ، والظلمات محیطة بها - و فیها من الغنم ما لا یُحصی عددها - و هی صغار - و لا یقدر احد ان یاکل لحومها لمراوتها - وقد اخبر بذلک ایضاً المغررون -

اور اِس سمندر (یعنی اوقیانوس مغربی) میں جزیرة الغنم ہے - اور وہ بڑا جزیرہ ہے- اور اُس کو تاریکیاں گھیرے ہوئے ہیں - اور اُس میں لا تعداد بکریاں ہیں - اور وہ چھوٹی چھوٹی ہیں - اور کوئی شخص اُن کا گوشت نہیں کھا سکتا ؛ کیونکہ وہ کڑوا ہوتا ہے - اور یہ بات بھی بھٹکے ہوئے لوگوں نے بیان کی -

بھٹکے ہوئے لوگوں سے اُسی بحری مہم کی طرف اشارہ ہے !

دونوں بیانات کے اہم اجزا یہ ہیں :—

موقع | یہ جزیرہ ادریسی کے نزدیک ' بحر محیط مغربی میں واقع ہے - اِس وقت بھی سمندر کا نام یہی ہے - انسائکلوپیڈیا کا یہ فقرہ ملاحظہ ہو :—

" in the north Atlantic ocean "

نام | اِس کا نام " جزیرة الغنم " ہے - " غنم " بکری کو کہتے ہیں - چونکہ یہاں بکریاں کثرت سے ہیں ' اِس لیے جزیرے کا یہی نام پڑ گیا - ڈینش (Danish) زبان سے بھی اِس جزیرے کی یہی وجہ تسمیہ معلوم ہوتی ہے - اُس میں اِن جزیروں کو " Faeröerne " یا " Faröerne " کہتے ہیں ؛ جس کے معنے ہیں :— [۱]

" the sheep islands , "

---

[۱]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۳۲ ' ج ۹ -

انگریزی نام اِسی تیپلش نام سے مشتق ہے - کیا اِس سے ادریسی کے نام کی صداقت ظاہر نہیں ہوتی ؟

رقبہ — ادریسی نے اِس کو بڑا جزیرہ کہا ہے - اگر تمام جزائر کے رقبے پر نظر ڈالی جائے، تو " ۵۱۵ " میل مربع اچھا خاصا رقبہ ہوتا ہے - یہ ممکن ہے کہ ادریسی کے زمانے میں یہاں کے سمندر میں خشکی زیادہ نکل آئی ہو؛ جس طرح یہ قرین قیاس ہے کہ جزیرے کا رقبہ وہی ہو، جو اِس وقت ہے -

تعداد — جزائر فیرو تعداد میں " ۲۱ " ہیں - مگر ادریسی نے اُن کو ایک جزیرہ سمجھا ہے - اب یا تو قدیم زمانے میں ایک جزیرے کا نام جزیرۃالغنم تھا، اور باقی جزیرے اور ناموں سے موسوم تھے؛ اور یا پھر ادریسی کے گماشتوں نے اِن جزیروں کو قریب سے نہیں دیکھا اور دور سے اُن کو یہ سب مل کر ایک نظر آئے ! چونکہ اِن کی فضا تاریک ہے، اِس لیے کوئی صحیح فیصلہ تعداد کی نسبت نہ ہو سکا -

آبادی — یہاں کی آبادی کے متعلق ادریسی نے کوئی تصریح نہیں کی ہے - مگر " خالیۃ " کا لفظ بھی نہیں لکھا ہے - اِس سے پتا چلتا ہے کہ وہ آبادی کا قائل تھا - یہاں تیسری صدی هجری (نویں صدی عیسوی) سے آبادی شروع ہو گئی تھی - ابتدائی آباد ہونے والے " ناروے " کے لوگ تھے - اِس وقت ۲۲،۸۳۵ آدمیوں کی آبادی ہے؛ جو ظاہر ہے کہ اُس وقت نہ ہوگی - اِتنی حقیر آبادی کا مہم والوں یا ادریسی کو کیا پتا چل سکتا تھا ؟

تاریکی — مہم والوں نے یہاں کی روشنی کو ماند کہا ہے - ادریسی نے لکھا ہے کہ اُس کو تاریکیاں گھیرے رہتی

ہیں - انسائیکلو پیڈیا میں اس کی تصدیق حسب ذیل الفاظ میں کی گئی ہے [۱] :—

"The sky is generally overcast,"

ہوائیں

مہم والوں کے بیان میں ، یہاں کی مکدر ہواؤں کا تذکرہ بھی ہے - انسائیکلو پیڈیا میں یہاں کے جاڑے کو طوفانی "Stormy" کہا گیا ہے ؛ اور ہواؤں کے متعلق خاص طور پر یہ الفاظ ہیں :—

"Strong westerly winds,"

درخت

مہم والوں نے، یہاں جنگلی انجیر کے درختوں کا نشان دیا ہے - چونکہ انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ میں انجیر ہوتی ہے ؛ کوئی عجب نہیں کہ آس پاس کے جزیروں میں بھی ہوتی ہو -

بکریاں

ادریسی نے لکھا ہے کہ یہاں لاتعداد بکریاں ہیں - مہم والوں نے بھی بےشمار بکریوں کا تذکرہ کیا ہے، جن کو کوئی پکڑنے والا یا چرانے والا نہ تھا - اس کی تصدیق میں ذیل کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے [۲] :—

"The number of sheep, however, justifies the name of the islands, the total number in the islands now exceeding 60,000."

ادریسی نے بکریوں کا قد چھوٹا بتایا ہے - مجھ کو خاص ان جزیروں کی بکریوں کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی - البتہ "Shetland" کے جزیروں میں، اسی نام کی بکری، چھوٹے قد کی ہوتی ہے - اس کی نسبت انسائکلوپیڈیا کا بیان یہ ہے [۳] :—

---

[۱]—انسائکلوپیڈیا، ص ۳۲، ج ۹ -
[۲]—حوالۂ سابق -
[۳]—ایضاً، ص ۳۷۶، ج ۲۰ -

"The "Shetland" is a small sized sheep which is found in the islands whose name it bears."

چونکہ یہ مقامات قریب قریب هیں' اِس لیے کوئی تعجب نہیں کہ جزیرۃالغنم کی بکریاں بھی چھوٹی هوں ۔

گوشت کے مزے کی نسبت جو کچھ ادریسی نے لکھا ہے' اُس کی تصدیق نہیں هوسکی ۔

شاصلند

(SHETLAND Is)

" شتلینڈ " تها نام هے - پرانا نام ناروین زبان میں "Hjaltland" تها ؛ جس کے معنی " بلند زمین " کے هیں - اس میں سو سے زیادہ جزیرے هیں -

شاصلند کی نسبت " نزهة المشتاق " میں ادریسی کا بیان یہ هے [۱] :—

و منها (یعنی جزائر البحر المحیط) جزیرة الشاصلند ، طولها خمسة عشر یوماً فی عرض عشرة ایام ، و کان فیها ثلاث مدن کبار ، و بها قوم یسکنونها ، و کانت المراکب تجتاز بهم ، و تحطّ علیهم ، و تشتری منهم العنبر و الحجارة الملوّنة ، فوقعت بین اهل تلک البلاد شرور ، و طلب بعضهم بعضاً ، حتی فنی اکثرهم ، و انتقل جماعات منهم الی عدوة البحر من الارض الکبیرة للروم ، و بها الآن من اهلها خلق کثیر ، و سنذکر هذه الجزیرة عند ذکرنا جزیرة ارلاندة -

اور بحر محیط غربی کے جزیروں میں ایک جزیرۂ شاصلند هے - اس کی لمبائی پندرہ دن (کے سفر) اور چوڑان دس دن (کے سفر) کی هے - اور اس میں تین بڑے شهر تهے - جن میں ایک قوم آباد تهی - اور جهاز ادهر سے گزرتے تهے ، اور وهاں ٹهہرتے تهے ، اور ان لوگوں سے عنبر اور رنگین پتهر خریدتے تهے - تو ان شهروں کے لوگوں میں برائیاں پیدا هوگئیں ، اور ایک دوسرے کے درپے هوگئے - یهاں تک که اکثر فنا هوگئے - اور کچھ جماعتیں ان میں سے

[۱]—زائپل ، ص ۱۳۲ -

رومیوں کی بڑی زمین کے ساحلوں
پر منتقل ہوگئیں - اور وہاں اِس
(جزیرے) کے باشندوں کی بڑی تعداد
ہے - اور ہم عنقریب اِس جزیرے کا
ذکر جزیرۂ ارلانڈہ کے بیان میں
کریں گے -

پبلک لائبریری' الہ آباد کے " قلمی جغرافیے" میں شاصلند کو
" الصاصلید " لکھا ہے - یہ کتابت کی غلطی ہے -

موقع

ادریسی نے اِس جزیرے کو بحر اوقیانوس میں
بتایا ہے - یہ آج کل کے جغرافیے کے مطابق بھی صحیح
ہے - انسائکلوپیڈیا میں مزید تفصیل یہ ہے [۱] :—

" bounded on the west by the Atlantic and east by the North sea,"

منظر

ادریسی نے یہاں کے رنگین پتھروں کا بھی ذکر
کیا ہے - یہ پتھر کے ٹکڑے' ساحل کے قریب واقع ہیں -
اِن کے چمکیلے رنگوں کی وجہ سے' ساحل کا منظر شاندار اور تصویر لینے
کے قابل ہوگیا ہے ! انسائکلوپیڈیا میں ہے [۲] :—

" But the coast scenery is picturesque and grand, the cliffs, precipices of brilliant colouring, reaching a height over 1,000 ft. at some places."

رقبہ

اِس جزیرے کا رقبہ ادریسی نے میلوں کے ذریعے
نہیں بتایا ہے؛ بلکہ سفر کے دنوں سے اِس کی لمبائی'
چوڑائی کا اندازہ لگایا ہے - موجودہ جغرافیے میں اِن جزائر کا رقبہ

[۱]—ص ۵۰۱' ج ۲۰ - [۲]—حوالۂ سابق -

۳۵۲'۳۱۹ ایکر بیان کیا گیا ہے - عجب نہیں ' وہاں پیدل سفر کرنے والوں کو لمبان میں پندرہ دن ؛ اور جوزان میں دس دن لگتے ہوں ؛ کیونکہ زمین پتھریلی ہے -

شہر

ادریسی نے یہاں کے تین بڑے شہروں کا تذکرہ کیا ہے - اور اُن میں بسنے والوں کا بھی حوالہ دیا ہے - یہ زمانۂ قبل تاریخ کی آبادی کا حال ہے؛ جس کا موجودہ تاریخوں میں ذکر نہیں ہے!

یہاں کے آثار قدیمہ ' ادریسی کے بیان کی تائید کر رہے ہیں! اِس وقت انسٹ (Unst) میں تین؛ اور فٹلر (Fetlar) میں دو ' سنگی حلقے موجود ہیں - اور مکانات (brochs) کی پچھتر یادگاریں باقی ہیں [۱]! سنگی حلقوں (Stone circles) کا مطلب یہ ہے کہ آبادی کے گرد جہاں شہرپناہ نہیں ہوتی تھی ' وہاں پتھروں کا حلقہ قائم کردیا جاتا تھا ؛ جو شہرپناہ کا کام دیتا تھا - مکانات سے مراد وہ گول مکانات گنبد کی طرح کے ہیں جو بغیر گارا وغیرہ استعمال کیے ہوئے بنائے جاتے تھے - اِن آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ جس جگہ آج " انسٹ " واقع ہے' وہاں تین شہر یا قصبے آباد تھے! اور دو آبادیاں موجودہ " فٹلر " کی جگہ تھیں! (۷۵) مکانات سے بھی ایک قصبے کا نشان ملتا ہے جو ممکن ہے کہ ایک شہر ہو! بہر حال یہ پتھر کی غیر فانی تاریخیں (۲) شہروں کا پتا دے رہی ہیں!

تجارت

ادریسی کے بیان کے مطابق اِس جزیرے میں جو قوم آباد تھی' وہ تجارت پیشہ تھی - یہاں جہازوں کی آمد و رفت رہا کرتی تھی - جو یہاں سے عنبر اور رنگین پتھر لے جایا

[۱]--انسائیکلوپیڈیا ' ص ۱۰۵ ' ج ۲۰ -

کرتے تھے - اِس معلومات سے موجودہ زمانے کی تاریخ ساکت ہے ! اس لیے یہ شاہلند کی قدیم تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ ہے !

تمدن کا زوال

تین بڑے شہروں ' جہازوں اور تجارتی نقل و حرکت سے اِس جزیرے کا تمدن ایک شاندار تمدن معلوم ہوتا ہے ! یہ تمدن کیوں فنا ہوا ؟ اِس کو بھی ادریسی نے صاف صاف بتایا ہے :—

" آپس میں خانہ جنگی ہوئی - ایک دوسرے کے درپے ہوگیا - اِس طرح آبادی کا بڑا حصہ ختم ہوگیا " -

پھر لکھا ہے :—

"اُن میں کچھ جماعتیں' ہجرت کر کے' بر اعظم میں' سمندر کے کنارے ' آباد ہوگئیں ؛ جہاں رومیوں کی حکومت تھی - وہاں اِس وقت بھی اُن لوگوں کی بڑی آبادی ہے " -

بر اعظم میں ہجرت کا مطلب یہ ہے کہ " شاہلند " کے ٹیوٹانک یا نارڈیک قبائل' شمالی فرانس' بلجیم' ہالینڈ اور شمالی جرمنی میں آباد ہوگئے ! چنانچہ یہ آج تک اِن مقامات میں آباد ہیں [۱] !

اب رہا یہ امر کہ اِن ممالک پر کبھی رومیوں کی حکومت تھی ؟ تو یہ معلوم ہے کہ قیصر اغسطس (Augustus) کی وفات کے وقت جو سنہ ۱۴ع میں واقع ہوئی تھی' یہ ممالک ' رومن امپائر کا ایک حصہ تھے ! اُس وقت تک انگلستان پر رومیوں کا قبضہ نہیں ہوا تھا - اِس لیے شاہلند کی پرانی آبادی سنہ ۱۴ع سے پیشتر ہجرت کر کے فرانس وغیرہ چلی گئی ہوگی ! جیساکہ ادریسی کا بیان ہے -

اِس سے اندازہ ہوا ہوگا کہ ادریسی نے اپنے جغرافیے میں قدیم تاریخ پر کتنی سچی اور اچھی روشنی ڈالی ہے !

[۱]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۸٦۸ ' ج ۱۸ -

راقا

(FAIR ISLAND)

اِس جزیرے کی نسبت ادریسی کی عبارت یہ ہے[۱] :—

و تلیها جزیرة راقا ؛ و هی جزیرة الطیور - و یقال ان فیها جنسا من الطیر فی خلق العقبان حمراً ، ذوات مخالب ، تصید دواب البحر و تاکلها - و لا تبرح من هذه الجزیرة و یقال ان بها ثمراً یشبه التین الکبیر ؛ و اکله ینفع من جمیع السموم - و حکی صاحب کتاب العجائب ان ملکاً من ملوک افرنجة أخبر بذلک فوجّه الیها بمرکب مُعَدّ لیُجلب له من ذلک الثمر و یُصاد له من تلک الطیور ـ لانه کان له علم فی دمائها و مَرارتها - فتلف المرکب الذی انفذه و لم یعد الیه -

اور اُس (جزیرۃالغنم) سے متصل جزیرۂ راقا ہے؛ اور وہ پرندون کا جزیرہ ہے - اور کہا جاتا ہے کہ اُس میں پرندوں کی ایک قسم ، عقابوں کی شکل کی ہے سرخ چلکل والی ، دریائی چوپائے شکار کرتی اور کھاتی ہے - اور اِس جزیرے سے تلتی نہیں ہے - اور کہا جاتا ہے کہ وہاں ایک پھل ہے بڑی انجیر سے مشابہ ، اور اُس کا کھانا تمام زہروں کا مارک ہے- اور کتاب العجائب کے مصنف (مسعودی) نے بیان کیا کہ فرنگ کے بادشاہوں میں سے ایک کو اُس کی خبر ملی- تو اُس نے وہاں ایک جہاز بھیجا جو ساز و سامان سے بھرپور تھا - تاکہ وہ پھل لائے جائیں اور وہ پرند شکار کیے جائیں - کیونکہ

[۱]—زائپول، ص ۳۱ -

بادشاہ کو اُن کے خون اور اُن کی
کرواھٹوں کا علم تھا - تو وہ جہاز
جو اُس نے بھیجا تھا ، ضائع ہوگیا
اور اب تک اُس کے پاس نہیں پلٹا۔

اِس بیان کے اہم اجزا یہ ھیں :—

موقع — اِس جزیرے کا جائے وقوع کیا ھے ؟ اِس کو ادریسی نے بہت صاف بتایا ھے :—

" یہ جزیرۃ الغنم کے پاس واقع ھے ! "

یورپ کے موجودہ نقشوں میں شاٹلنڈ (Shetland Is) اور ارکنیئ (Orkney Is) کے بیچ میں دیکھو ! وھاں یہ جزیرہ ملے گا - اسکاٹ لینڈ سے شمال و مشرق واقع ھے - اِس کا رقبہ صرف چھ میل مربع ھے [۱] -

نام — ادریسی نے اِس جزیرے کا نام " راقا " لکھا ھے - اور اِس کی وضاحت ایک دوسرے لفظ سے کی ھے -

جزیرۃ الطیور | پرندوں کا جزیرہ !

" قلمی جغرافیہ " میں اِس کو " جزیرۃ الطیر " کہا ھے - بات ایک ھی ھے - یہی اِس جزیرے کی وہ خصوصیت ھے جس کی بنا پر عرب جغرافیہ نویسوں نے اِس کا نام ھی پرندوں والا جزیرہ رکھ دیا ھے ! انسائکلوپیڈیا میں بھی اِس خصوصیت کا الفاظ ذیل میں اعتراف کیا گیا ھے [۲] :—

" It is noted among ornithologists for the numerous s pecies of migrant birds observed there."

---

[۱]—انسائکلوپیڈیا ، ص ۳۸ ، ج ۹ -
[۲]—حوالۂ سابق -

یعنی وہ علم الطیور کے ماہرین کے نزدیک اِس بات میں مشہور ہے کہ وہاں مہاجر پرندوں کی کثیرالتعداد قسمیں دیکھی جاتی ہیں! کیا یہی خصوصیت قدیم زمانے میں نہ تھی ؟

پرند | ادریسی نے یہاں جس خاص پرند کا ذکر کیا ہے ' وہ میرے نزدیک " Erne " ہے - اُس کی نسبت

انسائکلوپیڈیا کا بیان یہ ہے [۱] :—

"A second British species was the erne, sea-eagle or white-tailed eagle (Haliaeetus albicilla), which inhabits the whole of the northern part of the Old World, but has recently ceased to breed in Britain. The plumage is greyish-brown with a pale head, yellow beak and white tail. The nest resembles that of the golden eagle, but is more usually near water, for in addition to the hares, rabbits, grouse, and other prey of A. Chrysaetus, the erne eats fish and the refuse thrown up by the tide."

اِس عقاب کی نسبت باقی تفصیلات ' کچھ ادریسی نے زیادہ بیان کی ہیں ؛ اور کچھ انسائکلوپیڈیا میں زائد ہیں - اُن میں باہم مخالفت نہیں ہے - البتہ ایک کو دوسرے کی تشریح کیا جا سکتا ہے - اب رہا ' بحری چوپایوں کا شکار ' تو جدید ذخیرۂ معلومات اگرچہ بالکل ساکت ہے ؛ تاہم اُس کے آخری فقرے سے اِتنا پتا ضرور چلتا ہے کہ مری ہوئی حالت میں بحری چوپایوں کی لاشیں اِس عقاب کی غذا ہیں! لیکن زندہ چوپایوں کا شکار " Erne " سے کچھ بعید نہیں ہے - مشہور انگریزی عقاب " Golden Eagle ' ہرن کا شکار کرتا ہے ! یہ فقرہ دیکھیے [۲] :—

"The Kirghiz Tartars use the golden eagle to capture antelopes."

---

[۱]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۸۲۲ ' ج ۷ - [۲]—ایضاً -

چیتل ہرن ہی کی ایک قسم ہے!

درخت

ادریسی نے یہاں کے ایک پھل کا ذکر کیا ہے، جو بڑی انجیر کے مشابہ ہوتا ہے، اور تمام زہروں کو نفع دیتا ہے - یہ پھل میرے نزدیک " اندرائن " کا ہے؛ جس کو انگریزی میں "Maple" اور عربی میں " قیقب ' کہتے ہیں - قیقب کا ترجمہ " قاموس " میں " ابن درید " کے حوالے سے " آزاد درخت " کیا گیا ہے [۱] - اور آزاد درخت کا پھل حنظل (اندرائن) کہلاتا ہے [۲] ! اس کی جڑ سانپ اور بچھو کے زہر کو دفع کرتی ہے - کھانے اور لگانے ' دونوں طرح سے نفع پہنچتا ہے - حشرات الارض ' پسّو ' چھچھڑیاں ' سب اِس سے بھاگتے ہیں [۳] -

چونکہ یہ درخت جزائر " فیرو " میں پایا جاتا ہے [۴] ! اور جزیرۂ " راقا " اُن سے بہت دور نہیں ہے ' اس لیے ادریسی کا بیان بالکل صحیح ہے - یہاں بھی یہ ہوتا ہو گا ! رہی بڑی انجیر سے مشابہت ' تو شاید قد میں ہو ! مزے اور رنگ میں نہ ہو -

راقا اور مسعودی

آخر میں یہ بتانا بھی پرلطف ہے کہ جزیرۂ " راقا " کا نام ' اور وہاں کی خاص چیزوں کا علم ' مسلمان جغرافیہ نویسوں کو ادریسی سے بہت پہلے ہو گیا تھا ! مورخ " مسعودی " نے جہاں ایک طرف " مروج الذہب " میں " بریطانیہ " کا نام لیا ہے ؛ وہاں دوسری طرف " کتاب العجائب " میں " راقا " کا حال لکھا ہے - " کتاب العجائب " کے ہم نے دو ٹکڑے دیکھے ہیں ؛ جو یورپ والوں نے شائع کر دیے ہیں - افسوس ہے کہ یہ ٹکڑا ہمارے پاس نہیں ہے - صرف ادریسی کے بیان سے اِس کا پتا چلا ہے !

---

[۱]—خزائنۃ الادویۃ ' ص ۶۵۳ ' ج ۳ - [۲]—فرہنگ انندراج ' ص ۴۳ ' ج ۱ -
[۳]—خزائنۃ الادویۃ ' ص ۵۷۷ ' ج ۱ - [۴]—انسائکلو پیڈیا ' ص ۳۲ ' ج ۹ -

ادریسی نے مسعودی کا جو بیان نقل کیا ہے ' وہ اِتنا پُرانا ہے کہ اُس وقت تک ناروے والے مکتشفین (Eric the Red - ۹۸۲ - ۹۸۴ ؛ گرین لینڈ کے مؤسسین ۹۸۵ ؛ Leif - ۹۹۹) - کا وجود بھی نہ تھا ! اور اس لیے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ " برطانیہ " کے آگے ' اُس وقت سمندر صاف نہ تھا - اِس بیان سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ مسعودی نے جو کچھ لکھا ہے ' وہ اُس کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے ! یہ معلومات اُس کو مسلمان سیاحوں سے حاصل ہوئے ہوں گے ' جو اُس کی زندگی ہی میں قطب شمالی تک تمام مقامات کا پتا لگا چکے تھے -

---

ارکنیہ

(ORKNEY Is)

یہ (۹۷) جزیروں کا مجموعہ ہے - جن میں (۲۹ آباد ہیں -
قطب الدین شیرازی نے اِس جزیرے کا ذکر کیا ہے -

موقع — مغربی و شمالی ربع میں (سمندر کی) جو شاخ اندر تک چلی آئی ہے ' اُس میں محیط مغربی (بحر اوقیانوس) سے متصل ' تین جزیروں کا نام قطب الدین شیرازی نے لیا ہے - اُن میں سب سے بڑا جزیرہ انکلیسی ہے ؛ سب سے چھوٹا ارلاندہ ؛ اور متوسط درجہ کا " ارکنیہ "- اِس حد بندی کا مطلب یہ ہے کہ ارکنیہ اور جزائر برطانیہ کے ایک طرف بحیرۂ شمالی ہے ' اور دوسری طرف بحر اوقیانوس !

تحفۂ شاہیہ کی عبارت یہ ہے [۱] :—

و اوسطہا ' و ہو جزیرۃ ارکنیۃ ' ثمانیۃ بیوت ' ہ کم و ہ کط و وکم و وکط و زکم و زکط و ح کم و ح کط -

اور اِن (جزائر) میں متوسط ' اور وہ جزیرۂ ارکنیہ ہے ' آٹھ بیوت ہیں - ۵ کم اور ۵ کط ؛ اور وکم اور وکط ؛ اور زکم اور زکط ؛ اور ح کم اور ح کط -

رقبہ — موجودہ تحقیقات کے رو سے جزائر ارکنیہ کا رقبہ شمال شرق سے جنوب غرب تک (۵۰) میل ' اور شرقاً غرباً (۲۹) میل ہے - یہ جزیرے (۸۴۷ , ۲۴۰) ایکڑ زمین میں واقع ہیں [۲] -
اب رہا آئرلینڈ سے اِس کو بڑا سمجھنا ' تو یہ قطب الدین کی غلطی ہے ؛ جو افسوس ہے کہ آٹھویں صدی میں بھی اُن کی کتاب میں ملتی ہے -

[۱]—زائچہ ' ص ۱۳۲ - [۲]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۲۰۶ ' ج ۱۶ -

دنس

(DENNISHEAD)

اِس کا ذکر ادریسی نے کیا ہے - یہ اِس وقت جزائر ارکنیہ (Orkney Is) میں شامل ہے -

موجودہ نقشے میں " دنس " سے ملتے ہوئے دو نام ملتے ہیں :—

(۱)—Deerness جو اصلی ارکنیہ (Pomona) کا ایک حصہ ہے اور کرکوال (Kirkwall) کے مشرقی جانب پڑتا ہے -

(۲)—Dennishead جو ارکنیہ کے " North Ronaldshay " میں واقع ہے -

زیادہ مشابہ دوسرا ہی نام ہے ؛ لیکن اُس میں " head " کا لفظ بھی شامل ہے ' جو ادریسی کے یہاں نہیں ہے - ممکن ہے عادت کے مطابق اُس نے مخفف کر لیا ہو -

موقع — ادریسی کے نزدیک یہ جزیرہ ساتویں اقلیم کے دوسرے حصے میں واقع ہے - اِسی حصے میں اسکاٹ لینڈ ' آئرلینڈ ' انگلینڈ ' آئسلینڈ اور ناروے بھی ہیں -

انگلینڈ سے فاصلہ — جزیرۂ دنس کا انگلستان سے کتنا فاصلہ ہے ؟ اِس کو ادریسی نے بہت صاف بیان کیا ہے - کہتا ہے [۱] :—

و من طرف جزیرة انغلطرة الی جزیرة دنس مجری -	اور جزیرۂ انگلترا کے کنارے سے جزیرۂ دنس تک ایک مجریٰ ہے

[۱]—زانپل ' ص ۱۳۳ -

وہ سو میل کا فاصلہ ، انگلستان کے کنارے سے بیان کرتا ہے - کنارے کا مطلب جنوبی ، مغربی انگلستان کا وہ انتہا حصہ ہے جس میں Devon, Somerset, اور Cornwall کے اضلاع واقع ہیں -

ادریسی کی غلطی

ادریسی نے انگلستان کے اِس کنارے سے جو فاصلہ بیان کیا ہے ، وہ صحیح نہیں ہے - اِس کے رو سے جزیرۂ دنس ، اثر لینڈ اور انگلستان کے اِس کنارے کے درمیان ہوتا ہے - حالانکہ وہ اسکاٹ لینڈ کے شمال ہے -

نقشہ

چونکہ موقع اور سمت کے سمجھنے میں ادریسی سے غلطی ہوئی تھی' اس لیے اُس نے نقشہ بھی غلط بنایا ہے - '' میپے عربیکے " ج (۲) نمبر (۹۱) پر دنس کا جو نقشہ ادریسی کی کتاب سے نقل ہوا ہے' اُس میں جزیرۂ دنس' ارلانده اور جزیرۂ انگلستان کے اُس کنارے کے درمیان دکھایا گیا ہے ' جس کا ذکر اوپر گزرا -

جزائرالسعادة

(FORTUNATE ISLANDS)

اِن جزائر کا ذکر پلوتارک اور بطلمیوس دونوں نے کیا ہے - لیکن اِن سے کیا مراد ہے؟ اِس کا پتا نہیں چل سکتا - بعض لوگ جزائر خالدات (Canaries) سمجھتے ہیں - بعض مغربی اوقیانوس کے دوسرے مجمع الجزائر (مثلاً Isles of Blest) کا نام لیتے ہیں - لیکن اِس سلسلے میں جو تحقیقات پیش کی جاتی ہے، اُس کی حیثیت افسانے سے زیادہ نہیں !

مسلمانوں میں ابوالعباس احمد بن محمد مَقّری نے " نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب" میں اِن جزائر کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، اُس میں افادی پہلو موجود ہے - وہ جزائر خالدات اور جزائرالسعادۃ دونوں سے واقف تھا - اُس نے پہلے جزائر خالدات کا بیان لکھا ہے - اُس کے بعد جزائرالسعادۃ شروع کیے ہیں؛ جن کی ابتدا جزیرۂ " برطانیہ " سے ہوتی ہے !

اصل عبارت ملاحظہ ہو [۱] :—

و فیہ بجہۃ الشمال جزائرالسعادۃ و فیہا من المدن و القری ما لا یحصی و ملہا یخرج قوم یقال لہم المجوس علی دین النصاری - اولہا جزیرۃ برطانیۃ -	اور اُس (محیط ، یعنی بحر اوقیانوس) میں شمال کی طرف جزائرالسعادۃ ہیں - اور اُن (جزائر) میں شہر اور گاؤں اِتنے ہیں کہ گنے نہیں جاسکتے - اور وہیں سے ایک

[۱]—زائچل ، ص ۳۶ -

قوم نکلتی ہے جس کو مجوس کہا
جاتا ہے؛ نصاریٰ کے مذہب پر - اُن
میں پہلا جزیرہ برطانیہ ہے -

کیا اِس بیان کی تردید آسان ہے ؟

مَقّری نے اِن جزائر کی نسبت دو باتیں کہی ہیں -

آبادی

وہ اِن کو بہت آباد سمجھتا ہے - کہتا ہے کہ لا تعداد شہر اور دیہات موجود ہیں - پندرھویں صدی عیسوی کے یورپ اور جزائر برطانیہ کا جغرافیہ دیکھو ! صفحے صفحے سے اِس صداقت کی شہادت ملے گی -

مجوس

وہ یہاں کی ایک قوم کا نام " مجوس " بتاتا ہے؛ جو مذہباً عیسائی تھی - یہ قوم " آئرلینڈ والے " ہیں ؛ جن کو مسلمان مورخین مجوس کے لقب سے یاد کرتے ہیں - وہ جہازوں پر چڑھ کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آیا کرتے تھے - اور اسپین اور مراکش دونوں جگہ اُن سے سابقہ پڑتا تھا -

اسپین کے قیام' اور زمانے کے تاخر ' کی وجہ سے مَقّری نے مستند معلومات بہم پہنچائے ہیں -

---

جزائر برطانیہ کا نقشہ (از صفاقسی)
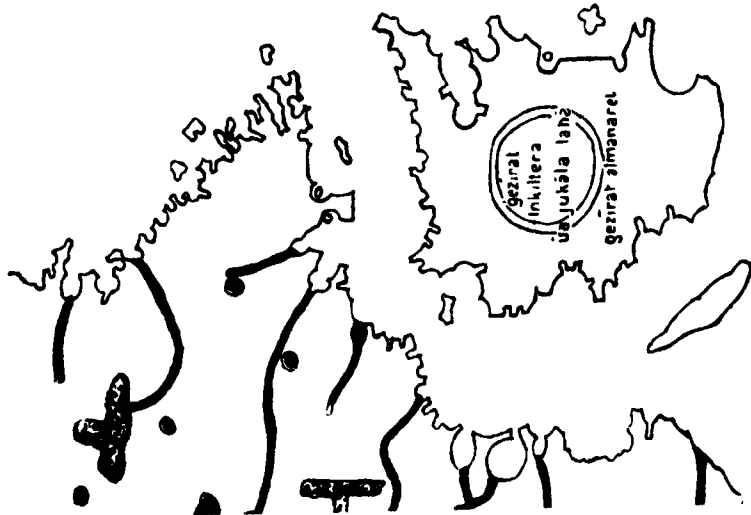
جزائر برطانیہ

(BRITISH ISLES)

جزائر برطانیہ اِس وقت دو جزیروں کا مجموعہ ہے :—

۱— برطانیہ یعنی گریٹ برٹن' جس میں انگلستان اور اسکاٹ لینڈ واقع ہیں -

۲— آئرلینڈ -

قدیم زمانے میں یہی تقسیم تھی - بطلمیوس کے نقشے میں برطانیہ کا نام " Albion " اور آئرلینڈ کا " Hibernia " لکھا ہوا ہے - بعد میں اسکاٹ لینڈ کا حصہ مستقل سمجھا جانے لگا - چنانچہ ادریسی نے برطانیہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کا نام انغلطارہ یا انکلترا اور دوسرے کا سقوسیہ لکھا ہے - آئرلینڈ کا نام اُس کے یہاں ارلاندہ ہے -

ہرفورڈ کے نقشے میں برطانیہ کے تین حصے ہوگئے ہیں :—

۱—" Anglia " جو ادریسی کے انکلترا کا جنوبی' مشرقی اور شمالی حصہ ہے -

۲—" Vallia " یہ اِس وقت ویلز کہلاتا ہے -

۳—سقوسیا -

یہی تقسیم میتھیو آف پیرس کے برطانیہ والے نقشے میں ہے -

مسلمانوں کو جزائر برطانیہ کا علم' بہت قدیم زمانے سے تھا - ابن خرداذبہ (سنہ ۲۵۰ھ) کی "المسالک و الممالک" میں اُن کا ذکر آیا ہے - جس کا مطلب یہ ہے کہ تیسری ہی صدی میں مسلمانوں کو غالباً ٹولی کے بعد' جزائر برطانیہ کا پتا چل گیا تھا -

ابن خردادبہ [۱] :—

اوقیانوس......و فیہ ایضاً من ناحیۃ الشمال اثنتا عشرۃ جزیرۃ - و ھی الجزائر التی تسمیٰ جزائر براطانیۃ - فاما اذا بعد ھذا البحر المسمیٰ بالمحیط فان السفن لا تجری فیہ و لا یعلم احد من البشر حالہ -

اوقیانوس......اور اِسی میں شمال کی جانب بارہ جزیرے ہیں - اور وہ جزائر وہ ہیں جن کو جزائر براطانیہ کہا جاتا ہے - لیکن جب یہ سمندر، جس کو محیط کہا جاتا ہے، دور ہوجاتا ہے تو اُس میں کشتیاں نہیں چلتیں - اور انسانوں میں سے کوئی اُس کا حال نہیں جانتا -

ابن رستہ [۲] :—

و بحر اوقیانوس ھو بحر المغرب، البحر الاخضر - لا یعرف منہ الا ما یلی المغرب و الشمال من اقصیٰ ارض الحبشۃ الی برطونیۃ - و ھو بحر لا تجری فیہ سفن...... و فیہ ایضاً من ناحیۃ الشمال اثنا عشرۃ جزیرۃ تسمیٰ جزائر برطونیۃ - ثم یبعد من العمران فلا یعرف احد کیف ھو؟

اور بحر اوقیانوس ہی مغربی سمندر ہے، بحر اخضر - اُس کا کچھ علم نہیں مگر جتنا مغرب اور شمال سے ملا ہوا ہے؛ سر زمین حبشہ کی انتہا سے برطانیہ تک - اور وہ ایسا سمندر ہے جس میں کشتی نہیں چلتی.........اور اِسی میں شمال کی طرف بارہ جزیرے ہیں جن کو جزائر برطانیہ کہا جاتا ہے - پھر یہ سمندر آبادی سے دور ہو جاتا ہے، تو کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسا ہے؟

دوسرا موقع [۳] :—

---

[۱]—المسالک و الممالک، ص ۲۳۱، لیڈن -

[۲]—الاعلاق النفیسۃ، ص ۸۵، لیڈن -

[۳]—ایضاً ص ۱۳۰ -

تملک علیها سبعة من الملوک... و لیس وراءهم عمران -

اُس پر سات بادشاہ حکومت کرتے ھیں......اور اِن لوگوں کے آگے آبادی نہیں ہے -

مسعودی [۱] :—

جزیرۃ تولی التی فی بریطانیة -

جزیرۂ تولی جو بریطانیہ میں ہے -

ادریسی [۲] :—

بین راسها الاعلی و ارض برطانیة ثلاثة مجار و نصف -

اُس (آئرلینڈ) کی اوپری راس اور سر زمین برطانیہ کے درمیان ساڑھے تین مجرول ہے -

ابن سعید مغربی [۳] :—

و فی شمالیّ انکلترۃ و بعض شمالیّ برطانیة جزیرۃ ارلندۃ -

اور انکلترہ کی شمالی سمت اور برطانیہ کے کچھ شمال جزیرۂ ارلندہ ہے -

ابن خلدون [۴] :—

(الاقلیم السادس) فالجزء الاول منه غمر البحر اکثر من نصفه و استدار شرقاً مع الناحیة الشمالیة ، ثم ذهب مع الناحیة الشرقیة الی الجنوب، و انتهی قریباً من الناحیة الجنوبیة ، فانکشفت قطعة من هذه الارض فی هذا الجزء داخلة بین طرفین - و فی الزاویة الجنوبیة

(چھٹی اقلیم) تو اِس کے پہلے حصے کو آدھے سے زیادہ سمندر نے ڈھانپ لیا ہے - اور گول ہوگیا ہے مشرق کی طرف شمالی سمت لیے ہوئے - پھر مشرقی سمت لیے ہوئے جنوب کی طرف چلا گیا ہے - اور جنوبی سمت کے قریب ختم ہوگیا ہے - تو اِس زمین کا ایک ٹکڑا اِس

[۱]—زائچل ص ۱۲۹ - [۲]—ایضاً ص ۱۳۲ - [۳]—ایضاً ص ۲۲ -
[۴]—مقدمہ ص ۹۵ -

الشرقیۃ من البحرالمحیط کالجزن فیہ - و ینفسح طولاً و عرضاً - و ھی کلہا ارض بریطانیۃ -

حصے میں کھل گیا ہے جو دونوں طرف کے اندر ہے - اور جنوبی مشرقی گوشے میں بحرمحیط کے طبلۂ عطار کی طرح ہے - اور طول و عرض میں وسیع ہے- اور یہ کل سر زمین بریطانیہ ہے -

ابوالعباس احمد بن محمد مَقّری [۱] :—

اولہا جزیرۃ برطانیۃ - و ھی بوسط البحرالمحیط' بالقصی شمال الاندلس- و لاجبال فیہا ' و لا عیون - و انما یشربون من ماء المطر ' و یزرعون علیہ -

اُن (جزائرالسعادۃ) میں سب سے پہلا جزیرۂ برطانیہ ہے ' اور وہ بحر محیط کے وسط میں ' اندلس سے انتہائی شمال میں ہے - اور اُس میں پہاڑ نہیں: اور نہ چشمے ہیں- لوگ بارش کا پانی پیتے ہیں اور اُسی سے کاشتکاری کرتے ہیں -

گزشتہ عبارتوں میں اہم باتیں یہ ہیں -

نام — گریٹ برٹن' جس کو "Brittania" (Britannia) کہا جاتا تھا [۲] ؛ اسلامی جغرافیے میں اُس کے کئی نام ہیں- سب سے پرانا نام " براطانیہ " ہے' جو ابن خردادبہ نے لیا ہے - ابن رستہ اُس کو " برطینیہ " کہتا ہے - ادریسی ' ابن سعید اور مَقّری نے برطانیہ نام لیا ہے - مسعودی اور ابن خلدون نے " بریطانیہ " لکھا ہے - اور یہی نام اصل سے قریب ہے - کیونکہ بریطانیہ (Brittania) کے باشندوں

[۱]—زائیپل ' ص ۴۹ -

[۲]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۵۹۸ ' ج ۱۲ -

کو سب سے پہلے لاتینی زبان میں جولیس سیزر نے "Brittani" کہا ہے ؛ جو اصلی لفظ "Pretani" کے عوض اختیار کیا گیا تھا - یہی "Brittani" بعد میں "Britanni" اور "Brittones" ہو گیا -

موقع

جزائر برطانیہ کہاں واقع ہیں ؟ اِس کا جواب ابن خردادبہ اور ابن رستہ نے یہ دیاہے کہ بحر اوقیانوس کے شمالی حصے میں ہیں - یہ سمت غالباً اس لیے متعین کی گئی ہے کہ جزائر خالدات سے وہ علیحدہ ہو جائیں - خالدات کے مقابلے میں برطانیہ کے جزیرے یقیناً شمال کی جانب ہیں -

ادریسی نے جزیرۂ برطانیہ (گریٹ برٹن) کو آئرلینڈ کے قریب بتایا ہے - ابن سعید نے آئرلینڈ کو اُس سے کسی قدر شمال میں قرار دیا ہے - ابن خلدون نے کاغذ پر لفظوں میں اُس کا نقشہ کھینچ دیا ہے - مَقّری نے لکھا ہے کہ وہ بحر محیط کے بیچ میں واقع ہے ؛ اور اسپین سے بہت دور شمال کی طرف ہے - اگر دنیا کے نقشے (کُرے) میں جزائر برطانیہ کو دیکھا جائے تو مشرق میں بحیرۂ شمالی اور مغرب میں بحر اوقیانوس کا جتنا حصہ نظر آئے گا ' وہ قریب قریب برابر ہی ہوگا - اسی لیے مَقّری کا یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ جزائر بحر محیط کے وسط میں ہیں - اب رہا اسپین سے انتہائی شمال میں ہونا ' تو یہ لفظ فرانس کے مقابلے میں اختیار کیا گیا ہے - برطانیہ ' فرانس سے ٹھیک شمال میں ہے ؛ اور اسپین سے انتہائی شمال میں -

جزیروں کی تعداد

برطانیہ میں کتنے جزیرے شامل ہیں ؟ اِس کا جواب ابن خردادبہ اور ابن رستہ نے یہ دیا ہے کہ اُس میں بارہ جزیرے ہیں - لیکن اُن کے نام نہیں لکھے ہیں - چوتھی صدی ہجری تک جو نام معلوم ہو چکے تھے ' وہ یہ ہیں :—

۱—انغلطارة -
۲—سلوسية -
۳—ارلاندة -
۴—دنس -
۵—اقانطوس -
۶—هارا -
۷—لاقه -
۸—قاناريا -
۹—كسافاريا -
۱۰—داموطولا -
۱۱—اركنية -
۱۲—شاصلند -

آخری جزیرہ وہی ہے جس کے نام میں " الیکانی " نے دھوکا کھایا ہے - اور اُس کو ثولی لکھ دیا ہے - اِسی ثولی کی نسبت مسعودی کا " مروج الذہب " میں یہ فقرہ ہے [۱] :—

ثم نظروا (یعنی الحکماء) فی العرض ، فوجدوا العمران من موضع خط الاستواء الی ناحیة الشمال ینتھی الی جزیرة تولی التی فی بریطانیة -	پھر اُنہوں (یعنی حکما) نے عرض (البلاد) میں غور کیا ، تو یہ پایا کہ آبادی خط استوا کی جگہ سے شمال کے کنارے تک ، ختم ہوتی ہے جزیرۂ تولی میں ، جو بریطانیہ میں ہے -

لیکن اِن جزائر کے علاوہ صفاقسی نے کچھ اور جزیرے ، اپنے نقشے میں بنائے ہیں ، جن کی تعداد دس ہے - اِن میں وہ جزیرہ شامل نہیں ہے ، جو انگلینڈ سے شمال و مشرق ، صفاقسی کے نقشہ میں لانبا سا بنا ہوا ہے - کیونکہ میں نے اُس کو شاصلند قرار دیا ہے - اور شاصلند کو اوپر کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے -

" جغرافیۂ قلمی " میں بحر مغربی کے لا تعداد جزائر بتائے گئے ہیں - یہ بھی لکھا ہے کہ اُن میں سے (۲۷) میں لوگ پہنچ سکے ہیں -

[۱]—زاڈپلڈ ، ص ۱۲۱ -

اِس کے بعد چند نام دیے ہیں ' جو شکستہ خط میں ہونے کی وجہ سے پڑھے نہیں جاتے - اور وہ یہ ہیں [۱] :—

۱—جزیرۃالقرین -

۲—جزیرۃالسعالی -

۳—جزیرۃ حسرات (حضرات ؟) -

۴—جزیرۃالفور -

۵— جزیرۃالمشکس (یا جزیرۃ الغنم) -

۶—جزیرۃ قلہات -

۷—جزیرۃ الاخوان -

اِن کے علاوہ جزیرۃ الطہر' جزیرۃ الصاصلید (شاصلند) ' اور جزیرۃ لانہ (لانہ) کے نام بھی ہیں - گذشتہ سات جزیروں کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ برطانیہ میں داخل ہیں یا خارج ؟

اب اگر تمام جزیروں کی تعداد ملا دی جائے ' تو یہ (۲۹) ہو جاتے ہیں - لیکن یہ سب ' جزیرے نہیں ہیں - اِن میں بعض صوبے بھی شامل ہو گئے ہیں ؛ جن کو اُن کا لکھنے والا جغرافی عالم ' علیحدہ جزیرہ سمجھتا تھا -

رقبہ — برطانیہ کا رقبہ اچھا خاصا ہے - ابن خلدون نے تصریح کی ہے کہ طول اور عرض ' دونوں میں یہ وسیع ہے -

آئرلینڈ کا فاصلہ — برطانیہ سے آئرلینڈ کا کیا فاصلہ ہے ؟ بقول ادریسی آئرلینڈ کی اوپری راس سے برطانیہ تک ساڑھے تین سو میل ہیں !

---

[۱]—جغرافیۂ قلمی ' ص ۱۱۵—۱۱۸ - پبلک لائبریری ' الہ آباد -

سمندر

یہ جزائر جس سمندر میں واقع ہیں، اُس کا نام سب سے قدیم ماخذ، ابن خرداذبہ نے بھی بالکل ٹھیک لکھا ہے - یعنی وہی یونانی نام " بحر اوقیانوس " (Atlantic Ocean) - ابن رستہ نے اُس کو بحر مغرب قرار دے کر، اُس کا نام " بحر اخضر " رکھا ہے - ادریسی کے زائچل والے نقشہ میں آئسلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے درمیان "بحر مظلم شمالی" نام لکھا ہوا ہے - مقّری نے محض " بحر محیط " کہنے پر اکتفا کی ہے -

ابن خرداذبہ اور ابن رستہ کے زمانے تک اِس سمندر میں جزائر برطانیہ تک سفر ہوتا تھا - اُس کے دور و دراز حصوں سے لوگ نا آشنائے محض تھے - اُس کے جزائر کی آبادیوں کا بھی کچھ حال معلوم نہ تھا -

پہاڑ اور چشمے

مقّری نے لکھا ہے کہ یہاں نہ پہاڑ ہیں اور نہ چشمے! لوگ بارش کا پانی پیتے ہیں - پہاڑوں کے نہ ہونے کا شائد یہ مطلب ہے کہ برطانیہ میں اونچے پہاڑ نہیں ہیں؛ اور نہ بہت بلند قطعات زمین!

زراعت

مقّری نے یہ بھی لکھا ہے کہ برطانیہ کے باشندے، بارش کے پانی سے زراعت میں مدد لیتے ہیں - کیونکہ وہاں چشمے نہیں ہیں -

ریاستیں

تیسری صدی ہجری میں، برطانیہ میں کتنی ریاستیں تھیں؟ اِس کی اطلاع ہم کو ابن رستہ سے ملتی ہے - وہ بتاتا ہے کہ اُس وقت یہاں سات بادشاہ تھے!

ممکن ہے کہ اُس کے پاس ذیل کی ریاستوں کے متعلق خبریں پہنچی ہوں :—

۱—کنٹ (Kent)

۲—سوسکس (Sussex)

۳—وسیکس (Wessex)

۴—ایسیکس (Essex)

۵—مشرقی اینگلس (East Anglia)

۶—نورتھمبریا (Northumbria)

۷—مرسیا (Mercia)

یہ تمام ریاستیں سنہ ۸۱۰ع کے بعد تک موجود تھیں - اور یہی این رسکہ کا زمانہ ہے -

ارلانده

(IRELAND)

ارلانده (آئرلینڈ) کا ذکر حسن بن بہلول طبرهانی، مسعودی، ادریسی، ابن سعید مغربی، زکریا قزوینی اور قطب‌الدین شیرازی کی کتابوں میں آیا ہے -

حسن طبرهانی [۱] :—

جزیرة یوبارنیا ، فیها مدن کثیرة -	جزیرۂ یوبارنیا ، اِس میں بہت سے شہر ہیں -

مسعودی [۲] :—

و حکی صاحب کتاب‌العجائب ان بها ثلاث مدن - فانها کانت معمورة ، و ان المراکب کانت تحطّ بها و تجتاز علیها ؛ فتشتری من اهلها العنبر و الحجارة الملوّنة - فاراد بعضهم ان یملک علیهم، و حاربهم باهله ؛ فحاربوه - فوقعت بینهم العداوة ، فتفانوا - و انتقل بعضهم الی عدوة الارض الکبیرة ، فخربت مدنهم؛ ولم یبق بها ساکن -	(ادریسی کہتا ہے کہ) کتاب‌العجائب کے مصنف (یعنی مسعودی) نے بیان کیا کہ وہاں تین شہر ہیں - تو وہ آباد تھے - اور کشتیاں (جہاز) وہاں ٹھہرتی تھیں اور اُدھر سے گزرتی تھیں - اور وہاں کے باشندوں سے عنبر اور رنگین پتھر خریدتی تھیں - تو اُن میں سے بعض نے اُن پر بادشاہ بننا چاہا ؛ اور اپنے لوگوں (سپاہیوں) کو لے کر اُن سے لڑا ؛ تو اُن لوگوں نے (بھی) اُس سے جنگ

[۱]—زائیل ، ص ۱۲۳ و ۱۲۴ بحوالۂ کتاب فی رسم‌الارض -
[۲]— ایضاً ، ص ۱۳۱ ، بحوالۂ نزهةالمشتاق ، ادریسی -

کی - تو اُن کے آپس میں عداوت
پیدا ہوگئی - اور وہ برباد ہوگئے -
اور اُن میں سے بعض بڑی زمین کے
کنارے منتقل (ہوکر آباد) ہوگئے -
تو اِن لوگوں کے شہر ویران ہوگئے -
اور وہاں کوئی رہنے والا نہ رہا -

مسعودی کی اِس عبارت کی طرح '' بحری مہم والوں '' کا بیان بھی ادریسی نے ''نزهةالمشتاق'' میں درج کیا ہے - افسوس ہے کہ ہم کو اصل عبارت نہ مل سکی - اس لیے '' معارف '' سے اُس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے [۱] :—

'' اور جنوب کی سمت میں بارہ دن اور چلے - اُن کو ایک جزیرہ ملا ' جہاں آبادی اور کھیتی تھی - تو وہ اِس جزیرے کو دیکھنے چلے - ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں نے اُن‌کو گھیر لیا اور اُن‌کو پکڑ کر ' جہاز ایک ساحلی شہر کی طرف لے گئے - وہاں ایک گھر میں جا کر اُتارا - وہاں سرخ رنگ (اشقر) کم ' لیکن سیدھے بال والے ' لمبے قد کے آدمی دیکھے - اُن کی عورتوں میں عجیب خوبصورتی تھی - تو وہ لوگ تین دن ایک گھر میں قید رہے - چوتھے دن اُن کے پاس ایک آدمی آیا جو عربی میں باتیں کرتا تھا ! تو اُس نے اُن کا حال دریافت کیا - اور یہ کہ کیوں آئے اور کہاں سے آئے ؟ اور تمہارا وطن کہاں ہے ؟ اُنھوں نے اپنا پورا حال بتایا - اُس نے اُن سے بھلائی کا وعدہ کیا - اور بتایا کہ وہ بادشاہ کا ترجمان ہے - دوسرے دن اُن کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا - اُس نے اُن کا حال پوچھا - تو وہی بتایا جو کل ترجمان کو بتا چکے تھے ' کہ وہ

---

[۱]—ص ۲۲۹ ' بابت اپریل سنہ ۱۹۲۹ ع -

اِس سمندر میں اس لیے گُھسے تھے کہ دیکھیں اِس میں کیا کیا عجائبات ہیں ؟ اور اِس کے حالات کیا ہیں ؟ اور اِس کی حد دریافت کریں ! یہ سن کر بادشاہ ہنسا ' اور ترجمان کے ذریعے سے اُن کو بتایا کہ اُس کے باپ نے اپنے غلاموں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سمندر کے عرض میں ایک مہینے تک چلتے رہیں - مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا - اور وہ ناکام واپس آئے ! پھر بادشاہ نے ترجمان سے کہا کہ اُن سے بھلائی کا وعدہ کرے - اور بادشاہ کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے - اُس نے ایسا ہی کیا - پھر وہ اِس تہہ‌خانے میں لے آئے گئے - یہاں تک کہ وہ موسم آیا جب پچھوا ہَوا چلتی ہے - تو اُن کو ایک کشتی میں بٹھاکر اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ایک مدت تک سمندر میں چلاتے رہے - اُن کا گمان ہے کہ تین دن اور تین رات وہ چلے ہوں‌گے ' یہاں‌تک کہ وہ ایک خشکی میں پہنچائے گئے - وہاں اُن کی مُشکیں کسی گئیں ' اور ساحل پر چھوڑ دیے گئے - الخ "

ادریسی [۱] :—

(الجزء الاول من الاقلیم السابع)

ان هذا الجزء الاول من الاقلیم السابع کله بحر مظلم ' و جزائره بأسرها مغموره غیر معموره - و اکبر جزائره جزیرة ارلاندة - و قد تقدم ذکرها - وهی جزیرة کبیرة جداً - بین راسها الاعلیٰ و ارض برطانیة ثلاثة مجار و نصف ' و بین طرفها الا سفل و جزیرة سقوسیة الشمالیة مجریان [۲]

(پہلا حصہ ساتویں اقلیم کا) یہ پہلا حصہ ساتویں اقلیم کا کل کا کل تاریک سمندر ہے - (یعنی بحر ظلمات ہے) - اور اُس کے جزیرے تمام کے تمام غیر مشہور ہیں ; آباد نہیں ہیں - اور اُس کے جزائرمیں سب سے بڑا جزیرۂ ارلاندہ ہے - اور اُس کا حال اوپر گزر چکا - اور وہ بہت ہی بڑا جزیرہ ہے - اُس کی

[۱]—وائیلڈ' ص ۱۳۲ - [۲]—یہاں کی عبارت اوپر' مسعودی کے نام کے نیچے' نقل ہوچکی ہے -

.... و من طرف جزیرة سقوسیة الشمالیة الی طرف جزیرة ارلاندة مجریان فی جهة الغرب ، و قد ذکرناها ...... و بین طرف جزیرة اسلاندة و طرف جزیرة ارلاندة الکبیرة مجری -

اوپری راس سے ارض برطانیہ تک ساڑھے تین مجرول ، اور اُس کے نچلے کنارے اور ویران جزیرۂ سقوسیہ کے درمیان دو مجرول هیں .... اور ویران جزیرۂ سقوسیہ کے کنارے سے جزیرۂ ارلاندہ کے کنارے تک دو مجرول هیں جانب مغرب ، اور هم اِس کا ذکر کر چکے هیں......اور جزیرۂ اسلاندہ کے کنارے اور بڑے جزیرۂ ارلاندہ کے کنارے کے درمیان ایک مجرول ہے -

ابن سعید مغربی [۱] :—

و فی شمالیّ انکلترة و بعض شمالیّ برطانیة جزیرة ارلندة - و هی داخلة فی الجزء الاول (یعنی الجزء الاول من المعمور خلف الاقالیم) و فی الثانی - و مسافة طولها نحو اثنی عشر یوماً - و عرضها فی الوسط نحو اربعة ایام - وهی مشهورة بکثرة الفتن - و کان اهلها مجوساً ثم تنصروا ؛ اتباعاً لجیرانهم - و یُجلب منها ایضاً النحاس و القصدیر الکثیر -

اور انگلستان سے شمالی جانب، اور برطانیہ سے کسی قدر شمال جزیرۂ ارلندہ ہے - اور وہ داخل ہے پہلے حصے میں (یعنی اقالیم سے پیچھے کی آبادی کے پہلے حصے میں) اور دوسرے میں - اور اُس کی لمبان میں مسافت تقریباً بارہ دن (کا راستہ) ہے- اور اُس کی چوڑان (میں مسافت) ، بیچ میں ، تقریباً چار دن (کا راستہ) ہے - اور وہ فتنوں کی کثرت میں مشہور ہے - اور اُس کے

[۱] ـــ زائیل، ص ۲۳ - بحوالۂ بسط الارض فی طولها والعرض -

باشندے مجوسی (آتش پرست) تھے؛ پھر عیسائی ہوگئے، اپنے پڑوسیوں کی پیروی میں - اور یہاں سے بھی تانبا اور کانسی بکثرت باہر جاتا ہے۔

زکریا قزوینی [۱] :—

ارلاندۃ ، جزیرۃ فی شمالیّ الاقلیم السادس و غربیّہ - قال احمد بن عمر العذری لیس للمجوس قاعدۃ الا ھذہ الجزیرۃ فی جمیع الدنیا - و دورھا الف میل - و اھلھا علی رسم المجوس و زیّھم - یلبسون برانس، قیمۃ واحد منھا مائۃ دینار، و اما اشرافھم فیلبسون برانس مکللۃ باللآلی - الخ -

ارلاندہ ، ایک جزیرہ ہے چھٹی اقلیم کی شمالی اور مغربی سمت - احمد بن عمر عذری کا قول ہے کہ آگ کی پوجا کرنے والوں کا اِس جزیرے کے سوا تمام دنیا میں کوئی پایۂ تخت نہیں - اور اِس کا دَور ہزار میل ہے - اور اِس کے باشندے آگ کے پجاریوں کے رسوم اور وضع پر ہیں - برنس (ٹوپی دار لبادہ) پہنتے ہیں - اِس کے ایک عدد کی قیمت سو دینار ہوتی ہے - رہے اُن کے شرفا ، تو وہ برنس پہنتے ہیں جس میں موتی ٹکے ہوتے ہیں - الخ -

قطب‌الدین شیرازی [۲] :—

و اصغرھا جزیرۃ ارلاندۃ و ھی ستۃ بیوت ، ح کب و ح کیج و ک کب

اور اُن میں سب سے چھوٹا ، جزیرہ ارلاندہ ہے - اور وہ چھے بیت (گھر)

[۱]—زانیل، ص ۲۱۰ و ۲۵ - بحوالۂ آثار البلاد -

[۲]—ایضاً ، ص ۱۴۲ - بحوالۂ تحفۂ شاہیہ -

و ک کبج و ة کب و ة کبج - و احسُن جوارحِ الصید ، و ھو المشہور بصلقر، انما یکون فیہا -

میں - ح کب اور ح کبج؛ اور ک کب اور ک کبج؛ اور ة کب اور ة کبج - اور شکاری پرندوں میں سب سے حسین؛ اور وہ صنقر کے نام سے مشہور ہے، یہیں ہوتا ہے -

گزشتہ بیانات میں خاص باتیں یہ ھیں :—

نام | اِس جزیرے کا نام، سب سے پرانے ماخذ میں، سب سے پرانا بتایا گیا ھے - حسن بن بہلول طبرھانی نے اِس کو "یوبارنیا" لکھا ھے - یہ لفظ قدیم یونانی میں "Ivernia" اور لاتینی میں "Hibernia" تھا - یونانی لفظوں کے شروع کا "I" جو ھلکا بولا جاتا ھو، یعنی زور دےکر تلفظ نہ کیا جاتا ھو؛ وہ دوسری زبانوں میں جاکر ھمیشہ " H " سے بدل جاتا ھے - اسی لیے بطلمیوس کے نقشے میں بھی " H " سے یہ نام لکھا ھے ؛ اور ھرفورڈ نے اپنے نقشے میں اِسی کی تقلید کی ھے - طبرھانی کا نام یونانی اور لاتینی دونوں تغیرات کا مجموعہ ھے - اُس میں پہلا حرف یونانی تلفظ کے مطابق باقی رکھا گیا ھے اور " V " کو، جس طرح لاتینی میں ھے "B" سے بدل دیا گیا ھے -

ادریسی نے اِس کا نام " ارلاندہ " لکھا ھے؛ جس کی پیروی قزوینی اور قطب شیرازی نے کی ھے - اور ابن سعید نے " ارلندة " لکھا ھے - یہ لفظ بھی یونانی "Iverio" سے "Iveriū، ھوکر "Ériu" بنا ؛ پھر گائلک [۱] ادب میں "Éire" ھوا ؛ یہیں سے ناروے والوں نے اِس جزیرے کو "Land of Éire" کہا - بس یہی اُلٹ کر "Ireland" ھو گیا [۲] - ارلاندہ اور ارلندة اِسی کی تعریب ھے -

[۱]—Gaelic

[۲]—انسائیکلوپیڈیا ، س ۶۸۸ ، ج ۸ -

موقع

یہ جزیرہ کہاں واقع ہے ؟ حسن طبرھانی نے جو چوتھی صدی میں تھا ' اِس کو اُن جزیروں میں شمار کیا ہے ' جو بحر مغربی و شمالی کے اُس حصے میں واقع ھیں جو اقالیم سے باہر ہے - ادریسی نے ساتویں اقلیم کے پہلے حصے میں اِس کو دکھایا ہے - اِس حصے میں بحر ظلمات ہے - اُس کے جزیرے تمام کے تمام غیر مشہور ھیں؛ آباد نہیں ھیں - اِن جزیروں میں سب سے بڑا "ارلاندہ" ہے - اِس کی اونچی راس اور سر زمین برطانیہ کے درمیان ۳۵۰ میل کا فاصلہ ہے - اور اِس کے نچلے حصے اور سقوسیہ (اسکاٹلینڈ) کے مابین ۲۰۰ میل کا سمندر پڑتا ہے - ادریسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ ارلاندہ ' سقوسیہ سے جانب مغرب واقع ہے - اُس نے آئسلینڈ سے بھی اِس کی مسافت بتائی ہے' یعنی ۱۰۰ میل -

ابن سعید مغربی نے اِس جزیرے کو اقالیم سے باہر والی آبادی کے پہلے اور دوسرے حصے میں سمجھا ہے - اور اِس کو انگلستان سے شمال اور برطانیہ سے کسی قدر شمال قرار دیا ہے - زکریا قزوینی نے اِس کو چوتھی اقلیم کے شمال و مغرب مانا ہے - قطب‌الدین شیرازی نے اِس کو (سمندر کی) اُس شاخ کے اندر تسلیم کیا ہے ' جو دنیا کے مغربی شمالی ربع میں چلی گئی ہے - یہ جزیرے جو محیط مغربی سے ملے ہوئے ھیں ؛ تعداد میں تین ھیں - اُن میں سب سے چھوٹا ارلاندہ ہے - اُس کی جگہ شیرازی نے چھ بہت (گھر) قائم کر کے بتائی ہے -

اِن تمام بیانات میں اقلیموں کا جو فرق ہے ' وہ محض اعتباری ہے - ہر جغرافیہ نویس نے علیحدہ علیحدہ اصطلاحات بنا رکھی ھیں -

رقبہ

آئرلینڈ کے رقبے پر ' بہت کم لوگوں نے توجہ کی ہے - ادریسی نے یہ فقرہ لکھا ہے :—

و هی جزیرة کبیرة جدّاً - | اور وہ جزیرہ ہے بہت ہی بڑا -

ابن سعید نے اُس کی مسافت سفر کے دنوں سے بتائی ہے - لمبان میں ' تقریباً بارہ دن ' سفر میں صرف ہوتے ہیں - اور چوڑان ' جزیرے کے بیچ میں ' تقریباً چار دن میں طے ہوتی ہے - اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس جزیرے کے عرض میں مختلف مقامات پر جو تفاوت ہے ' اُس سے ابن سعید واقف تھا !

زکریا قزوینی نے احمد بن عمر عذری سے اِس کا دَور بھی نقل کیا ہے - اور وہ ایک ہزار میل ہے -

اِس وقت تارھتہ سے جو شمالی شرقی جانب ہے ' مزن ھتہ تک جو جنوبی غربی سمت ہے ' ۳۰۲ میل لمبان ہے - سب سے زیادہ چوڑان ۱۴۷ میل ہے - اوسط چوڑان ۱۱۰ میل - اور کل رقبہ ۲۳۵۰۱ میل مربع ہے [۱] - لمبان اور چوڑان کے بڑے بڑے فرق موجود ہونے کی وجہ سے ' اِس جزیرے کی سرحدیں قائم نہیں ہیں - شائد اسی لیے مسلمان جغرافیہ نویسوں نے میلوں کے بجائے سفر کے دنوں سے اِس کی لمبان چوڑان دکھائی ہے - البتہ دَور کو میل کے ذریعے بتایا ہے ؛ کیونکہ اُس میں فرق کا کم امکان تھا -

آبادي

مسعودی نے اِس جزیرے کے ویران ہونے کا ذکر کیا ہے - اور جو بیان اِس کی نسبت دیا ہے' وہ ادریسی کے اُس بیان سے جو شاصلند میں گزر چکا ہے ' ملتا جلتا ہے - چونکہ مسعودی کے بعد والے جغرافیہ نویسوں نے اِس جزیرے کی آبادی کا حال لکھا ہے ' اس لیے بداھۃً اُس کا بیان غلط ہے - اُس کو یا اُس کے راوی کو دھوکا ہوا ہے ! شاصلند کے خصوصیات آئرلینڈ میں بیان کر دیے ہیں !

---

[۱] — انسائکلو پیڈیا ' ص ۷۴۲ ' ج ۱۴ -

معدنیات

ابن سعید مغربی کے حوالے سے ' یہاں کی تانبے اور کانسی کی کھانوں کا ذکر آگے آتا ھے۔ اور اُس کی تائید میں انسائیکلو پیڈیا کا بیان بھی پیش کر دیا گیا ھے -

پرند

قطب‌الدین شیرازی نے یہاں کے شکاری پرندوں میں "صقر" کا تذکرہ کیا ھے۔ اُس کے بیان کے مطابق یہ سب سے حسین شکاری پرندہ ھے۔ اُس نے یہ بھی بتایا ھے کہ یہ جانور اِسی جزیرے کے ساتھ مخصوص ھے -

انسائیکلوپیڈیا میں بازوں کی ایک خاص قسم کے متعلق یہ صراحت ھے[۱] :—

"The hobby falcons are characterized by their bold upstanding position and long wings. The beautiful little English hobby (F. Subbeto) lives mainly on insects and is a Summer visitor to most parts of Europe."

اِس سے زیادہ صاف تائید اور کیا ھو سکتی ھے ؟

ابلینہ

ابلینہ جس کو اب بھی " Balæna " کہتے ھیں ' یہاں موجود ھے ! اُس کا تذکرہ احمد بن عمر عذری نے کیا ھے - اور لوگوں کے بیانات بھی اِس سلسلے میں محفوظ ھیں ؛ جو زکریا قزوینی نے آثارالبلاد میں نقل کیے ھیں -

ابلینہ کی نسبت لکھا ھے [۲] :—

و ھو نون عظیم جدّاً -	اور وہ بہت ھی بڑی مچھلی ھے -

اُس کے بچوں کی پیدائش کے متعلق' لوگوں کا یہ خیال نقل کیا ھے:—

و ذکروا ان ھذہ الاجزاء تتولّد فی شھر ایلول ' فتصاد فی تشرین الاول	اور لوگوں نے بیان کیا کہ یہ بچے پیدا ھوتے ھیں سپٹمبر میں ؛ اور

[۱]—ص ۴۳ ' ج ۹ - [۲]—زائپل ' ص ۴۴ و ۴۵ -

والثانی ' و کانون الاول و الثانی ' فی هذه الاشهر الاربعة - و بعد ذالک فیصلب لحمها ' لا یصلح للاکل -

اُن کا شکار کیا جاتا ہے اکتوبر ' نومبر ' دسمبر ' اور جنوری میں ؛ اِنہیں چار مہینوں میں - اور اِس کے بعد اُن کا گوشت سخت ہو جاتا ہے ؛ کھانے کے قابل نہیں رہتا -

اُس کے شکار کی نسبت کہتا ہے :—

و حکی ان فی سواحلها یصیدون فراخ الابلینة و هو نون عظیم جدًّا یصیدون اجراءها یتأدمون بها -

اور بیان کیا گیا کہ اُس (آئرلینڈ) کے ساحلوں میں لوگ ابلینہ کے چوزوں (!) کا شکار کھیلتے ہیں - اور وہ مچھلی ہے بہت ہی بڑی - اُس کے بچوں کا شکار کر کے اُن کا سالن پکاتے ہیں -

پھر عذری کے حوالے سے شکار کی یہ کیفیت لکھی ہے :—

ان الصیادین یجتمعون فی مراکب' و معهم نشول کبیر من حدید ذو اضراس حداد ' و فی النشول حلقة عظیمة قویة ' و فی الحلقة حبل قوی ' فاذا ظفروا بالجرو صفّقوا بایدیهم و صوّتوا - فیتلهّی الجرو بالتصفیق ' و یقرب من المراکب ' مستانساً بها - فیلقّم احد الملاحین الیه ' و یحکّ جبهته حکّاً شدیداً فیستلذّ الجرو بذالک - ثم

شکاری کشتیوں میں اکٹھا ہوتے ہیں؛ اور اُن کے پاس لوہے کا بڑا بھالا ہوتا ہے جس کے تیز دانت ہوتے ہیں - اور بھالے میں ایک بڑی ' مضبوط چرخی ہوتی ہے - اور چرخی میں ایک مضبوط رسی - جب بچہ مل جاتا ہے تو یہ لوگ تالیاں بجاتے اور شور کرتے ہیں - بچہ تالیوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور مانوس ہو کر کشتیوں کے قریب چلا آتا ہے -

يضع الدهيل وسط راسه، و ياخذ
مطرقة من حديد قوية، و يضرب
بها على الدهيل باتمّ قوته ثلاث
ضربات، فلا يُحس بالضربة الاولى،
و بالثانية و الثالثة يضطرب اضطرابا
شديداً - فربّما صادف بذنبه شيئًا
من المراكب فيُحطمها - و لا يزال
يضطرب حتى ياخذه اللغوب - ثم
يتعاون ركّاب المراكب على جذبه،
حتى يصير الى الساحل - و ربّما
احسّت امّ الجرو باضطرابه، فتتبعهم،
فيستعدّون بالثوم الكثير المدقوق،
و يخوّضون به الماء، فاذا شمت
رائحة الثوم استبشعتها، و رجعت
القهقرى الى خلف - ثم يقطّعون
لحم الجرو، و يملّحونه - و لحمه
ابيض كالثلج، و جلده اسود كالنقس-

تو ملاحوں میں سے ایک اُس کے
پاس پہنچ جاتا ہے ؛ اور اُس کی
پیشانی کو خوب کھجلاتا ہے - اِس
میں بچے کو مزا آتا ہے - پھر وہ
(ملاح) بھالے کو اُس کے سر کے بیچ
میں رکھتا ہے ؛ اور لوہے کا مضبوط
ہتھوڑا لے کر پوری قوت سے بھالے پر
تین ضرب لگاتا ہے - تو اُس (بچے)
کو پہلی ضرب میں احساس نہیں
ہوتا - اور دوسری اور تیسری ضرب
میں خوب پھڑ پھڑانے لگتا ہے -
اُس وقت اگر اُس کی دم کے قریب
کوئی کشتی آ جاتی ہے تو وہ اُس
کو (اُچھال کر) ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا
ہے - وہ برابر پھڑ پھڑاتا رہتا ہے،
یہاں تک کہ سست پڑ جاتا ہے -
پھر کشتیوں کے سوار اُس کے کھینچنے
میں ایک دوسرے کی مدد کرتے
ہیں، یہاں تک کہ وہ ساحل پر
آ جاتا ہے - اور بسا اوقات بچے کی
ماں کو اُس کے پھڑپھڑانے کا پتا چل
جاتا ہے، تو وہ شکاریوں کا پیچھا
کرتی ہے - یہ لوگ بہت سا لہسن

پِسا ہوا سانھ رکھتے ھیں اور اُس کو
پانی پر چھڑک دیتے ھیں - بس
جہاں اُس نے لہسن کی بو سونگھی
اور اُس کو بری معلوم ھوئی ' وہ
اُلٹے پانو پیچھے پلٹ جاتی ہے -
پھر یہ لوگ بچے کا گوشت ٹکڑے
ٹکڑے کاٹتے ھیں ' اور اُس میں
نمک لگاتے ھیں - اور اُس کا گوشت
برف کی طرح سفید ھوتا ہے ؛ اور
کھال روشنائی کی طرح چمکتی
ھوئی سیاہ -

گزشتہ بیانات میں جو حالات مذکور ھیں ' وہ گرین‌لینڈ کے وھیل
"Balæna mysticetus" پر صادق آتے ھیں - یہ عموماً ساٹھ فٹ سے
ستّر فٹ تک لمبا ھوتا ہے - بلا دیکھے ایسے قدآور جانور کا اندازہ کرنا
دشوار ہے - فطرتاً وھیل کھلاڑی طبیعت کا ھوتا ہے - اور گھنٹوں پانی میں
اچھل کود کیا کرتا ہے - وہ ایک چھوٹی سی مچھلی کی طرح آسانی سے
بھی تیرتا ' کبھی غوطہ لگاتا ' اور پھر سطح پر آتا ہے -

اُس کی کھال کا رنگ ' جسم کے اوپری حصے پر سیاہ چمکتا ھوا
ھوتا ہے !

وھیل کو اپنے بچے سے ایسی محبت ھوتی ہےکہ جو دوسرے جانوروں
میں نہیں پائی جاتی - اگر کہیں اتفاق سے بچہ مارا جاتا ہے تو ماں کے
غم اور بےقراری کی حد نہیں ھوتی ! وہ بچے کے پاس ھی پھڑپھڑاتی ہے !
یہاں تک کہ خود آپ دشمن کا شکار بن جاتی ہے - اسی لیے شکاری پہلے

بچے ہی پر حملہ‌آور ہوتا ہے - کیونکہ ایک تو اُس میں تیزی نہیں ہوتی- اور دوسرے ماں کا شکار بھی بہ آسانی ہو جاتا ہے -

وھیل کا شکار کوئی آسان کام نہیں ہے ! بلکہ اُس میں جان کا اندیشہ ہوتا ہے - اُس کے شکار کے لیے چھوٹے چھوٹے چار سو یا پانچ سو ٹن کے جہاز' خاص طریقے کے تیار کیے جاتے ہیں - جو نہایت مضبوط ہوتے ہیں- اُن میں کشتیاں ہوتی ہیں! جب وھیل کی اطلاع ملتی ہے' تو جہاز سے کشتیاں فوراً پانی میں چھوڑ دی جاتی ہیں !

ہر کشتی پر ملاحوں کے علاوہ ' ایک بھالا چلانے والا بھی رہتا ہے ! اور وہ ہاتھ میں بھالا لےکر تیار ہو جاتا ہے - بھالے کا طول تقریباً آٹھ فٹ ہوتا ہے - وزن پانچ سیر ؛ اور اُس کی نوک تیر کی طرح ہوتی ہے - تجربہ‌کار اُس کو بہت دور تک پھینک لیتے ہیں - یہ بھالا ایک رسی میں بندھا ہوتا ہے ! جس کی درازی تین چار ہزار فٹ ہوتی ہے ؛ اور جو ایک چرخی پر لپٹی رہتی ہے ! بھالا پھینکنے والا نہایت دلیر ہونا چاہیے -

بھالا سنسناتا ہوا ' بجلی کی طرح ' وھیل تک پہنچتا ہے ؛ اور چربی کو پھاڑ کر ' گوشت میں پیوست ہوکر ' پٹھوں اور نسوں میں جا اٹکتا ہے - اِس آفت ناگہانی سے وھیل گھبرا کر پہلے تو بھالے کو نکالنے کی کوشش کرتا ہے ؛ مگر جب اُس کے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی ' تو غصے میں بھر جاتا ہے - اِس حالت اضطراب میں جو کشتی وھیل کے قریب پہنچ جائے ' اُسی کو وہ اپنی طاقتور دم کے دھکّے سے گزوں اونچا اچھال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے [۱] !

آپ نے دیکھا ؟ مذری نے جو کچھ لکھا ہے ' اُس سے جدید تحقیقات کس قدر مطابق ہے !

---

[۱]—عالم حیوانی' ص ۱/— ۸۰ -

زراعت

مہم والوں کے بیان میں صرف اِتنا مذکور ہے کہ اِس جزیرے میں ساحل کے آس پاس کاشت ہوتی تھی - وہاں کی پیداوار کیا تھی ؟ اِس کی کوئی تصریح نہیں - اگر موجودہ بیان کو دیکھا جائے تو قدیم بیان کی تائید ہوتی ہے - جہاں مہم والے پہنچے تھے ' وہ ظاہر ہے کہ آئرلینڈ کا مشرقی حصہ تھا ؛ اور یہاں آج بھی کاشت ہوتی ہے -

سلطنت

زکریا قزوینی کی تحریر سے پتا چلتا ہےکہ آئرلینڈ کی حکومت کو قدیم زمانے میں خاص اہمیت حاصل تھی - احمد بن عمر عذری کی زبانی بتایا گیا ہے کہ

لیس للمجوس قاعدة الا هذه الجزیرة فی جمیع الدنیا -	آتش پرستوں کا ' اِس جزیرے کے سوا ' تمام دنیا میں ' کوئی پایۂ تخت نہیں -

ظاہر ہے کہ یہ ' قدیم تاریخ کی طرف اشارہ ہے - ممکن ہے کہ اِن نئے عیسائیوں (آئرلینڈ کے اِس زمانے کے باشندوں) کی وضع پرانے مجوسیوں (یعنی اپنے آبا و اجداد) سے ملتی ہوتی ہو ؛ اور اِس تمدنی اثر کے لحاظ سے آئرلینڈ کو مجوس کا پایۂ تخت کہا گیا ہو - اِس کا بھی امکان ہے کہ احمد عذری کے زمانے میں وہاں قدیم مذہب کے ماننے والے سب سے زیادہ موجود ہوں ؛ اور جزائر برطانیہ کے دوسرے حصوں میں خال خال دکھائی دیتے ہوں -

ادریسی کے زمانے میں یہاں سات سلطنتیں تھیں ؛ جن کے دارالسلطنت الگ الگ تھے- جس بندرگاہ میں بحری مہم والے روکے گئےتھے وہ "Annagassan" یا "Dublin" ہوگا - وہاں مہم والوں سے پہلے بھی ' عربی بولنے والے آتے جاتےتھے- اسی لیے بادشاہ نے ایک عرب ترجمان ملازم رکھ لیا تھا !

باشندے | یہاں کی بسنے والی قوم کا ذکر مہم والوں نے کہا ہے :—

" وهاں سرخ رنگ (اشقر) کم، لیکن سیدھے بال والے، لانبے قد کے آدمی دیکھے - اُن کی عورتوں میں عجیب خوبصورتی تھی " -

آپ سمجھے یہ کون قوم تھی ؟ یہ کلٹ (Celts) تھے - وہ ساخت میں جرمانی قبایل سے ملتے جلتے تھے - اُن کے بال نفیس اور لانبے ہوتے تھے [۱] - " اشقر " انسانوں میں اُس کو کہتے ہیں، جس کے سفید رنگ پر صاف و شفاف سرخی نمایاں ہو - لسان العرب میں " ابن سیدہ " کا یہ قول نقل کیا ہے [۲] -

و هی فی الانسان حمرة صافیة و بشرتہ مائلة الی البیاض - | اور وہ آدمی میں صاف سرخی ہے، جس کا بشرہ سفیدی مائل ہو -

رنگ کی ایسی سرخی، قد کی درازی اور بالوں کا سیدھا ہونا ، (یعنی گھانگھریالا نہ ہونا) ، جرمانی قوم کی خصوصیات میں ہے - اور یہی بعینہ کلٹ کا حلیہ تھا !

اِس موقع پر یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ بحری مہم والے مسلمان سیاح ، " شمالی امریکا " پہنچ گئے تھے - اور یہ قوم " لال هندستانی " (Red Indians) تھی : کیونکہ لال هندستانیوں کا رنگ "اشقر" نہیں ہوتا ! انسائیکلوپیڈیا میں ہے [۳]-

" Although often called " red," the American Indians are so only when they paint themselves. Their general colour is a brown, little if any darker than that of the Japanese."

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ، ص ۵۹۸ ، ج ۱۲ - [۲]—لسان العرب ، ص ۸۹ ، ج ۶ -
[۳]—انسائیکلوپیڈیا ، ص ۵۰۳ ، ج ۱۶ -

اِس میں اُن کی کہال کا رنگ "Brown" بتایا گیا ہے' جس کو عربی میں " اسمر " کہتے ہیں؛ نہ کہ اشقر ! پھر جو قوم جاپانیوں سے بھی زیادہ سیاہ ہو ' وہ ظاہر ہے کہ " پینٹ " کرنے پر بہت سرخ ہو جائے گی - اور اشقر بہت سرخ کو نہیں کہتے - اُس کو " احمر " کہتے ہیں ! یوں بھی کہاں امریکا کے لال ہندستانیوں کا گندمی رنگ ' اور کہاں جرمنوں کا کُھلتا اور نکھرا ہوا سرخ رنگ ! رنگ کے علاوہ لال ہندستانیوں کا وہ حلیہ بھی نہیں ہے' جو مہم والوں نے بیان کیا ہے - وہ تو منگولیا والوں سے مشابہ ہوتے ہیں !

اِن باشندوں کا مذہب کیا تھا ؟ اِس کی نسبت ابن سعید مغربی کا یہ قول پڑھیے :—

و کان اهلها مجوساً ثم تنصروا اتباعاً لجیرانهم -	اور وہاں کے باشندے مجوس تھے - پھر عیسائی ہوگئے' اپنے پڑوسیوں کی دیکھا دیکھی -

مجوس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے - اِس کی تصریح جدید خزانۂ معلومات میں مجھے نہیں ملی - ابن سعید نے نصرانی مذہب اختیار کرنے کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اپنے ہمسایوں کی دیکھا دیکھی آئرلینڈ کے لوگوں نے بھی ایسا کیا تھا - اِس کا یہ مطلب ہے کہ انگلستان وغیرہ میں جس زمانے میں عیسائی مذہب پھیلا تھا اُسی زمانے میں آئرلینڈ میں بھی پھیلا تھا -

عیسویت کا آغاز اگرچہ آئرلینڈ میں پہلی صدی عیسوی سے ہوگیا تھا ؛ تاہم جو لوگ عیسائی ہوئے' بالکل انفرادی حیثیت سے ہوئے تھے - اُن کا یہاں کی قومی زندگی پر مطلق اثر نہ تھا - البتہ سنہ ۳۵۰—۴۰۰ع وہ زمانہ ہے جب سے " کرسچین آرٹ " کے نمونے اِس جزیرے میں ملتے

ھیں - اور غالباً ابن سعید مغربی نے اِسی زمانے کی طرف اپنی عبارت میں اشارہ کیا ھے !

احمد بن عمر عذری نے اِن لوگوں کے لباس اور رسم و رواج کی نسبت ایک مختصر سا فقرہ لکھا ھے :—

اھلہا علیٰ رسم المجوس و زیّہم - | وھاں کے باشندے مجوس کے رسوم اور لباس پر ھیں -

پھر لباس کی یوں تفصیل کی ھے :—

۱—دوام ٹوپدار لبادہ پہنتے ھیں - ایک لبادے کی قیمت سو دینار (۵۰۰ روپے) ھوتی ھے -

۲—شرفا کے لبادے میں موتی ٹنکے ھوتے ھیں -

ٹوپدار لبادے کے لئے عربی میں "بُرنُس" کا لفظ آتا ھے - انگریزی میں " Hooded Cloak " اُس کا ترجمہ سمجھنا چاھئے -

اب س کی تائید میں یہ بیان پڑھئے :—

پہلی بات [۱] :—

" As the tunic became the chief garment, it was sometimes elaborately decorated."

یعنی اُس پر جانور ' جنگل ' پہاڑ ' شکاریوں وغیرہ کی تصویریں بنائی جاتی تھیں ! اور غالباً اِسی وجہ سے بیش قیمت ھوتا تھا ؛ جیسا کہ عذری نے تصریح کی ھے -

دوسری بات [۲] :—

"Among the Romans the tunic was often ornamented."

رومیوں ھی کی تقلید ' انگلستان اور آئرلینڈ میں ھوتی تھی -

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۱۵۳ ' ج ۱ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۵۳ ' ج ۷ -

شہر

حسن طہرهانی نے ' جو چوتھی صدی هجری میں تھا ' آئرلینڈ میں بہت سے شہروں کے موجود ہونے کی اطلاع دی ہے - مہم والوں نے بھی وهاں ایک ساحلی شہر کا نشان دیا ہے ؛ جو غالباً "Annagassan" یا "Dublin" هوگا - کیونکہ یہی دونوں شہر سلطنت " Mide " کے ساحلی شہر تھے - جو جزیرۃ الغنم سے آنے والوں کو سب سے پہلے مل سکتے تھے -

ادریسی نے ایک نقشے میں تین شہر "برب" کے نام سے دکھائے ہیں - اِس نام کا آج کل کوئی بڑا شہر نہیں ہے - البتہ ڈبلن سے ۸۷ میل جانب مغرب و جنوب ' دریاے براسنا (Brosna) کی شاخ پر ایک چھوٹا سا مقام ' "برّ" (Birr) ہے - اُس کو "Parsonstown" بھی کہتے ہیں - جو پرانے نام کے بعد "Lawrence Parsons" کے نام پر رکھا گیا ہے - شائد "برّ" هی کو ادریسی نے "برب" کہا ہے ! "برّ" کا قلعہ شاهان "O'Carrolls" کا خاص پایۂ تخت تھا ! اور وهاں تیسری صدی عیسوی میں ایک لڑائی هوئی تھی - اُس میں ایک فریق کورمک بن کانڈ (Cormac, son of Cond) اور دوسری جانب "منسٹر" (Munster) کے لوگ تھے - انسائیکلوپیڈیا کی عبارت میں جو یہ الفاظ "Chief Seat" هیں ' اِن سے یہ شبہہ هوتا ہے کہ اُن بادشاهوں کے اور بھی پایۂ تخت هوں گے - ممکن ہے کہ وہ بھی "برّ" یا "برب" هی کہلاتے هوں !

بحری تجارت

مسعودی نے عنبر اور رنگین پتھروں کی تجارت کا جو حال لکھا ہے ' اُس میں اُس کو دھوکا هوا ہے - یہ چیزیں شاملند کے قدیم باشندوں کا مال تجارت نہیں ؛ جیسا کہ ادریسی نے تصریح کی ہے -

البتہ ابن سعید مغربی نے وهاں کے سامان تجارت میں جو چیزیں دکھلائی هیں ' وہ صحیح هیں - کہتا ہے :—

و يجلب منها ايضاً النحاس و التصدير الكثير - | اور اُس سے بھی تانبا اور کانسی بکثرت باہر بھیجا جاتا ہے -

انسائیکلوپیڈیا میں ' یہاں کے دور نحاسی (Copper period) اور دور تصدیری (Bronze age) کی یادگاروں کا تذکرہ کرکے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ یہاں ایک منظم آبادی ' معمول حکمرانوں کے تحت میں تھی - اِس کے بعد لکھا ہے [۱] :—

"Bronze was abundant. There were rich copper mines, but no tin mines."

یہی دونوں چیزیں اور جزائر کی طرح ' یہاں سے بھی باہر بھیجی جاتی تھیں -

لڑائیاں | مسعودی نے شاصللد کے دھوکے میں وہاں کی خانہ جنگیوں کو یہاں دُھرا دیا ہے - اور لکھا ہے کہ آپس کی عداوتوں میں سب برباد ہوگئے ! اور جو باقی بچے ' وہ یورپ کے براعظم میں ہجرت کرگئے ! یہ پورا بیان غلط ہے -

ابن سعید مغربی نے جو یہ لکھا ہے :—

و ھی مشہورۃ بکثرۃ الفتن ! | اور وہ فتنوں کی کثرت میں مشہور ہے -

تو یہ آئرلینڈ والوں کی فطرت کی بالکل صحیح ترجمانی ہے - وہ آج بھی شورشوں میں مشہور ہیں ! وہاں کے فتنوں اور شورشوں کا حال ' پرانی اور نئی تاریخ میں پڑھ لیجیے !

جہاز اور کشتیاں | مہم والوں کے بیان سے یہ پتا چلتا ہے کہ جزیرے کے گرد بہت سی کشتیاں اور جہاز چکّر لگایا کرتے تھے - اُن میں کچھ تو تجارتی ہوں گے اور کچھ جزیرے کی حفاظت کے لیے -

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۵۹۸ ' ج ۱۲ -

آئرلینڈ کے نقشے

ادریسی نے آئرلینڈ کے دو بڑے نقشے بنائے ھیں - ایک تو وہ ہے جس میں آئسلینڈ (رسلاند) اور آئرلینڈ کی شکلیں ملتی ہوئی ھیں - دونوں آنکھ کے حلقے کی طرح بنائے گئے ھیں - مگر آئرلینڈ کچھ بڑا ہے - اِس نقشے میں آئرلینڈ کا نام نہیں لکھا ہے - اِسی میں انگلستان کے پاس، مگر اُس سے علیحدہ " قلط " وغیرہ دکھائے گئے ھیں -

دوسرے نقشے میں آئرلینڈ کی شکل بہت لانبی ہے - اور ہلال کے گوشوں کی طرح گھومی ہوئی ہے - اِسی میں ادریسی نے " برب " کے نام سے تین شہر دکھائے ھیں -

لیکن دونوں نقشوں میں شکل کی طرح ' جزیرے کی سمت بھی مختلف ہوگئی ہے - پہلے نقشے میں اُس کو انگلستان کے اُس حصے سے جس کو وہ " طرف جزیرۂ انکلترا " کہتا ہے، نیچے کی طرف، " صلابادس " کے مقابل میں، بنایا ہے - دوسرے نقشے میں وہ "طرف جزیرۂ انکلترا" کے اوپر، بنایا گیا ہے - اور "صلابادس" کی جگہ تبدیل کردی گئی ہے؛ جو نسختاً غلط ہے - اِسی میں صلابادس کا نام " سلابرس " لکھا ہے؛ جو زیادہ صحیح ہے - جزیرۂ " دنس " کو آئرلینڈ اور " طرف جزیرۂ انکلترا " کے بیچ میں دکھایا گیا ہے - اِن نقائص کے باوجود ادریسی کے نقشے ' تاریخی حیثیت سے بہت بڑی اہمیت رکھتے ھیں - اِتنے پرانے نقشے تو یورپ والوں کے پاس بھی نہیں ھیں !

محمد بن علی بن احمد صفاقسی کا بنایا ہوا نقشہ ' موجودہ نقشے سے بہت مشابہ ہے ! اُس میں آئرلینڈ کے علاوہ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی دکھائے ھیں - لیکن اُن کے نام نہیں لکھے ھیں - اِس وقت کے نقشے میں اُن کے نام یوں سمجھیے :—

۱—Islay

۲—Jura

۳—Aranmore

۴—ایک جزیرہ جس کا نام معلوم نہ ہوسکا-

۵—Aran یا جنوبی اران - صرف ایک جزیرہ بنا ہوا ہے -

۶—Achill

۷—Valencia

صقالسی کا نقشہ ایسا کارنامہ ہے، جس پر ہم آج بھی فخر کرسکتے ہیں!

سقوسیہ
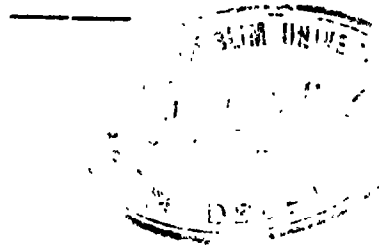
(SCOTLAND)

یہ جزیرۂ برطانیہ کے شمالی حصے کا نام ہے - اِس کا بہت پرانا نام "Caledonia" تھا - گیارھویں صدی عیسوی میں اِس کا ایک حصہ " Scotia " کہلاتا تھا [۱] - ادریسی نے ' جو بارھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں گزرا ہے ' اِس پورے ملک کا نام " سقوسیہ " لکھا ہے ؛ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے زمانے میں قدیم اصطلاح بدل گئی تھی ! تیرھویں صدی کے یورپین جغرافیہ نویس ' مثلاً میتھیو آف پیرس اور ھرفورڈ " ادریسی " ھی کے مقلد نظر آتے ھیں !

ادریسی نے " نزھۃالمشتاق " میں آئرلینڈ سے سقوسیہ کا فاصلہ اور سمت ؛ نیز موخرالذکر سے آئسلینڈ کا فاصلہ اور سمت ' بیان کی ہے - کہتا ہے [۲] :—

و بین طرفہاالاسفل و جزیرۃ سقوسوۃ الخالیۃ مجریان -	اور اِس (آئرلینڈ) کے نچلے کنارے اور ویران جزیرۂ سقوسیہ کے درمیان دو مجروں ھیں -

آگے چل کر کہتا ہے [۳] :—

و من طرف جزیرۃ سقوسوۃ الخالیۃ الی طرف جزیرۃ ارلاندۃ مجریان فی جہۃ الغرب - و قد ذکرھانا -	اور ویران جزیرۂ سقوسیہ کے کنارے سے جزیرۂ ارلاندہ کے کنارے تک دو مجروں ھیں مغرب کی طرف - اور ھم اِس کا ذکر کر آئے ھیں -

آئسلینڈ کا یہاں سے فاصلہ اِس طرح بیان کرتا ہے [۴] :—

[۱]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۳۸ ' ج ۲ - [۲]—زائیل ' ص ۱۳۲ -
[۳]—ایضاً ' ص ۱۳۲ - [۴]—حوالۂ سابق -

و من طرف اسقوسهة فی جهةالشمال الی جزیرة اسلاندة ثلثا مجری -	اور شمال کی سمت ' اسقوسیہ کے کنارے سے جزیرۂ اسلانڈا تک ایک مجروں کے دو ثلث ھیں -

پہلے دو بیانات میں سقوسیہ کو ویران کہا ہے - اُس سے آئرلینڈ کا فاصلہ دو سو میل بتایا ہے - یہ بھی تصریح کی ہے کہ آئرلینڈ ' اُس کے مغرب میں واقع ہے -

تیسرے بیان میں آئسلینڈ کو شمال کی جانب کہا ہے- اور سقوسیہ سے اُس کا فاصلہ (۱۲) میل قرار دیا ہے - اِس کی وجہ یہ ہے کہ ادریسی کے نقشے میں آئسلینڈ بہت لمبا بنا ہوا ہے - اور سقوسیہ کے قریب تک سمندر کے بجائے خشکی دکھائی گئی ہے -

آبادی

ادریسی نے سقوسیہ کو " خالیۃ " کہا ہے - چونکہ اُس کے نقشے میں سقوسیہ ' اسکاٹلینڈ کا وہ حصہ ہے جو " Loch Ness " [۱] کے شمالی جانب پڑتا ہے ! اس لیے اُس کا لکھنا بالکل صحیح ہے - یہ علاقہ پہاڑی ہے ! جھیلیں بکثرت ہیں' اور آبادیاں بہت کم ! کسی پہاڑ کو بلند زمین پر ' پاس سے جا کر دیکھو ! ایک مینار ہے جو گھرے ہوئے رقبے پر بلند ہوتا ہوا ' ہَوا میں چلا گیا ہے ! اِن میں سے اکثر پہاڑ' شریف صورت ہیں ! ایک خاص مسافت سے ' بلندی کی ایک عام یکسانی ' اُن میں نظر آتی ہے !

اِس حصے کو چھوڑ کر' پورا اسکاٹلینڈ ' یوں بھی' قدیم زمانے میں بہت کم آباد تھا - ادریسی نے جو بات کہی ہے ' وہ پندرھویں صدی کے آخر تک بالکل ٹھیک تھی ! بارھویں اور پندرھویں صدی کی یکسانی اِس بارے میں ملاحظہ ہو [۲] :—

---

[۱]— Loch ' بحیرہ یا خلیج کو کہتے ہیں- [۲]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۱٫۲۱ ' ج ۲۰ -

" At the end of the 15th century it is conservatively estimated that the population of Scotland did not exceed 500,000—"

اُنیس ہزار سات سو چھیانوے میل مربع[۱] ' رقبے میں پانچ لاکھ کی آبادی کیا حقیقت رکھتی ہے ؟ ایسا جزیرہ ویران نہیں ' تو اور کیا کہا جائے گا ؟

نقشہ

ادریسی نے سقوسیہ کا بہت معمولی اور سادہ نقشہ بنایا ہے ؛ جس میں صرف شمالی حصہ دکھایا گیا ہے - خلیج اور ساحل وغیرہ بہت صاف نہیں ہیں - صفاقسی نے اپنے نقشے میں اسکاٹلینڈ کو تقریباً اُسی طرح بنایا ہے جس طرح وہ " Martin Behaim " کے نقشے (سنہ ۱۴۰۲ع) میں بنا ہوا ہے -

---

[۱]—اِس میں جھیلوں کا ۶۰۸ میل مربع ' ساحل کا ۴۹۸ میل مربع ' اور مد و جزر والے پانیوں کا ۶۰۸ میل مربع ' رقبہ شامل نہیں ہے -

انغلطارّة

(England)

نام — یہ جزیرۂ برطانیہ کے جنوبی حصے کا نام ہے - اِس میں مغربی حصہ ویلس (Wales) بھی شامل ہے-

اسلامی جغرافیہ میں اِس کے کئی نام آئے ہیں - ادریسی نے کتاب میں " انغلطرة " لکھا ہے [۱] :—

و من طرف جزیرة انغلطرة الی جزیرة دنس مجری -

اور جزیرۂ انغلطارہ کے کنارے سے جزیرۂ دنس تک ایک مجریٰ ہے -

لیکن نقشوں میں دو نام دیے ہیں :—

۱—زائپل کے نقشے میں " انغلطارة " ہے -

۲—میر عربکے کے نقشے میں " انکلترا " ہے -

ابن سعید مغربی نے " انکلترة " لکھا ہے [۲] :—

و فی شمالیّ انکلترة -

اور انکلترہ کے شمالی جانب (جزیرۂ ارلاندہ ہے) -

قطب‌الدین شیرازی نے " انکلیسی " کہا ہے [۳] :—

اما الجزائر فاعلم ان فی الشعبة الداخلة فی الربع المغربی الشمالی ، متصلة بالمحیط المغربی ثلاثا - اکبرها جزیرة انکلیسی ؛ و مقدارها اثنا عشر ، مربعاً ، من زیط الی زکا

لیکن جزائر ، تو جاننا چاہیے کہ (سمندر کی) اُس شاخ میں جو مغربی شمالی ربع میں اندر تک آگئی ہے ، محیط مغربی سے ملے ہوئے تین (جزیرے) ہیں - اِن میں سب

[۱]—زائپل ، ص ۱۳۳ - [۲]—ایضاً ، ص ۲۳ - [۳]—ایضاً ، ص ۱۳۲ -

و من ح يط الى ح كا ، و من ط يط الى ط كا ، و من ى يط الى ى كا ۔

سے بڑا جزیرۂ انکلیسی ہے - اور اُس کی مقدار بارہ (بہت) ہے - مربع ہے - زیط سے زکا تک ، اور ح یط سے ح کا تک ، اور ط یط سے ط کا تک ، اور ی یط سے ی کا تک -

اس میں یہ غور طلب بات ہے کہ سقوسیہ (اسکاٹ لینڈ) کا ذکر نہیں کیا گیا ہے ! وجہ ظاہر ہے ! جزیرۂ انکلیسی سے مراد برطانیہ ہے؛ جس کا شمالی حصہ اسکاٹ لینڈ کہلاتا ہے؛ اور جنوبی حصے کو انگلینڈ کہتے ہیں - قطب شیرازی اِس تقسیم سے واقف تھے !

شمس‌الدین دمشقی نے اِس کو ''انکلطرۃ'' کہا ہے - رودبار انگلستان کے ذکر میں لکھتے ہیں [۱] :—

ثم يمتد (البحر المحيط) بسواحله ، من حدود بحر قادس الى حد برزة منه ، دقيقة طويلة كصورة الدائرة ، و اعرض عرضها ثلاثة ايام ، و اما طولها فلم يُعلَم ؛ و تسمى هذه البرزة بحر انكلطرة ۔

پھر وہ (بحر محیط) اپنے سواحل کے ساتھ بحر قادس کے حدود سے پھیل جاتا ہے ، اپنی اُس رود بار کی حد تک جو باریک ہے ؛ دائرے کی شکل لیے ہوئے لمبی ہے - اور اُس کی سب سے زیادہ چوڑان ہے (سفر کے) تین دن - اور اُس کی لمبان معلوم نہیں - اور اِس رودبار کا نام بحر انکلطرہ ہے -

ابن خلدون بھی یہی لفظ استعمال کرتا ہے [۲] :—

(الاقليم السادس) و الجزء الثاني من هذا الاقليم دخل البحر المحيط

(چھٹی اقلیم) اِس اقلیم کے دوسرے حصے میں بحر محیط اِس کے مغرب

[۱]—زائپل ، ص ۴۷ - [۲]—مقدمہ ، ص ۶۵ -

من غربه و شماله - فمن غربه قطعة مستطيلة ' اكبر من نصفه الشمالي' من شرق ارض بريطانية في الجزء الاول ؛ و اتصلت بها القطعة الاخرى في الشمال من غربه الى شرقه ؛ و انفسحت في النصف الغربي منه بعض الشيء - و فيه هنالك قطعة من جزيرة انكلطرة - و هي جزيرة عظيمة ' متسعة : مشتملة على مدن ' و بها ملك ضخم - و بقيتها في الاقليم السابع -

اور شمال سے اندر آ گیا ہے - تو اُس کے مغرب ایک لمبا ٹکڑا ہے جو اُس کے شمالی نصف سے بڑا ہے ؛ سر زمین بریطانیہ کے مشرق سے پہلے حصے میں- اور اُس ٹکڑے سے دوسرا ٹکڑا شمال میں ملا ہے جو اِس (اقلیم) کے مغرب سے مشرق تک ہے ؛ اور اِس (اقلیم) کے مغربی نصف میں کچھ پھیل گیا ہے - اور اِسی (اقلیم) میں وہاں جزیرۂ انکلطرہ کا ایک ٹکڑا ہے - اور وہ بڑا جزیرہ ہے ' وسیع ' شہروں پر شامل - اور وہاں بھاری سلطنت ہے- اور اِس (انکلطرہ) کا باقی (حصہ) ساتویں اقلیم میں ہے-

دوسری عبارت :—

(الاقليم السابع) ...... فالجزء الاول و الثاني مغموران بالماء الا ما انكشف من جزيرة انكلطرة التي معظمها في الثاني - و في الاول منها طرف انعطف بانحراف الى الشمال - و بقيتها مع قطعة من البحر مستديرة ملحقة في الجزء الثاني من الاقليم السادس - و هي مذكورة هنالك - و

(ساتویں اقلیم)...تو پہلا اور دوسرا حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے البتہ جتنا حصہ جزیرۂ انکلطرہ کا کھل گیا ہے اور اِس (انکلطرہ) کا بڑا حصہ (اِس اقلیم کے) دوسرے حصے میں ہے - اور پہلے حصے میں اُس کا ایک کنارا ہے جو کج ہو کر شمال کی طرف گھوم گیا ہے - اور اُس کا باقی

المجاز منها الی البرّ فی هذه القطعة سعة اثنی عشر میلا -

حصہ سمندر کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہے جو اُس کے چاروں طرف ہے؛ اقلیم سادس کے دوسرے حصے میں- اور وہ وہاں مذکور ہے- اور اِس ٹکڑے میں اِس کی آبنائے' براعظم کے لیے' بارہ میل چوڑی ہے -

غرض انغلطرّۃ ' انغلطارۃ ' انکلترا ' انکلترۃ ' انکلطرّۃ ' انکلیسی ' چھ شکلیں ہیں جو جغرافیہ کی کتابوں میں اِس لفظ نے اختیار کی ہیں-

نویں اور دسویں صدی عیسوی میں انگلینڈ کو "Englaland" کہتے تھے [۱] - اِس سے پرانا نام اُس کا میری نظر سے نہیں گزرا - ہرفورڈ کے نقشے میں جو تقریباً سنہ ۱۲۸۰ع کا ہے ' اُس کو "Anglia" لکھا ہے - اِن دونوں ناموں سے ' معرب ناموں کی اصلیت دریافت کرنے میں ' کچھ مدد نہیں ملتی ! اب وہ بجنسہ کسی یورپ کی زبان سے لیے گئے ہوں ' یا نہ لیے گئے ہوں ' دونوں شکلوں میں ' میرے نزدیک سیدھی سی بات یہ ہے کہ انغلطرۃ یا انکلترا دو لفظوں سے مرکب ہے :—

(۱) Angles جو یہاں کا ایک بڑا قبیلہ تھا - اور جس کی وجہ سے ملک کو Angeln بھی کہتے تھے [۲] - اُس سے "انغل" یا "انکل" لیا -

(۲) لاتینی میں "Castra" اُن رومن شہروں کو کہتے تھے ' جہاں قلعے بنے ہوئے تھے - پھر عموماً ہر شہر کو کاسترا کہنے لگے - یہ لفظ انگریزی میں بھی بعض شہروں کے ناموں میں باقی ہے ' مثلاً "Chester" یا "Winchester" وغیرہ [۳] - عربوں کا "طرۃ" یا "ترا" اِسی کاسترا کا

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۵۵۳ ' ج ۸ -
[۲]—حوالۂ سابق -
[۳]—ایضاً ' ص ۵۵۶ ' جلد سابق -

مخفف ہے ؛ جس کو اُنھوں نے بھی بعض ناموں کے ساتھ باقی رکھا ہے ، مثلاً "شہستار" یا "فویشٹر"۔

اب دونوں لفظوں کو ملاؤ تو اُن کے معنے ہوئے اینگل کا شہر ۔ یعنی وہ شہر جس میں اینگل کی آبادی ہے ؛ جیسے بلد ناقون ، بلد سکسون وغیرہ ۔ اِس میں باد کے معنے ایک شہر کے نہیں ہیں ، بلکہ ایک ملک کے ہیں ! اب رہا ، ک ، غ ، ت ، ط ، ة ، الف ، کا فرق ، تو وہ چنداں قابل توجہ نہیں ؛ کیونکہ اُس زمانے میں حروف کا تبادلہ کسی خاص اصول کے ماتحت نہیں معلوم ہوتا !

قطب الدین شیرازی نے جو لفظ اختیار کیا ہے ، یعنی "انکلیسی" اُس کی وجہ شائد یہ ہو کہ نویں اور دسویں صدی عیسوی میں ، قوم اینگل (Angles) کو "Angelcynn" بھی کہتے تھے [۱] ۔ اب دو برابر کے احتمال سامنے آتے ہیں ۔ یا تو شیرازی نے آخری حروف "nn" اُڑاکر انکلیسی بنالیا ہے ۔ اور یا اُس نے "nn" بھی قائم رکھا تھا اور کاتبوں کی غفلت سے وہ کتابت میں نہیں رہا ۔ بہر حال شیرازی کے "جزیرۃ انکلیسی" کا مطلب بھی یہی ہے کہ قوم انکلیسی کا جزیرہ ۔ انکلیسی میں نہ تو یائے نسبت ہے ؛ اور نہ یہ "جزیرۃ" کی صفت ہے !

محمد بن علی صفاقسی نے اپنے نقشے میں انگلینڈ کا ایک اور نام بھی لکھا ہے ۔ اُس کی عبارت یہ ہے :—

جزیرۃ انکلترا و یقال لہا جزیرۃ المنارۃ ۔	جزیرۃ انکلترا ، اور اُس کو جزیرۃ المنارۃ کہا جاتا ہے ۔

اِس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ منارہ "Lighthouse" کو کہتے ہیں ! چونکہ ڈوور (Dover) میں آج بھی ایک پرانا لائٹ ہاؤس

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ، ص ۴۲۳ ، ج ۸ ۔

"Pharos" [۱] موجود ہے ؛ جو رومن طرز صناعی کی یاد تازہ کر رہا ہے ؛ اس لیے عجب نہیں کہ اِس تاریخی یادگار کی وجہ سے مسلمانوں یا اور کسی قوم نے انگلینڈ کا نام "جزیرۃ المنارۃ" رکھ دیا ہو! نام کے عربی ہونے کے سبب ' خیال مسلمانوں کی طرف جاتا ہے - گو یہ بھی ممکن ہے کہ اُنہوں نے کسی یورپین زبان سے ترجمہ کیا ہو ' جیسے جزیرۃ الغنم !

موقع	انگلینڈ کہاں واقع ہے ؟ اِس کی نسبت قطب الدین شیرازی اور ابن خلدون کے بیانات بہت صاف ہیں -

شیرازی کہتے ہیں :—

"اُس شاخ میں جو مغربی و شمالی ربع کے اندر چلی گئی ہے ' محیط مغربی سے ملے ہوئے ' تین جزیرے ہیں - اُن میں سب سے بڑا جزیرۃ انکلیسی ہے"-

دنیا کے مغربی شمالی ربع میں ' بحر منجمد (Arctic Ocean) کی جو شاخ اندر تک چلی آئی ہے وہ بحیرۃ شمالی (North Sea) ہے - یہ شاخ ' بحر انکلترا (English Channel) کے ذریعے ' محیط مغربی (Atlantic Ocean) سے مل گئی ہے - اور یہ جزائر اِنہیں دونوں سمندروں سے گھرے ہوئے ہیں -

ابن خلدون نے اِس جزیرے کو چھٹی اور ساتویں اقلیموں کے پہلے اور دوسرے حصے میں تسلیم کیا ہے -

ابن سعید مغربی نے اِس کی ایک سمت بھی بتائی ہے :—

وفی شمالیّ انکلترۃ......جزیرۃ اولندۃ	اور انگلینڈ کے شمالی جانب... جزیرۃ ارلندہ ہے -

[۱]— یہ رومی زبان کا لفظ ہے' جو لائٹ ہاؤس کے لیے مستعمل تھا -

اِس کا مطلب یہ ہے کہ انگلینڈ ' آئرلینڈ سے جنوب کی طرف ہے - یہ سمت اس لیے صحیح ہے کہ انگلینڈ ' یعنی جزیرۂ برطانیہ (Great Britain) کا جنوبی حصہ [۱] ' اِسی طرف پڑتا ہے -

رقبہ

میلوں یا سفر کے دنوں سے اِس جزیرے کا رقبہ ' کسی نے نہیں بیان کیا - صرف قطب شیرازی نے اجمالاً یہ لکھا ہے کہ تین جزائر (یعنی جزائر برطانیہ) میں انگلینڈ سب سے بڑا ہے - بن خلدون نے تصریح کی ہے کہ بڑا جزیرہ ہے ' وسیع ہے ' بہت سے شہر آباد ہیں - اِس کی صداقت میں کس کو کلام ہوسکتا ہے ؟

دنس اور انگلینڈ کا فاصلہ

ادریسی نے جزیرۂ " دنس " (Dennishead) اور انگلینڈ کا فاصلہ بھی بتایا ہے - لیکن اُس میں جو غلطی ہے ' اُس کا ذکر دنس کے بیان میں آچکا ہے -

شہر

ادریسی نے انگلینڈ کے بہت سے شہروں کے نام لکھے ہیں ؛ جن کی ایک فہرست یہاں درج کی جاتی ہے -

۱—لندرس ' یہ لندن ہے ! لاڈن "Celtic" نام ہے - رومی اُس کو "Londinium" کہتے تھے [۲] - ادریسی کا لفظ کس زبان کا ہے ؟ یہ مجھے معلوم نہ ہوسکا -

۲—قنط ' "Kent" مشہور ریاست ہے - اِس کا نام مسلمانوں کو چوتھی صدی ہجری ہی میں معلوم ہوگیا تھا ! چنانچہ حسن طبرھانی نے "کتاب فی رسم الارض" میں اِس کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے [۳]:—

جزیرۃ القانطوس' وھی مدورۃ ' مقدارھا جزء و نصف -	جزیرۂ القانطوس ' اور وہ گول ہے اور اُس کی مقدار ایک جز اور آدھا ہے -

۳—دولیلہ ' یہ نام صاف نہیں پڑھا گیا - ممکن ہے ' کتابت

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۳۶۳ ' ج ۸ - [۲]—ایضاً ' ص ۳۴۳ ' ج ۱۳ -
[۳]—زاخیل ' ص ۱۲۳ -

کی کچھ غلطی ہو - بہر حال "Deal" اِس وقت بھی ایک شہر ہے- یہ قدیم زمانے میں "Dola" کہلاتا تھا [۱] - شائد ادریسی نے " دولہ " لکھا ہو -

۴—برلہ ' اِس میں شائد '' میم ''کتابت میں چھوٹ گیا ہے - لندن کے قرب و جوار میں اِس وقت بھی ایک پرانی آبادی "Bromley" کے نام سے موجود ہے - اُس کو ادریسی نے " برملہ " لکھا ہوگا ' جو غلطی سے برلہ رہ گیا -

۵—اگریخہ یا اریخہ ' یہ نام صاف نہیں پڑھا گیا -

۶—دوبرس ' دبرس ' یہ "Dover" ہے - اِس شہر کے پرانے ناموں میں رومی نام " دبرس " بھی ملتا ہے - انسائیکلوپیڈیا کی عبارت ملاحظہ ہو [۲] -

" Dover (Dubris) was one of the ports for continental traffic in Roman times."

۷—ہاستنکس ' ھشتیک ' پہلا نام موجودہ نام کے بہت قریب ہے - "Hastings" کے نام کا ایک بندرگاہ آج بھی موجود ہے - یہ سنہ ۷۹۵ع میں "Haestingas" کہلاتا تھا [۳] - ادریسی کے پہلے نام میں اِسی تلفظ کا خیال رکھنا چاہیے - دوسرے نام میں " ن " کے بجائے " ت " اور " ی " کے بجائے یا بعد ایک " ن " ہونا چاہیے- یہ تحریر کی غلطی ہے-

۸—شورہام ' سارھم ' اِس نام کی دو آبادیاں اِس وقت موجود ہیں - ایک نیا "Shoreham" ہے ؛ اور دوسرا پرانا - نیا شہر ہے ؛ اور پرانا گانو ' جو شہر سے ایک میل دور واقع ہے - اگلے زمانے میں وہی بندرگاہ تھا - تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی میں اُس کو خاص اہمیت حاصل تھی [۴] - ادریسی کے شرھام سے وہی "Old Shoreham" مراد ہے -

---

[۱]—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۱۰۶ ج ۷ - [۲]—ایضاً ' ص ۵۶۰ ' ج ۷ -
[۳]—ایضاً ' ص ۲۴۷ ' ج ۱۱ - [۴]—ایضاً ' ص ۵۷۴ ' ج ۲۰ -

۹—هیونه ، یہ بندرگاہ " Havant " ھے ؛ جو بہت قدیم ھے - انگریزی کے مطابق ، عربی لفظ کا تلفظ ، سمجھ لیجئے -

۱۰—فرھم ، مرھم ، یہ " Fareham " ھے ؛ جو نویں صدی عیسوی میں " Ferham " بھی کہلاتا تھا [۱] - کاتبوں کی جہالت سے " ف " کا سر کُھل کر " غ " کا منھ بن گیا ھے -

۱۱—بلاسیر ، یہ شاید " Windsor " ھو ، جو انگلستان کا اندرونی شہر ھے - رومیوں کے زمانے میں بھی موجود تھا [۲] - لیکن " میّپ عربکے " کے مصنفین نے اِس کو اور فویشگر کو ایک سمجھ کر " Winchester " قرار دیا ھے [۳] - اور ادریسی نے نقشے میں اِس کو جس جگہ دکھایا ھے، اُس کے لحاظ سے یہی صحیح بھی معلوم ھوتا ھے -

۱۲—سہلسار ، شہستار ، سہستار ، یہ "Christchurch" ھے ؛ جو بڑا تاریخی شہر ھے [۴] - یہ بھی " میّپ عربکے " کے مصنفوں کی رائے ھے - اور نقشے میں جہاں پر بتایا گیا ھے ، اُس کے رو سے صحیح ھے - میں تو اِس کو " Chichester " سمجھتا ھوں -

۱۳—قویشگر ، اِس کا موجودہ نام " Winchester " ھے - قدیم نام " Venta Belgarum " " Winton " اور " Wynton " بھی تھے - لیکن اِن ناموں سے عربی نام کی اصلیت کا پتا چلنا مشکل ھے - میرے خیال میں ، عربی نام ، خواہ وہ یورپ کی کسی زبان سے لیا گیا ھو ، یا نہ لیا گیا ھو ؛ دونوں صورتوں میں ، اُس بادشاہ کے نام سے مشتق ھے ، جس نے اِس کو تاریخی اھمیت بخشی تھی ! جب " Gewissas " نے موجودہ شہر " Hampshire " کا علاقہ فتح کیا ، تو اِس شہر کو ریاست

---

[۱]—انسائکلوپیڈیا ، ص ۷۵ ، ج ۹ - [۲]—ایضاً ، ص ۱۵۱ ، ج ۲۳ -
[۳]—میپ عربکے ، ص ۷۷ ، ج ۱ - [۴]—انسائکلوپیڈیا ، ص ۶۲۶ ، ج ۵ -

" Wessex " کا پایۂ تخت بنایا تھا [۱] - بادشاہ کے نام کا بڑا حصہ لے کر لاتینی " کاسٹرا " کے ساتھ جوڑا ' تو نوینشٹر کی شکل پیدا ہوگئی - اب اِس کے معنی ہوئے Gewissas) کا شہر! اگر بادشاہ کے نام سے شہر کا نام مشہور نہیں ہوا ' تو پھر یہ صورت پیش آئی ہو گی کہ " Winchester " کے پرانے یا نئے ناموں میں سے پہلے حرف " W " یا " V " سے " غ " کا تبادلہ ہوا ہے - یہ دونوں حرف ایک انگریز کی زبان سے تقریباً " غ " بن کر ادا ہوتے ہیں -

۱۴—سلابرس ' صلبادس ' یہ موجودہ " Salisbury " ہے - اِس کو رومی "Sorbiodunum" کہتے تھے - سنہ ۵۵۲ع میں بادشاہ "Cenric" نے اِس کو فتح کر کے " Searesbyrig " نام رکھا ؛ جس کے معنی ہیں " خشک شہر " - ادریسی کے دوسرے لفظ میں " دال " غلط ہے - اُس کے بجائے " ر " ہونی چاھیے -

۱۵—بریسٹو ' یہ " Bristol " ہے ؛ جو کسی زمانے میں " Bristou " بھی کہلاتا تھا [۲] - ادریسی نے وھی لفظ لے لیا ہے -

۱۶—دونالمہ ' درھالمہ ' دربالمہ ' اِس وقت یہ " Durham " کہلاتا ہے - قدیم زمانے میں یہ سارا علاقہ " Dunholme " کے نام سے مشہور تھا - ناروے والوں نے اِس مشکل لفظ کو نرم کرکے " Duresme " کیا ؛ پھر اُس سے " Durham " ہو گیا [۳] - ادریسی کا پہلا لفظ پرانے نام کی یاد تازہ کر رہا ہے - دوسرے میں " ر " اور " ہ " شائد کتابت کی غلطی ہو - تیسرا لفظ بھی مسخ ہو گیا ہے - " ہ " اور " ب " دونوں غلط ہیں -

۱۷—افردیک ' فردیک ' یہ " Berwick " ہے - پہلے نام میں " د " کتابت کی غلطی ہے - " و " ہونا چاھیے - دوسرا لفظ نقشے میں

[۱]—انسائکلوپیڈیا ' ص ۶۳۴ ' ج ۲۳ - [۲]—ایضاً ' ص ۱۵۶ ' ج ۴ -
[۳]—ایضاً ' ص ۷۳۴ ' ج ۷ -

رودبار

رودبار انگلستان (English Channel) کا ذکر دمشقی اور ابن خلدون کی کتابوں میں آیا ھے - یہ " آبی آستین " جو بحیرۂ شمالی اور بحر اوقیانوس کی چولی اور دامن کو ملاتی ھے ؛ دمشقی نے اِس کی تصویر ' کاغذ کے صفحے پر لفظوں میں کھینچ دی ھے ! یعنی وہ باریک ھے ' لمبی ھے ' اور دائرے کی شکل پر ھے - اُس کی لمبائی کی پیمائش اُس نے نہیں لکھی - چوڑان ' جہاں سب سے زائد ھے ' وہاں تین دن عبور کرنے میں لگتے ھیں -

ابن خلدون نے ایک خاص جگہ پر اُس کی چوڑان بارہ میل بتائی ھے - یہ وھی جگہ ھے جہاں آبنائے "Dover" ھے - اِس آبنائے کے پاس ' موجودہ تحقیق کے مطابق ' بیس میل کی چوڑائی ھے [۱] - ممکن ھے کہ اِتنے دنوں میں سمندر کچھ بڑھ گیا ھو - یہ بھی ھو سکتا ھے کہ ابن خلدون کا میل ' موجودہ میل سے کچھ بڑا ھو - اور آخر میں اِس کا بھی امکان ھے کہ قدیم زمانے میں اُس کی صحیح پیمائش نہ ھوسکی ھو -

سب سے زیادہ چوڑان جو دمشقی نے ' تین دن کی مسافت سے ' بتائی ھے ؛ وہ شائد "Ushant" سے "Scillyisles" تک ھوگی - یہ مسافت اِس وقت سو میل کی ھے -

رودبار کی لمبائی سے ' دمشقی نے لاعلمی ظاھر کی ھے - یہ تقریباً تین سو پچاس میل لانبی ھے -

نقشے

انگلستان کے کئی نقشے ادریسی نے بنائے ھیں - "موے عربکے" کے

۱ — ایک نقشے میں سترہ شہر دکھائے گئے ھیں - اِسی نقشے میں جزیرۂ دنس ھے -

[۱] — اِنسائیکلوپیڈیا ' ص ۲۷۹ ' ج ۸ -

۲—دوسرے نقشے میں بارہ شہر بنائے ہیں - اِسی کے متصل وہ نقشہ ہے جس میں قلط وغیرہ چار شہروں کو علیحدہ دکھایا ہے - اِس طرح کل سولہ شہر ہوئے -

۳—ایک نقشہ اور ہے ' جس میں دس شہر دکھائے ہیں - اِس کا نمبر ۹۲ (آکسفورڈ نمبر ۱) ہے - اِس میں جنوبی سمت کا علاقہ نہیں ہے - ڈنمارک کا غلط نام "درموشہ" اِسی میں لکھا ہوا ہے -

زائیل کے .

۴—نقشے میں بھی دس شہر ہیں - اُس میں بھی جنوبی علاقے کا نقشہ نہیں ہے - اُس نے ڈنمارک کا صحیح نام ' دانامرخہ" لکھا ہے - اور شہروں کے نام بھی صحیح درج ہیں -

محمد بن علی صفاقسی نے ' سب سے اچھا نقشہ بنایا ہے - وہ آج کل کے نقشوں سے بہت مشابہ ' اور میتھیو آف پیرس کے نقشے سے کہیں بہتر ہے !

صحرائے گوبی کے اکتشافات

چینیوں کے یہاں گوبی کے دو نام اور بھی ھیں ' (۱) ,Sha-mo جس کے معنی ریگستان کے ھیں ' اور (۲) ,Han-hai جو "خشک سمندر" کا مرادف ھے - دونوں ناموں کی شعریت ماہرین طبقات‌الارض کو تحقیقات کی دعوت دیتی ھے ! چنانچہ عرصے کی لگاتار محنت اور زحمت کے بعد وھاں پانچ کلچروں کا سراغ لگایا گیا ھے ' جو یہ ھیں :—

(۱)—Eolithic

(۲)—Upper Palaeolithic

(۳)—Azilian

(۴)—Neolithic

(۵)—Metallic

اِن پانچوں میں منگولین تہذیب داخل نہیں ھے - کیونکہ اُس کا کوئی نشان اب تک نہیں ملا ھے [۱] -

لیکن اِن تمدنوں اور تہذیبوں سے بہت پہلے وھاں کیا تھا ؟ اور اُس کے طبقات ' پہاڑ ' ریگستان ' جانور ' کب اور کیونکر پیدا ھوئے ؟ اور پھر وہ آباد ھونے کے بعد ایک صحرائے بےآب و گیاہ میں کیوں‌کر تبدیل ھوگیا ؟ یہ تمام سوالات اب تک جواب کے محتاج ھیں - اور اِس کے لیے صحرا کی خاموش زبان اب تک چیلنج دے رھی ھے - تمام دنیا میں یہی زمین کا سب سے بڑا حصہ ھے ' جس کی نسبت اِس قدر کم معلومات ھیں !

ڈاکٹر انڈریوس (Roy Chapman Andrews) نے مارچ سنہ ۱۹۳۸ع میں اِس "صدائے صحرا" کو لبیک کہا تھا - وہ اُس کی موجودہ اور پرانی

[۱]—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۴۵۸ ' ج ۱۰ -

مخلوقات اور کائنات کے نمونے جمع کرکے لائے؛ پھر اُن پر علمی حیثیت سے نظر ڈال کر، تاریخ اور طبقات‌الارض کی روشنی میں اُن کو مدون کر لیا۔ یہ کارنامے ایک کتاب کی شکل میں جمع کیے گئے ہیں - یہاں اِسی کتاب کے مصنف[۱] کے اُس لکچر کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے، جو اُنہوں نے کلکتے کے Bose Research Institute میں دیا تھا - اِس سے اجمالی طور پر گوبی کے ہزاروں برس پہلے کے کچھ حالات معلوم ہو جائیں گے -

صحرائے گوبی میں گرمی کا زمانہ مختصر، اور جاڑے کا موسم طویل ہوتا ہے؛ اس لیے تحقیقات کرنے والوں کی دشواری ظاہر ہے! مسافتوں کی وسعت اور سفر کی دقت کے سبب گرمی کا مختصر موسم راستے ہی میں ختم ہو جاتا ہے اور مکتشف نہ تو دور تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ اپنا مطالعہ ختم کر سکتے ہیں! اِس کے بعد جاڑا پڑنے لگتا ہے - اس طویل زمانے میں ساری زمین منجمد ہو جاتی ہے؛ جس کی وجہ سے ریزہ والے، پتھر میں بدلے ہوئے حیوانی اور نباتی اجزا، جمع نہیں کیے جاسکتے - سارا ملک برف سے ڈھکا ہوتا ہے؛ جس سے ایک ماہر طبقات الارض کو چٹانیں اور ٹیلے دکھائی نہیں دیتے!

ڈاکٹر انڈریوس کی ہمت نے گزشتہ سال یہ دشوارگزار مرحلہ طے کیا ہے - اُنہوں نے پہلے اونٹوں کا ایک کارواں بھیجا، جو آدمیوں اور موٹروں کی غذا لے گیا - ایک ماہ بعد (اپریل میں) سائنس‌داں موٹروں کے ذریعے صحرا میں داخل ہوئے - یہ زمین کا مطالعہ کرتے اور نمونے جمع کرتے جاتے تھے - جب زادراہ کم ہونے لگا، کارواں پہنچ کر موٹروں پر گیسولین، (Gasoline) [۲] تیل اور کھانے پینے کا ذخیرہ بار کیا، اور نمونے اونٹوں پر لاد دیے - اب موٹر آگے چلے - ایک گھنٹے میں وہ اِتنا

---

[۱] - Prof. Frederick K. Horris [۲] —ایک قسم کا اُڑجانے والا آتشگیر رقیق مادہ جو حرارت اور روشنی پیدا کرنے میں کام آتا ہے -

فاصلہ طے کرتے تھے جتنا اونٹ دن بھر میں طے کرتے ہیں - جب کوئی مقام ایسا آجاتا جہاں تفصیلی مطالعے کی ضرورت ہوتی ' تو یہ لوگ وہیں اُتر پڑتے تھے - یہاں ایک طرف موٹروں کی دیکھ بھال شروع ہوجاتی ؛ اور دوسری طرف سائنس‌داں' پیدل یا کرایے کے اونٹوں اور گھوڑوں پر اپنا کام شروع کردیتے -

اِس عرصے میں کارواں بھی اِن لوگوں کے پاس پہنچ گیا - اب دو بارہ غذا کا سامان بہم پہنچا - نمونے صندوقوں میں ترتیب سے رکھے گئے' جو گھسولیوں جذب کیے ہوئے تھے - اونٹوں کی نہایت سے گرمی میں موٹا اُون دستیاب ہوگیا - (اِسی زمانے میں اونٹوں کا اُون جھڑتا ہے) اور نمونے احتیاط کے ساتھ اُس میں محفوظ ہوگئے - اِس طرح سفر تیزی کے ساتھ ہوا - سخت کام کیا گیا - اور نمونے مختصر گرمی ہی میں نکال لیے گئے ؛ جب کہ سائنٹفک کام ممکن ہوتا ہے !

قدرت کے صحرائی کرشموں اور جنگل کے عجائبات کو سمجھنے کے لیے مختلف علوم درکار تھے؛ جن کا افسوس ہے کہ اِس جماعت میں قحط تھا ! خصوصاً علم‌الطیور (Ornithology)، اور علم‌الحشرات (Entomology) کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی ! ڈاکٹر انڈریوس دودھ پلانے والے جانوروں کے عالم تھے - اُن کے ساتھ تین ماہر "Taxidermist" [۲] چمڑے اور ہڈیوں کے ڈھانچے تیار کرنے کے لیے تھے - اُنھوں نے "Altai" کی شکارگاہوں میں قیام کیا - بڑی سینگ والی بھیڑوں اور پہاڑی بکروں کا شکار کرکے چند ہی دنوں میں کوہستان کی اِس کم آمیز ' وحشی مخلوق کے نمونے جمع کر لیے گئے - پھرتیلے مرگ اور جنگلی گدھے وسیع ' کھلے ہوئے میدانوں میں تھے - وہاں اُن کا موٹر کے ذریعے' ایک گھنٹے میں چالیس میل

---

[۱] ـــ جانوروں کی کھال میں بھس وغیرہ بھرنے والے -

کی رفتار سے تعاقب کیا گیا - اِن لوگوں نے بڑی ترکیب سے چھوٹے جانور پھنسائے ؛ اِس طرح کہ منگولیا کا ہر دودھ پلانے والا جانور اِن کے ذخیرے میں موجود تھا ! ہر جوڑا مکمل طور سے تیار کر کے فہرست میں درج کیا گیا -

ڈاکٹر گرینجر (Granger) ' معدوم جانوروں اور پودوں کے عالم ' نے چار مدد گاروں کے ساتھ مل کر وہ ریڑھ کی ہڈی والے' پتھر میں بدلے ہوئے ' جانور جمع کیے جو گدلی چٹانوں میں مدفون تھے - بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اِس مہم نے بہت قدیم مخلوقات ' نیز سب سے ابتدائی ' ریڑھ کی ہڈی والے جانوروں کا پتا چلا لیا ہے - لیکن یہ صحیح نہیں - اِن کی فرد میں جو ریڑھ کی ہڈی والے' پتھر میں بدلے ہوئے جانور درج ہیں' اُن کا آغاز سب سے نچلے کھریا کی خاصیت والی (Cretaceous) سے ہوتا ہے - ڈائنوسر (Dinosaurs) [۱] اور دوسرے ریڑھ کی ہڈی والے جانور یہاں کی بہ نسبت ' دوسرے ملکوں میں ' زیادہ پرانی بناوٹوں کے ' اور بکثرت ' ملتے ہیں - عوام کا عقیدہ یہ ہے کہ اِس مہم نے اُس سرچشمے کا بھی پتا چلایا ہے جہاں ڈائنوسروں اور دودھ پلانےوالے جانوروں کی بہت سی قسمیں پیدا ہوئیں اور پھر نصف قطر کی صورت میں تمام دنیا میں ہجرت کر گئیں ! یہ چیز بہت دل‌چسپ ہے ؛ لیکن اِس مہم نے جو کچھ پایا ہے ' وہ بھی کم دل‌چسپ نہیں !

وہ کتاب جس میں اِن جانوروں کا بیان تھا ' اُلجھی ہوئی صورت میں وہیں ختم ہوگئی تھی - سب سے نچلی کھریا (کی خاصیت) کے ڈائنوسر ' یورپ کے Jurassic [۲] سے مشابہ تھے - یہی کیفیت پتھر میں بدلے ہوئے کچھ پودوں کی بھی تھی - یہ اشارہ کر رہے تھے کہ کوئی اُن

---

[۱]—ایک مہیب رینگنے والا جانور ' جو اب ناپید ہے -

[۲]—جورا پہاڑ کا - یہ پہاڑ فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے درمیان واقع ہے -

زمانوں میں (دنیا سے) بالکل علحدہ تھا؛ اور بیرونی دنیا سے وہاں مہاجرین نہیں آتے تھے - کھریا کے نچلے درجے سے اوپری درجے تک جو تبدیلیاں ہوئیں، اُن میں بڑا فرق محسوس ہوتا ہے- اوپری کھریا کے درجے میں ایک بھی بہت ابتدائی رینگنے والا جانور نہیں ملتا - تمام دیوھیکل، چھپکلی کی شکل کے[۱]، رینگنے والوں کے فوسل فنا ہو چکے تھے- اور اوپری کھریا کے زمانے میں گوبی میں بہت چھوٹے ڈائنوسر رہتے تھے؛ جن کا امریکا کے ڈائنوسروں سے بہت قریبی رشتہ تھا - بےشبہہ ایک گوشت خوار ڈائنوسر اپنے کناڈی چچیرے بھائیوں سے اِس قدر مشابہ ہے کہ اگر امریکا میں اُس کا پتا چل گیا ہوتا تو ڈاکٹر گلمرٹ اِس کا بھی وہی نام رکھ دیتے جو کناڈا میں اُن ڈائنوسروں کا ہے - اور پروٹوکراٹوپس (Protoceratops) جس کے بہت سے انڈے[۲] اِس مہم کو دستیاب ہوئے تھے، امریکا کی ایک قسم سے تعلق رکھتا ہے - یقیناً اوپری کھریا کے زمانے میں دو براعظموں (ایشیا اور امریکا) کے درمیان بہ آسانی آمد و رفت تھی- اور شائد آبنائے "بیرنگ" سے کسی قدر زیادہ جنوب میں دونوں (براعظموں) کا نقطۂ اتصال تھا! کیونکہ دونوں براعظموں میں "بیرنگ" عرض البلد کے اندر ہزاروں میل تک کوئی ڈائنوسر معلوم نہیں ہوتا! بحرالکاہل کے مقاموں کا بیان اِتنا نیا ہے کہ موجودہ زمینوں اور سمندروں سے، کھریا کے زمانے کی بناوٹ کا کوئی معتبر نشان دستیاب نہیں ہوتا -

دودھ پلانے والے جانوروں کا زمانہ صحرائے گوبی میں بہت اچھی طرح نظر آ سکتا ہے - اِن جانوروں کی ہڈیاں بکثرت، تیسرے ارضیاتی دور کی متعدد تہوں سے حاصل ہوئیں - یہاں کے انکشافات تعجب انگیز تھے؛

---

[۱]—یہ 'Sauropod' کا ترجمہ ہے - 'Sauro' ایک رابطہ ہے جو یونانی لفظ 'Sauros' سے مشتق ہے - 'Sauros' چھپکلی کو کہتے ہیں - 'Pod' کے معنی ہیں ستون یا وھیل کے چھوٹے فول - [۲]—انڈوں کی تصویر سائنس اینڈ کلچر میں چھپی ہے -

جن پر خود مہم والوں کو حیرت تھی! بہت دلچسپ تجربوں میں ایک یہ تھا کہ کھریا (کی خاصیت) کا بلند ترین جانور ملا ' جو براہ راست "Paleocene" [۱] سے تعلق رکھتا تھا - اِس کا یہ مطلب ہے کہ آخری ڈائنوسر اور ابتدائی ممال (Mammal) [۲] تھوں کے مطالعے کے لیے ایک ایسی جگہ بھی موجود ہے جہاں بیک وقت یہ دونوں جمع ہیں؛ اور جہاں ایک تہ دوسری پر ٹکیہ کر رہی ہے! اب یہ امید ہوئی کہ دوسرے اور تیسرے ارضیاتی دور کے درمیان جو بڑا شگاف ہے' وہ پُر کیا جا سکتا ہے؛ اور اس تغیر کا پتا لگایا جا سکتا ہے جو رینگنے والے جانوروں کے زمانے سے لیکر ممال کے زمانے تک پیدا ہوا - ہو سکتا ہے کہ دونوں قسم کے حیوانات میں آمیزش ہوگئی ہو - ہوسکتا ہے کہ ایک جگہ قدیم ممال ہوں اور دوسری جگہ اُنھیں کی اولاد زیادہ ترقی یافتہ شکل میں ظاہر ہوئی ہو - یہ بھی امید ہوئی کہ علم‌الحیات اور علم طبقات‌الارض کی یہ گتھی بھی کُھل جائے گی کہ کیوں تمام ڈائنوسر دنیا سے فنا ہوگئے؟

اِس سہارے (زمین) کے اور مقامات کی طرح یہاں بھی' ایسی پتھر میں بدلی ہوئی یادگاریں ملیں جو بہت ہی جدا اور صاف ہیں - کھریا والی چٹانوں میں ڈائنوسر بکثرت ' چوٹی تک موجود تھے؛ لیکن "Paleocene" میں ایک بھی زندہ نہ تھا! اُن چٹانوں میں بے شک قدیم ممال ملے؛ لیکن وہ کلیتاً اُن اجنبی' ناقص‌الخلقت "Paleocene" کے ممال سے مختلف تھے - بے شک یہ موخرالذکر ' جنوبی امریکا کے پتھر میں بدلے ہوئے ممال سے زیادہ قریبی تعلق رکھنے والے تھے' بہ نسبت کھریا والی تہوں کے' جو ٹھیک اِن کے نیچے تھیں! ایک بھی مخلوق ایسی نہیں ملی جو دونوں چٹانی بناوٹوں میں مشترک ہوتی - اور

---

[۱]—جدیدتر ارضیاتی دور - [۲]—دودھ پلانے والے جانور -

چٹانیں خود ظاہر کرتی تھیں کہ اُن میں بناوٹ کا گہرا فرق موجود ہے -
گو دونوں ملک کی اندرونی گاد تھیں - اِس سے یہ ضرور نتیجہ نکلتا
ہے کہ پہلکانے والوں اور ممال کے زمانوں کے درمیان ایک گم شدہ زمانہ ہے
جو صرف پےدرپےی ' انتشار اور انقطاع کے اندر سے قلم بند کیا جاسکتا ہے -

ممال کے ریکارڈ میں بہت سی حیرت‌ناک چیزیں ہیں - اُمید
تھی کہ پانچ سروں کے سم والے گھوڑے ملیں‌گے جو موجودہ گھوڑوں کے
مورث اعلی تھے؛ کیونکہ امریکا میں گھوڑے کی سب سے ابتدائی جنس نے
عرصے سے ایک سرا گم کر دیا ہے - اور چونکہ ایشیا پالتو گھوڑوں کا مسکن
تھا ' اُمید تھی کہ ممال زمانے کی تمام بناوٹوں میں گھوڑوں یا اُن کے
مورثوں کا پتا چلےگا - لیکن واقعہ اِس کے برعکس تھا ؛ کیونکہ "Pliocene"
زمانے کے "Hipparion" سے زیادہ پرانا' کوئی گھوڑا نہیں ملا - یقیناً گھوڑے
نے امریکا میں نشو و نما پانے کے بعد ایشیا کو هجرت کی ہے - اُس نے
یقیناً اپنے ایشیائی رفیق (آدمی) سے ملنے کے لیے تقریباً اُس زمانے میں
سفر اختیار کیا جب آدمی کو اِتنی نشو و نما مل چکی تھی کہ وہ
گھوڑے کا استعمال شروع کرسکے - یہ تسلیم ہے کہ لفظ " تقریباً " کسی قدر
مجازی ہے- کیونکہ اِس کی کوئی شہادت نہیں کہ آدمی‌نے "Hipparion"
کو پالا تھا ؛ جو تقریباً ویساهی اچھا گھوڑا تھا جیسا کہ "Equus" !
لیکن جداگانہ ارتقا اور اِن دونوں رفیقوں (آدمی اور گھوڑے) کی ڈرامائی
ملاقات کا ثبوت ' اِس مطالعے کا ایک غیرمتوقع نتیجہ تھا !

تذکرۂ کتب

گزشتہ سہ ماہی (جنوری - مارچ سنہ ۱۹۳۹ع) میں

پنجاب سے مذہب ، زبان، شاعری، افسانہ ، متفرقات ، سوانح اور تاریخ و جغرافیہ پر سب سے زیادہ کتابیں شائع ہوئیں - پھر ریاضیات و میکانک ، طب اور سیاست کا نمبر رہا - اِس کے بعد طبیعیات وغیرہ ، قانون ، ڈراما ، آرٹ اور سفرنامے پر تصنیفات چھپیں - فلسفے پر کوئی کتاب نہیں شائع ہوئی - اِن کتابوں کی تفصیل فن وار یہ ہے :—

آرٹ	... ۱	متفرقات	... ۳۳
سوانح	... ۲۷	شاعری	... ۴۱
ڈراما	... ۳	سیاست	... ۸
افسانہ	... ۳۵	مذہب	... ۵۵
تاریخ و جغرافیہ	... ۲۰	ریاضیات و میکانک	... ۱۶
زبان	... ۵۲	طبیعیات وغیرہ	... ۵
قانون	... ۴	سفرنامہ	... ۱
طب	... ۹		

یہ کل (۳۱۰) مطبوعات ہوئیں - ہندی میں فلسفہ ، سیاست ، طبیعیات وغیرہ اور سفرنامے پر کوئی کتاب نہیں نکلی - باقی علوم پر جو کتابیں شائع ہوئیں اُن کی تعداد (۵۸) ہے -

یوپی میں آرٹ اور متفرقات پر کوئی کتاب نہیں نکلی- باقی عنوانات میں بالترتیب زبان ، شاعری ، تاریخ و

جغرافیہ ، طبیعیات وغیرہ اور سوانح پر مطبوعات نسبتاً زیادہ ہیں -
اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے :—

سوانح	...	۹	شاعری	...	۹
ڈراما	...	۱	سیاست	...	۵
افسانہ	...	۲	فلسفہ مع نفسیات و		
تاریخ و جغرافیہ	...	۷	اخلاقیات	...	۲
زبان	...	۱۲	مذہب	...	۲
قانون	...	۲	ریاضیات و میکانک	...	۱
طب	...	۱	طبیعیات وغیرہ	...	۷
			سفرنامہ	...	۱

یہ کل تعداد (۵۸) ہوئی - ہندی مطبوعات تمام عنوانات پر شائع ہوئیں - اُن کی مجموعی تعداد (۴۲۳) ہے -

دونوں صوبوں کی اہم اُردو مطبوعات یہ ہیں:—

" سوانح "

۱—سیرت اقبال—از محمد طاہر فاروقی ایم - اے - صفحات ۴۳۹ - اتحاد پریس، لاہور -

۲—حیات اقبال—تاج کمپنی لاہور - صفحات ۱۵۲ - فیروز پرنٹنگ ورکس، لاہور -

۳—میری جد و جہد - ہر ہٹلر اتولف کی خودنوشت سوانح عمری کا ترجمہ - صفحات ۲۶۵ - نامی پریس، لاہور -

۴—کمال اتاترک—از کرم الہی خاموش - محمد توفیق کی ترکی تصلیف کا ترجمہ - صفحات ۲۸۸ - علمی پرنٹنگ پریس، لاہور -

۵—شہید مکسویلی—از مظہر رضوی - مشہور آئرش محب وطن

"Terence Makswini" کے سوانح حیات - صفحات ۱،۲،۱،۱،۲،۱،۲،۱۰،
۱۲۲ - آزاد پریس ' میرٹھ -

" ڈراما "

۶—انار کلی—از سید امتیاز علی تاج ' بی-اے - صفحات ۱۹۸ - آر ' مرکنٹائل پریس ' لاہور -

" افسانہ "

۷—قاتل اور دیگر افسانے—از ایم ' اسلم - سات مختصر افسانوں کا مجموعہ - صفحات ۲۵۱ - مرکنٹائل پریس ' لاہور -

۸—ربیعہ—از عبدالرحیم شبلی - خالدہ ادیب خانم کے ناول کا ترجمہ - جدید ترکی کے متعلق ایک تاریخی ناول - صفحات ۳۴۰ - عالمگیر الکٹرک پریس ' لاہور -

۹—پریت افسانے ' دوسرا حصہ—از گر بخش سنگھ - مختصر افسانوں کا مجموعہ - صفحات ۲۵۵ - کیلانی الکٹرک پریس' لاہور -

۱۰—طلسم خیال—از کرشن چندر ایم اے - مختصر افسانوں کا ایک مجموعہ صفحات - ۲۴۶ - کیلانی الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۱—ہاشمی دوشیزہ—از محمد صادق حسین - عہد عباسی کا ایک تاریخی ناول - جلد اول' ۱۹۲ صفحات - جلد دوم ' ۲۸۸ صفحات - حجازی پریس' لاہور -

۱۲—بازار حسن—از منشی پریم چند - حصۂ اول' ۲۰۷ صفحات - حصۂ دوم' ۳۰۴ صفحات - آر ' امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۳—خواب و خیال—مختصر افسانوں کا ایک مجموعہ - آر' کیلانی الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۴—خودکشی کی انجمن—از عبدالمجید خاں سالک بی اے -

اسٹونسن کے ناول "Suicide Club" کا ترجمہ - صفحات ۲۰۴ - آر ' امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۵—شہزادہ زرتاش—از سید حامد علی - بچوں کے لیے ایک قصہ - صفحات ۲۰۰ - امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۶—خیالستان—از سید سجاد حیدر ' یلدرم' بی اے - مختصر افسانوں کا ایک مجموعہ - صفحات ۱۳۷ - ۹ واں اڈیشن - مفید عام پریس ' لاہور -

۱۷—خاموش حسن اور دیگر افسانے—ڈاکٹر سر رابندرا ناتھ ٹیگور کے چند افسانوں کا ترجمہ - صفحات ۲۳۲ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۸—لعل مقدس—از تیرتھ رام - ایک انگریزی ناول "Accused Princess" کا ترجمہ - صفحات ۳۲۴ - نامی پریس ' لاہور -

۱۹—بیسویں صدی کی سیاہ کاریاں—از ایس' ملور' روما - موجودہ زمانے کی سوسائٹی کے اخلاقی تنزل پر چند قصے - صفحات ۱۸۲ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاہور -

۲۰—لندن کی ایک رات—از سجاد ظہیر - صفحات ۱ ' ۱۵۲ - لکھنؤ آرٹ پریس' لکھنؤ -

" تاریخ و جغرافیہ "

۲۱—دربار اکبری—از شمس العلماء محمد حسین آزاد - صفحات ۸۴۸ - آر ' عالمگیر الکٹرک پریس ' لاہور -

۲۲—مرقع ملتان—از سید محمد اولاد علی گیلانی' ایم - اے - صفحات ۲۱۶ - فیروز پرنٹنگ ورکس ' لاہور -

۲۳—مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ—از عبدالوحید خاں

بی-اے - هندوستان کے اسلامی سیاسیات کی تاریخ—صفحات ۲، ۱، ۲، ۱، ۴، ۵، ۲۵۴، ۱ - یونائیٹڈ انڈیا پریس ، لکھنؤ -

۲۴—مسلمانوں کا روشن مستقبل—از طفیل احمد علیگ - هندوستانی مسلمانوں کی سیاست ، مذهب اور معاشرت کی تاریخ آخری تین صدیوں میں- صفحات ۱،۴،۲،۲،۱۱، ۱۰۹، ۸ - نظامی پریس، بدایوں -

" زبان "

۲۵—مبادی اللغات—از فیض محمد ، بی اے ، ایچ پی - طلبہ کے لیے اردو لغت - صفحات ۳۹۱—۳ را اڈیشن - اتحاد پریس، لاهور -

۲۶—تنقیدی مضامین—از ایم ، ایم ، اے هاشمی و ایس ، ریاض حسین زیدی - اهم اردو شعرا کے دواوین پر تنقیدیں - لکھنؤ آرٹ پریس ، لکھنؤ -

۲۷—اسلامی نظام تعلیم—از ریاست علی ندوی - صفحات ۹ ، ۲ ، ۱۵۶ - معارف پریس ، اعظم گڑھ -

۲۸—مقالات شبلی ، جلد هشتم—مولانا شبلی نعمانی کے مذهبی ، ادبی ، سیاسی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ - صفحات ۲ ، ۲۰۳ - معارف پریس ، اعظم گڑھ -

" قانون "

۲۹—تحفہ نمبر ۳ وراثت—از دولیا رام - صفحات ۱۹۲ - نامی پریس، لاهور -

۳۰—آئین حکومت هند—از عبدالمجید خاں سالک ، بی اے - صفحات ۲۰۴ - ۲ را اڈیشن - امرت الکٹرک پریس ، لاهور -

" طب "

۳۱—گربھ شاستر—از بھگوت دیال، ایم اے- ضبط تولید اور زچہ و بچہ

کی نگہداشت پر رسالہ - صفحات ۲۰۵ - ۵ واں اڈیشن - مرکنٹائل پریس ' لاہور -

۳۲—تحفۂ نایاب—از محمد عبدالرحیم جمیل - حصۂ سوم و چہارم - صفحات ۵۳۵ - ۱۰۳۲ - حجازی پریس ' لاہور -

۳۳—مرقع جمیل—از محمد عبدالرحیم جمیل - صفحات ۷۲۸ - حجازی پریس ' لاہور -

۳۴—تہذیبی نسخے - تہذیب نسواں (هفته وار) لاہور میں جو نسخے نکلتے تھے ' اُن کا مجموعہ - صفحات ۳۳۸ - امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

۳۵—ہومیو علاج—ہومیو پیتھی کے مفید علاج پر ایک کتاب - صفحات ۲ ' ۸ ' ۳۹۲ - اداهی پریس ' لکھنؤ -

" متفرقات "

۳۶—لذت شادی—از بی ' چلدر ' بھکل - صفحات ۱۹۰ - نظیر پرنٹنگ پریس ' لاہور -

۳۷—بط ' فیل مرغ اور دیگر پرندے—از خواجہ بدرالاسلام - صفحات ۲۲۴ - عالمگیر الکٹرک پریس ' لاہور -

۳۸—طبیب مویشی خانہ—صفحات ۲۲۴ -

۳۹—فلسفۂ حسن—مہاشے مست رام - صفحات ۱۹۶ - عالمگیر الکٹرک پریس ' لاہور -

۴۰—کرشمۂ روحانی—از محمد شریف - صفحات ۹۶ - اشرف برقی پریس ' سیالکوٹ -

۴۱—چوپائے اور انسان—موہن لال سکھی - صفحات ۱۷۶ - امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

"شاعری"

۴۲—دیوان غالب—از مرزا اسداللہ خاں غالب - مرتبۂ تاج کمپنی-
صفحات ۳۱۲ - تاج آرٹ پریس ' لاھور -

۴۳—درد دل—از خواجہ دل محمد ' ایم اے - صفحات ۲۸۸ -
اتحاد پریس ' لاھور -

۴۴—مثنوی گلزار نسیم—از پنڈت دیا شنکر نسیم - مرتبۂ چودھری
برکت علی ریاض - صفحات ۱۱۱ - آر ' عالمگیر الکٹرک پریس ' لاھور -

۴۵—نغمۂ فردوس ' حصۂ دوم—از خوشی محمد ناظر - صفحات
۲۴۴ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاھور -

۴۶—ریاض حیدر ' جلد اول—از حیدر عباس رضوی - مرثیوں کا
ایک مجموعہ - صفحات ۲۰۰ - مسلم پرنٹنگ پریس ' لاھور -

۴۷—افکار سلیم—از سید وحیدالدین سلیم - صفحات ۲۱۸ - گیلانی
الکٹرک پریس ' لاھور -

۴۸—عروس سخن - میر ببر علی انیس کے چند مرثیے - صفحات
۱ ' ۲ ' ۲۰۵ - نظامی پریس ' بدایوں -

۴۹—نغمۂ نانک—نانک چند نانک لکھنوی کا کلام - صفحات ۱ '
۸ ' ۱ ' ۱۵۸ ' ۱ - نامی پریس لکھنؤ -

"سیاست"

۵۰—حکومت خود اختیاری اور ھندو مسلم مسئلہ کا حل—از
طفیل احمد - صفحات ۴ ' ۲ ' ۲ ' ۲۵۲ - نظامی پریس ' بدایوں -

"فلسفہ"

۵۱—فہم انسانی—از عبدالباری ندوی - ھیوم کی مشہور کتاب کا
ترجمہ - صفحات ۲ ' ۳ ' ۱۸۷ ' ۲ - معارف پریس ' اعظم گڈھ -

"مذهب"

۵۲—مذهب اور انسانیت—از لالہ هردیال ' ایم اے - دنیا کے بارہ مروّج مذاهب کا مطالعہ اور دنیا کے موجودہ مذهب "هیومن ازم" پر بحث- صفحات ۲۸۷ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاهور -

۵۳—اظہار حقیقت—از مجبور چشتی - صفحات ۱۰۴ - حجازی پریس' لاهور -

۵۴—تاثیرات قادیان—از ملک فضل حسین - صفحات ۲۴۲ - مسلم پرنٹنگ پریس ' لاهور -

۵۵—فن تفسیر—از مرزا عزیز فوضانی - صفحات ۲۰۰ - حمایت اسلام پریس ' لاهور -

۵۶—مخزن اخلاق—از رحمت اللہ سبحانی - صفحات ۳۸۸ - ۵ واں اڈیشن - مفید عام پریس ' لاهور -

"ریاضیات و میکانک"

۵۷—کرشنا میکینیکل گائیڈ—از پنڈت کشن چند سردار - صفحات ۳۲۰ - میرهں الکٹرک پریس ' هوشیارپور -

"سفرنامہ"

۵۸—سفر نامۂ حکیم ناصر خسرو—مرتبۂ عزمة اللہ کرمانی - سنہ ۴۳۷ھ سے سنہ ۴۴۴ھ تک کا سفرنامۂ عالم - صفحات ۹ ' ۷ ' ۱۳۴ - عثمانی پریس ' بدایوں -

---

نیا ادب

یہ اپنی قسم کا پہلا مجموعہ ہے جو انجمن ترقی پسند مصنفین کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ یہ اُردو کے ترقی پسند مصنفین کا بہترین انتخاب ہے اور اُس ذہنی انقلاب کا آئینہ ہے جس نے نظموں، افسانوں، ڈراموں اور تنقیدوں کی شکل میں ادبی جامہ پہن لیا ہے - یہ کتاب اُردو ادب کا ایک نیا رخ پیش کرتی ہے -

ضخامت سوا دو سو صفحات

قیمت ایک روپیہ

اِس میں

منشی پریم چند	قاضی عبدالغفار	نیاز فتحپوری
جوش ملیح آبادی	ڈاکٹر محمد دین تاثیر	فیض احمد
جمیل مظہری	علی عباس حسینی	کرشن چندر
سجاد ظہیر	احمد علی	رشید جہاں

اور دوسرے ترقی پسند مصنفین کا بہترین انتخاب شامل ہے -

اِس مجموعے کو ایک روپے میں خریدنے کے بجائے اگر آپ تین روپے بھیج کر رسالہ نیا ادب کے خریدار بن جائیں تو آپ کی خدمت میں گیارہ پرچے اور پیش کیے جائیں گے جن کی مجموعی ضخامت آٹھ سو صفحات ہوگی -

منیجر نیا اَدب ـ نظیرآباد، لکھنؤ -

ہندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ ، الہ آباد

کے مطبوعات

۱—از منۂ وسطیٰ میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات -
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ، ایم-اے ، ایل ایل ایم ،
سی - بی - اے، مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر مجلد ۱ روپیہ -

۲—اُردو سروے رپورٹ - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب
ایم - اے - ۱ روپیہ -

۳—عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ندوی - ۴ روپیہ -

۴—جرمن (ناٹن ڈراما) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب ،
ایم - اے ، ایم - آر ، اے - ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۵—فریبِ عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب ،
رواں - ۲ روپیہ -

۶—کبیر صاحب - مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی - ۲ روپیہ -

۷—قرونِ وسطیٰ کا ہندستانی تمدن- از رائے بہادر مہا مہو اُپادھیا
پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا ، مترجمۂ منشی پریم
چند - قیمت ۴ روپیہ -

۸—ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -

۹—ترقیِ زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب
ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت - قیمت ۴ روپیہ -

۱۰—عالم حیوانی - از بابو برجیش بہادر ، بی-اے، ایل ایل بی -
۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۱—معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین ، ایم - اے ،
پی ایچ ڈی - مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۲—فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت مجلد
۱ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۳—مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتارام کوہلی، ایم - اے -
قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۴ — جواہرِ سخن - مرتبۂ مولانا کیفی چریا کوٹی - جلد اول - قیمت
مجلد ۵ روپیہ ، غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ - جلد دوم -
قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۸ روپیہ - جلد

سوم - قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ -
جلد چہارم - قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد
۲ روپیہ -

۱۵—علمِ باغبانی - از مسٹر وصی‌اللہ خاں - ایل - اے - جی -
قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۶—انقلابِ روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا
سوسائٹی لکھنؤ - قیمت مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲
روپیہ ۸ آنہ -

۱۷—چلد دکھنی پہیلیاں - از محمد نعیم‌الرحمان ' ایم - اے '
استاد عربی و فارسی' الہ‌آباد یونی‌ورسٹی - قیمت ۱ روپیہ
۴ آنہ -

۱۸—تاریخ فلسفۂ سیاسیات - از محمد مجیب ' بی - اے (آکسن)
جامعۂ ملیۂ اسلامیہ - دہلی - قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ
غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۹—انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامہ
عبداللہ یوسف علی صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیہ ' غیر
مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ -

۲۰—فلسفۂ جمال - از ریاض‌الحسن صاحب ' ایم - اے - قیمت
۱ روپیہ -

۲۱—دیوانِ بیدار - از جلیل احمد قدوائی صاحب - ام - اے قیمت
مجلد ۲ روپیہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۲۲—نفسیاتِ فاسدہ - از معتضد ولی‌الرحمان صاحب ' ایم - اے -
قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۸ روپیہ -

۲۳—سلطان‌الہند محمد شاہ بن تغلق - از پروفیسر آغا مہدی
حسین ' ایم - اے ' پی - ایچ - ڈی ' ڈی-لٹ - قیمت
مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۲۴—نظام شمسی - مترجمۂ شیخ جگو ' بی - اے ' ایل - ٹی '
قیمت ۹ روپیہ -

ہندستانی اکیڈیمی - یو ' پی الہ‌آباد -

پرنٹر—غلام اصغر' سٹی پریس' الہ‌آباد - پبلشر—ڈاکٹر تارا چند' ہندستانی اکیڈیمی- الہ‌آباد -

هندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ کے مقاصد

۱— اُردو اور ہندی ادب کی حفاظت اور اُن کی ترقی اور نشو و نما کی کوشش کرنا ۔

(الف)—مختلف مضامین کے مطبوعات میں سے منظور شدہ کتابوں پر اِنعام دینا ۔

(ب)—معاوضے وغیرہ کے ذریعے غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرانا اور اُن کو شائع کرنا ۔

(ج)—یونیورسٹیوں اور علمی اِداروں میں وظائف دے کر یا دوسرے ذرائع سے اُردو اور ہندی زبانوں میں تصنیف یا ترجمے کے کاموں کی حوصلہ افزائی کرنا ۔

(د)—اکیڈیمی کے محسنوں کو اعزازی فیلو منتخب کرنا ۔

(ہ)—ایک کتب خانہ قائم کرنا اور اُس کا اِنتظام رکھنا ۔

(و)—مشہور ارباب علم و فضل کو علمی مقالات کے لیے مدعو کرنا ۔

ہندستانی

ہندستانی اکیڈمی کا تماہی رسالہ

اکتوبر سنہ ۱۹[illegible]ع

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

سالانہ چندہ چار روپے

هندستانی سنہ ۱۹۳۹ع

فہرست مضامین

هندستانی

هندستانی اکیڈمی کا تماہی رسالہ

جلد ۹ } اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ ع } حصہ ۴

الکندی

[از سعید انصاری ، مدیر رسالہ]

نام و نسب

حکیم ، فلسفی ؛ طبیعی ، منطقی ؛ فلکی ، ریاضی ؛ طبیب ، نجومی ؛ مہندس ، جغرافی ؛ مناظر ، نفسی ؛ مؤرخ ، کیمیائی ؛ حیاتی ، سیاسی ؛ ابویوسف یعقوب الکندی -

سلسلۂ نسب یہ ہے : یعقوب بن اسحاق بن الصبّاح بن عمران ابن اسماعیل بن محمد بن الا شعث بن قیس بن معدیکرب بن معاویۃ ابن جبلۃ بن عدی بن ربیعۃ بن معاویۃ الاکبر بن الحارث الاصغر بن معاویۃ ابن ثور بن مرقع [1] بن کندۃ -

قحطان کی اولاد میں ، قبیلۂ کندہ ایک مشہور اور ممتاز قبیلہ تھا - اِس قبیلے میں حکومت و سلطنت مدت سے چلی آرہی تھی - عرب کے نامور شاعر امرء القیس کا لقب "الملک الضلّیل" آپ نے سنا ہوگا ؟ ہمارا ہیرو بھی اِسی خاندان کا ایک شاہزادہ تھا ! اُس کے مورثوں میں ، حسب ذیل بادشاہ گزرے ہیں :—

1— اکثر نسخوں میں ع سے پہلے "ت" ہے - صرف زوزنی کی تاریخ الحکماء ، مطبوعۂ یورپ میں "ق" ہے -

۱—ثور -

۲—معاویۃ بن ثور -

۳—حارث اکبر بن معاویۃ -

۴—معاویۃ بن حارث اکبر -

یہ چاروں مشقّر ، یمامہ اور بحرین میں ، "معدّ" کے بادشاہ تھے -

۵—معاویۃ بن جبلۃ -

۶—معدی‌کرب بن معاویۃ -

یہ دونوں حضرموت میں ، بنو حارث اصغر کے بادشاہ تھے -

۷—قیس بن معدی‌کرب - یہ تمام کندہ پر حکمراں تھا - بڑی عظمت و جبروت کا بادشاہ گزرا ہے - اعشیٰ بنی قیس نے اِسی کی شان میں چار طویل قصیدے کہے ہیں -

۸—حضرت اشعث بن قیس ، رض - آپ قیس بن معدی‌کرب کے صاحبزادے اور آں‌حضرت صلعم کے صحابی ہیں - اسلام سے پہلے پورے کندہ کے بادشاہ تھے -

محمد بن عبد الوهاب قزوینی نے حواشی چہارمقالہ میں ایک فقرہ لکھا ہے : "آباے وے در جاهلیت همه از ملوک عرب" - میرے خیال میں یہ سہوِ قلم ہے ؛ کیونکہ آٹھ کے علاوہ ، اور کسی بادشاہ کا نام ، تاریخوں میں نہیں ملتا -

کندی کے آبا و اجداد ، اسلام کی تاریخ میں بھی نمایاں حیثیت سے نمودار ہوئے ہیں :—

۱—محمد بن الا شعث - بنوامیہ کے مشہور امرا میں تھا - اِس کا نام واقعۂ کربلا کے سلسلے میں آتا ہے -

۲—عبد الرحمان بن محمد - اِس نے حجاج بن یوسف کے زمانے

میں خروج کرکے ' عبدالملک بن مروان کو خلافت سے معزول کیا تھا - یہ کندی کے پردادا (عمران بن اسماعیل) کا چچا تھا -

۳—الصبّاح بن عمران - کندی کا دادا ' بنوھاشم کی جائدادوں کا متولّی تھا [1] -

۴—اسحاق بن الصبّاح - کندی کا باپ ' خلیفۂ مہدی اور ھارون الرشید کے زمانوں میں کوفے کا امیر (گورنر) تھا [2] -

محمد بن عبدالوھاب قزوینی نے سچ لکھا ھے :—

'' آبائے وے.........در اسلام از امرا و رؤسائے مسلمین بودند - و متون تواریخ بذکر مناقب و اعمال عظام ایشان مشحون است '' -

اِن تاریخی حقیقتوں کے بعد اُس ''گپ'' کو دیکھیے جو نظامی عروضی نے ''چہارمقالہ'' میں درج کی ھے ' اور جس کا پہلا فقرہ یہ ھے [3] :—

''یعقوب بن اسحاق کندی ' یہودی بود ! ''

ھم اِس افسوسناک ناواقفیت کا جواب ' مرزا محمد قزوینی کے لفظوں میں یوں دیتے ھیں :—

''مقصود ازین ھمہ تطویل آن است کہ معلوم شود کہ مصنف را چہ سہوے عظیم دست دادہ کہ اورا ''یہودی'' دانستہ است ! و حال آنکہ خود او ' و آباء و اجداد او ' از اشہر مشاھیر مسلمین بودہ اند ! پس این حکایت کہ بنائے آن بر چنین امرے باطل و اساسے واھی است' خود از اصل باطل و از اکاذیب رواۃ و خرافات قصاص است'' -

---

1 و 2—عیون الانباء ' ص ۲۰۶ ' ۲۰۷ ' ج ۱ - 3—چہار مقالہ ' ص ۵۵ -

مجھے شک ہے کہ عروضی کو کہیں یعقوب کندی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ناموں میں اشتباہ تو نہیں ہوگیا ' جو نسلاً یہودی تھے!

کندی کے آبا و اجداد عرب سے نکل کر عراق آئے؛ اور "بصرۃ" میں مقیم ہوئے - وہاں اُن کی جائداد بھی تھی - ابن جلجل کہتا ہے [1] :—

ان یعقوب بن اسحاق الکندی شریف الاصل بصری.........و نزل البصرۃ و ضیعتہ ھنالک -	یعقوب بن اسحاق کندی، شریف خاندان سے ہے؛ بصرے کا رہنے والا ہے ....اور اُس نے بصرے میں قیام کیا - اور وہاں اُس کی جائداد ہے -

لقب

کندی کا لقب "فیلسوف العرب" تھا - ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے [2] :—

و یسمی فیلسوف العرب -	اور اُس کو فیلسوف العرب کہا جاتا ہے!

ابن جلجل کا قول ہے [3] :—

و لم یکن فی الاسلام فیلسوف غیرہ -	اسلام میں ' اُس کے علاوہ ' اب تک کوئی فیلسوف نہیں ہوا -

صاعد کہتا ہے [4] :—

و لم یکن فی الاسلام من اشتہر عند الناس بعلوم الفلسفۃ حتی سموہ فیلسوفاً غیر یعقوب!	یعقوب کے علاوہ ' اسلام میں اب تک کوئی ایسا شخص نہیں ہوا ' جس نے علوم فلسفہ میں ایسی شہرت حاصل کرلی ہو کہ اُس کا لوگوں نے فیلسوف نام رکھ دیا ہو -

1—عیون الانباء' ص ۲۰۷ ج ۱ - 2—الفہرست' ۳۵۷ - 3—عیون الانباء' ص ۲۰۷ -
4—طبقات الامم ' ص ۸۱ -

اِسی عبارت کو قفطی نے ذرا سا بدل کر یوں لکھا ہے [1] :—

و لم یکن فی الاسلام من اشتہر عند الناس بمعاناۃ علوم الفلسفۃ حتیٰ سمّوہ فیلسوفاً غیر یعقوب ھذا۔	اِس یعقوب کے سوا ، اسلام میں اب تک کوئی ایسا شخص نہیں ہوا ، جس نے علوم فلسفہ پر توجہ کرنے کے سلسلے میں ، لوگوں میں ایسی شہرت پائی ہو کہ اُس کا نام ہی فیلسوف پڑ گیا ہو!

کندی کا زمانہ

چونکہ کندی کی ولادت اور وفات کی تاریخیں معلوم نہیں ہیں ؛ اس لیے اُس کا زمانہ ، حسب ذیل قرائن سے متعیّن کیا جاتا ہے :—

۱—ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے [2] :—

کان یعقوب بن اسحاق الکندی عظیم المنزلۃ عند المامون و المعتصم و عند ابنہ احمد ۔	یعقوب بن اسحاق کندی، مامون اور معتصم اور اُس کے بیٹے احمد کے نزدیک بڑا درجہ رکھتا تھا !

مامون اور معتصم، بالترتیب ۱۹۸-۲۱۸ھ اور ۲۱۸-۲۲۷ھ تک مسند نشین رہے ہیں ۔ اس لیے ۱۹۸-۲۲۷ھ میں کندی کا وجود ثابت ہے ۔ احمد بن معتصم کا زمانہ مجھے معلوم نہیں ۔

۲—ابن ابی اصیبعہ نے متوکل کے زمانے میں بھی اُس کا نام لیا ہے [3] ۔ متوکل کا عہد ۲۳۲-۲۴۷ھ ہے ، اس لیے ۱۹۸-۲۴۷ ھ کندی کا زمانہ ہوا ۔

۳—کندی کے بعض رسائل سے بھی ، اُس کے زمانے کا پتا چلتا ہے :—

(i)—رسالۃ الی المامون فی العلۃ و المعلول ۔ چونکہ مامون کا

1—زوزنی ، ص ۳۶۷ ۔ 2—عیون الانباء ، ص ۲۰۷ ۔ 3—ایضاً ص ۲۰۷ ، ۲۰۸ ۔

انتقال ۱۸ - رجب ۲۱۸ھ کو ہوا ہے ؛ اس لیے اِس رسالے کا زمانۂ تصنیف زیادہ سے زیادہ ' رجب ' ۲۱۸ھ ہوگا -

(ii) — رسالة فی ما رصد من الاثر العظیم ' فی سنة اثنتین و عشرین و مائتین للهجرة - اِس کا سنہ کندی نے خود بتا دیا ہے : ۲۲۲ھ !

(iii) — جعفر بن مکتفی باللہ نے دُمدار ستاروں کے اثر پر ایک رسالہ لکھا تھا - اُس کو غرس النعمة ' محمد بن الرئیس ہلال بن المحسن الصابی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ؛ اور اُس کی کتاب سے قفطی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے [1] - جعفر کے رسالے میں ' کندی کے ایک رسالے سے ' جو غالباً " رسالة فی افعال الاشخاص العالیة و الاجسام السماویة " ہوگا ' سیارۂ زہرہ کے کسوف کا ذکر کیا گیا ہے - اِس کسوف کا سنہ یہ تھا : " یوم الثلاثاء ' التاسع عشر من رجب ' سنة خمس و عشرین و مائتین - " منگل ' ۱۹ - رجب ' ۲۲۵ھ !

(iv) — رسالة فی الاخبار عن کمیة ملک العرب - وہی رسالة فی اقتران النحسین فی برج السرطان - برج سرطان میں دو نحسوں کا قِران ' ۲۵۷ھ میں ہوا تھا - اور یہ زمانہ خلیفۂ معتمد (۲۵۶-۲۷۹ھ) کا تھا - اس لیے اِس رسالے کی تصنیف کا زمانہ ۲۵۷ھ ہے !

کندی کے چاروں رسالوں سے ' اُس کا زمانہ ' کم از کم ۲۱۸-۲۵۷ھ معلوم ہوتا ہے -

۴ — کندی کے معاصرین سے بھی ' اُس کے زمانے کا پتا چل سکتا ہے :—

---

1 — اخبار الحکماء ' حالات جعفر بن المکتفي باللہ -

(a)—ابن الراوندی ' محمد بن جہم ' احمد بن محمد خراسانی کے نام ' اُس کے رسالے ھیں -

(b)—یوحنا بن ماسویہ کے نام بھی اُس کا ایک رسالہ ھے - یہ ھارون الرشید کے زمانے میں بیت الحکمۃ کا ناظم ' اور قدیم طبی کتابوں کا مترجم تھا [1] - بیت الحکمۃ ۱۹۰ھ میں فتح ھرقلہ کے بعد قائم ھوا ھے [2] ! اُس وقت سے لے کر متوکل کے زمانے تک ' اِس نے بیت الحکمۃ کی خدمت کی [3] - متوکل کے زمانے میں اِس کا انتقال ھوا [4] - اس لیے ۱۹۰ھ-۲۳۷ھ (کے کچھ پہلے تک) اِس کا زمانہ ھے -

(c)—قسطا بن لوقا کو ' کندی کا معاصر ' کئی مصنفوں نے قرار دیا ھے- مگر اِس کی وجہ یہ ھے کہ قسطا کا زمانہ خود معلوم نہیں ھے ! کندی کی معاصرت سے اُس کا زمانہ متعین کیا گیا ھے !

(d)—ثابت بن قرۃ - اِس کا سال ولادت ۲۲۱ھ اور سنِ وفات ۲۸۸ھ ھے - یہ کندی کے سامنے پیدا ھوا - اِس نے کندی کی زندگی میں ' اُس سے چھپاکر ' سریانی زبان میں ایک رسالہ لکھا تھا ؛ جس میں اُس کی تردید کی تھی [5] ! یہ رسالہ زیادہ سے زیادہ ۲۶۰ھ تک تصنیف کیا ھوگا ! سریانی رسالے کا عربی ترجمہ ' جو ثابت کے ایک شاگرد ' عیسی بن اسید نصرانی نے کیا تھا ؛ وہ ۲۶۰ھ کے بعد ھوا ھوگا ؛ جب کہ کندی وفات پاچکا تھا !

(e)—سند بن علی - مامون کے زمانے میں ' شماسیۂ بغداد کی رصدگاہ

1—عیون الانباء ' ص ۱۷۵ ' ج ۱ - ابن العبری ' ص ۲۳۹ - 2—یعقوبی ' ص ۵۲۳ ' ج ۲ - 3—الفہرست ' ص ۳۱۱ - 4—زوزنی ' ص ۳۸۱ - 5—ایضاً ' ص ۱۱۵ ' ۱۲۲ -

کا مہتمم تھا [1] - متوکل کے زمانے میں معتوب ہوا [2] - اس لیے اِس کا زمانہ ۱۹۸-۲۴۷ھ سمجھنا چاہیے -

(f)—محمد بن موسیٰ بن شاکر - اِسی کی وجہ سے کندی ، متوکل کے زمانے میں معتوب ہوا تھا - اِس کا سال وفات ، ربیع الاول ۲۵۹ھ ہے [3] -

(g)—ابو معشر بلخی - یہ کندی کا شاگرد تھا - ۴۷ سال کی عمر کو پہنچ کر ، اُس کی شاگردی میں آیا - اِس نے رمضان ۲۷۲ھ میں وفات پائی [4] - چونکہ سِن ، سو سے اوپر تھا ؛ اس لیے ۲۱۸ھ میں یا دو ایک سال پیشتر ، یہ شاگرد ہوا ہوگا ! یعنی اِس کی شاگردی کا زمانہ ، معتصم کا عہد ہوگا - اور ممکن ہے کہ مامون کا آخری زمانہ ہو -

معاصرین پر نظر کرکے ۱۹۰-۲۵۹ھ کندی کا زمانہ ثابت ہوتا ہے - ثابت بن قرۃ اُس لیے قابل لحاظ نہیں کہ وہ کندی کا پورا معاصر نہ تھا - ابومعشر اُس لیے لائق توجہ نہیں کہ وہ بہت کہن‌سال تھا - اور کندی کو اُس کے برابر عمر نہیں ملی -

دفعات بالا کی رو سے کندی کا وجود ، کم از کم ۱۹۰ھ سے ۲۵۹ھ تک ثابت ہوتا ہے - اب ایک اور بات قابل غور ہے !

کندی نے اپنی عمر کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے ، جس کا نام یہ ہے : " رسالة فی اعتذاره فی موته دون کماله لسنی الطبیعة التی هی مائة و عشرون سنة - " اِس میں اُس نے بتایا ہے کہ میری عمر ، طبیعی کیوں نہیں ہو سکتی ؟ یعنی میں ایک سو بیس سال کی عمر کیوں نہیں

1—زوزنی ، ص ۲۰۹ - 2—عیون الانباء ، ص ۲۰۷ - 3—الفہرست ، ص ۳۷۹ -
4—ایضاً ، ص ۳۸٦ -

پاسکتا ؟ غالباً اُس نے یہ رسالہ ' بیماری کے زمانے میں لکھا ہوگا - اُس کو خام کی شکایت تھی - لیکن یہ چیز قابل غور ہے کہ یہ خیال اُس کے دماغ میں کیوں پیدا ہوا ؟ اُس کے معاصرین میں بہت سے عالم ۶۰ ' ۷۰ برس کے تھے - آخر اُنھوں نے اِس بحث پر قلم کیوں نہیں اُٹھایا ؟ میرے نزدیک کندی کی عمر اِس قدر ہوچکی تھی کہ اُس کو عمر طبیعی (۱۲۰ سال) تک پہنچنے کی امید پیدا ہوگئی تھی ! جب مرض اور جسم کے نظام میں ہم‌آہنگی باقی نہیں رہی ' تو کندی کو اپنی موت کا خیال پیدا ہوگیا ! جس کو اُس نے اِس رسالے میں ظاہر کیا -

اِس بنا پر ۱۹۰-۲۵۹ھ کا زمانہ بھی کچھ وسعت چاہتا ہے ! یعنی اب پیچھے پلٹ کر یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ۱۹۰ھ سے پہلے ' کندی کا وجود ثابت ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے [1] -

و کان ابوہ اسحاق بن الصبّاح امیراً علی الکوفۃ للمہدی و الرشید -

اور اُس کا باپ ' اسحاق بن الصبّاح ' کوفے کا گورنر تھا ؛ مہدی اور رشید کے زمانے میں -

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کندی ' مہدی کے زمانے میں نہیں پیدا ہوا ' تو خلیفۂ ہارون‌الرشید کے زمانے میں ' بہرحال ' اُس کا سال ولادت ماننا پڑےگا - رشید کا زمانہ ۱۷۰-۱۹۳ھ ہے ؛ اس لیے زیادہ سے زیادہ ۱۷۰ھ کو سال ولادت قرار دیا جاسکتا ہے -

لیکن چونکہ ابومعشر بلخی نے ' سو سے اوپر عمر پاکر ۲۷۲ھ میں وفات پائی ' اس لیے وہ ۱۷۲ھ سے کچھ پہلے پیدا ہوا ہوگا ! ظاہر ہے کہ استاد اور شاگرد میں عمر کا فرق کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیے ! اِس بنا پر

1 — عیون‌الانباء ' ص ۲۰۶ ' ج ۱ -

میرا خیال ہے کہ ۱۷۰ھ سے بھی دو چار برس پہلے ' کندی کا سال پیدایش ہوگا ! یعنی وہ رشید کے بجائے ' مہدی کے عہد میں پیدا ہوا ہوگا !

سنہ ۱۷۰ھ اور ۲۵۹ھ ' کندی کے سِن کے ایسے دو سِرے ہیں ؛ جن سے اُس کی زندگی کا زمانہ ' تقریباً متعیّن ہوجاتا ہے ! پہلے سِرے کو ' اگر ۱۷۰ھ سے دو چار برس پیچھے ہٹ کر تھاما جائے ؛ اور دوسرا سِرا ' ڈاکٹر فلریک سوٹر کے مطابق ' سنہ ۲۶۰ھ کو قرار دیا جائے[1] ؛ تو کندی کا زمانہ ' خلیفۂ مہدی کے آخری عہد سے شروع ہوکر ' خلیفۂ معتمد کے زمانۂ خلافت کے پانچویں سال پر ' ختم ہوتا ہے - اور اُس کے معاصر حسب ذیل خلفا قرار پاتے ہیں -

۱—مہدی	(آخری زمانہ)
۲—رشید	۱۷۰-۱۹۳ھ -
۳—امین	۱۹۳-۱۹۸ھ -
۴—مامون	۱۹۸-۲۱۸ھ -
۵—معتصم	۲۱۸-۲۲۷ھ -
۶—واثق	۲۲۷-۲۳۲ھ -
۷—متوکل	۲۳۲-۲۴۷ھ -
۸—منتصر	۲۴۷-۲۴۸ھ -
۹—مستعین	۲۴۸-۲۵۲ھ -
۱۰—معتز	۲۵۲-۲۵۵ھ -
۱۱—مہتدی	۲۵۵-۲۵۶ھ -
۱۲—معتمد	۲۵۶-۲۶۰ھ (ابتدائی پانچ سال)

بس یہی بارہ خلفا ہیں ' جن کے زمانوں میں کندی کی زندگی پھیلی ہوئی ہے !

1—حواشی چہار مقالہ ؛ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۳۸۵ ' ج ۱۳ -

سال ولادت

گزشتہ بیانات کے مطابق ' کندی کا سال ولادت ' سنہ ۱۷۰ھ سے دوچار سال پہلے ہے- یہ مہدی کا عہد خلافت تھا - مقام ولادت " کوفہ " ہے ؛ جہاں کندی کا باپ گورنر تھا -

عہد طفلی

کندی کا بچپن ' کوفے میں گزرا - یہ زمانہ ۱۷۰ھ سے دو چار برس پہلے اور بعد کا ہے - کندی ' گورنر کا بیٹا ؛ اور نسلاً شاہزادہ تھا - ایسے بچے عموماً بدشوق ہوا کرتے ہیں - لیکن اُس نے ایسی جانفشانی اور محنت سے علم حاصل کیا ؛ اور ایسا کمال بہم پہنچایا کہ قاضی صاعد کو خاص اُس کے لیے یہ تمہید باندھنی پڑی [1] !

ولم‌یزل خواصّ من‌المسلمین و غیرهم من‌المتّصلین بملوک بنی العباس و سواهم من ملوک الاسلام' منذ ذلک الزمن الی وقتنا هذا' یعتنون بصناعة النجوم و الهندسة و الطب وغیر ذلک من العلوم القدیمة ؛ و یؤلفون فیها الکتب الجلیلة ؛ و یظهرون منها النتائج الغریبة - فمن اشتهر منهم باحکام العلوم و التوسّع فی فنون الحکمة' یعقوب بن اسحاق الکندی ' فیلسوف العرب و احد ابناء ملوکها -

مسلم اور غیر مسلم " خواص " جو شاہان بنو عباس اور دوسرے شاہان اسلام کے درباروں سے متعلق تھے؛ اُس زمانے سے لےکر ہمارے زمانے تک' نجوم' ہندسہ ' اور طب اور دوسرے علوم قدیمہ پر برابر توجہ کرتے آئے ہیں؛ اُنھوں نے اِن علوم پر مہتم‌بالشان کتابیں لکھی ہیں ؛ اور اُن سے عجیب و غریب نتائج نکالے ہیں - اِن (خواص) میں جس کو علوم کی پختگی اور فنون فلسفہ میں وسعت نظر کے لحاظ سے شہرت حاصل ہوئی ' وہ یعقوب بن اسحاق کندی' عرب کا فیلسوف ' اور اُس کا ایک شاہزادہ ہے !

---

[1] طبقات‌الامم ' ص ۸۰ -

عربی، کندی کی مادری زبان تھی ؛ اِس لیے علوم عرب حاصل کرنے میں دشواری پیش نہیں آئی - پھر اور علوم شروع کیے ؛ اور متحد (Combined) فنون کی کتابیں، ساتھ ساتھ پڑھیں - اِس تعلیم کی ابتدا کوفے ہی میں ہوئی -

تحصیل علم

پھر وہ " بصرہ " چلا آیا - جہاں اُس کی جائداد تھی - اور کچھ عرصے کے بعد، وہاں سے نکل کر ، " بغداد " کی سکونت اختیار کی -

بس یہی تین شہر ہیں، جہاں کندی کی ابتدائی اور انتہائی، دماغی تربیت ہوئی -

" کوفہ " خورنق و سدیر، جیسی مشہور عمارتوں کا مرکز ؛ اور مختلف عمدہ عربی پھولوں کا چمن زار ہونے کے باعث ، اہل عرب میں "خدالعذراء" یعنی عارض محبوب کہلاتا تھا - اُس کی علمی حیثیت یہ تھی کہ فقہ حنفی کی بنیاد یہیں پڑی - فقہ کی اکیڈیمی یہیں قائم ہوئی - حدیث ، فقہ، علوم عربیت کے بڑے بڑے امام یہیں پیدا ہوئے -

" بصرہ " دجلہ و فرات کے " سنگم " سے کچھ آگے بڑھ کر ، بافات کا ایک شہر تھا - اُس کی خاک کو علم و فضل سے یہ مناسبت تھی کہ علوم عربیت کی بنیاد یہیں پڑی - عربی لغت کی سب سے پہلی کتاب (العین) خلیل نے یہیں تالیف کی؛ جو علم الاعضاء کے اصول پر مرتب ہے - اور یہ ترتیب خاص خلیل کی ایجاد ہے ! علم نحو کا سب سے پہلا مصنف ، سیبویہ بھی یہیں کا تعلیم یافتہ تھا - اُس کو اپنے فن میں وہی درجہ حاصل تھا ، جو بطلمیوس کو ہیئت اور ارسطو کو منطق میں حاصل ہے ! عربی علم عروض اور موسیقی کی بھی یہیں سے ابتدا ہوئی -

" بغداد " مدینۃالسلام، ہارون و مامون کے زمانوں میں " خاک اور

خچّر " کا نہیں ! عمارتوں اور باغوں؛ اور اِس سے زیادہ سچ یہ ہے کہ کتب۔ خانوں ، مدرسوں ، کالجوں اور یونیورسٹی کا شہر تھا ! وہ اُس زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا پایۂ تخت ؛ اور دنیا کا سب سے بڑا تجارتی بندرگاہ تھا ! یہاں کے علوم و فنون کی وسعت اور دماغوں کی جدّت کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ ابوہذیل اور ثمامہ ، فرقۂ ہذلیہ اور ثمامیہ کے بانی ؛ اور محمد بن موسیٰ خوارزمی ، علم‌الجبر و المقابلۃ (Algebra) کے موجد کا یہیں قیام تھا ! اِن کے علاوہ دینی اور ادبی علوم کے جلیل‌القدر امام ، اور مختلف زبانوں کے بڑے بڑے ماہر ، یہاں موجود تھے -

اِسی فضا میں کندی کی ذہنی نشو و نما ہوئی ! اُس کو بصرے اور بغداد میں، جو اُس زمانے میں تعلیم کے سب سے بڑے مرکز تھے، جس درجے کے اُستاد میسر آئے ؛ اگرچہ ہم کو اُن کے نام معلوم نہیں ہیں ؛ تاہم اِتنا یقینی ہے کہ کندی نے فلسفہ، منطق، طب، ریاضی، طبیعیات، فلکیات، مرایا و مناظر، کیمیا ، نجوم، موسیقی، ہندسہ ، جغرافیہ ، تاریخ تمدن ، علم الکون و الفساد ، غرض اپنے زمانے کے تمام علوم کی تعلیم اِنہیں دو شہروں میں پائی - اور یونان ، ایران اور ہندوستان کے مختلف علوم فلسفہ میں مہارت ؛ اور ترجمے کی بےمثل مشق بھی یہیں بہم پہنچائی -

یہی وہ سیّارے اور ستارے تھے ، جن سے اُن دنوں حکمت مشرقیّہ کا آسمان جگمگا رہا تھا - اِنہیں کے جھرمٹ میں علم و فضل کا وہ آفتاب طلوع ہوا جس نے اِن کی روشنی ماند کردی !

عام حالات

کندی، جب تحصیل علم سے فارغ هوکر زندگی میں داخل هوا؛ تو اُس کی دل‌چسپی کے مشاغل، بغداد هی میں نکل آئے - اور اُنهیں میں اُس نے ساری عمر گزار دی! بیت‌الحکمۃ کی ملازمت، رصدگاہ، تعلیم و تدریس، عتابِ شاهی، دوبارہ دربار کی ملازمت، بس یهی واقعات هیں جو اِس عنوان کے تحت آسکتے هیں - دی بوئر نے لکھا هے کہ: " مامون و معتصم کے عهد میں وہ مترجم کے علاوہ، نجومی اور اتالیق کی خدمات بھی انجام دیتا تھا [1] - " یہ خیال بالکل صحیح هے - غالباً اتالیقی کی خدمت، معتصم کے زمانے میں سپرد هوئی تھی - احمد بن المعتصم کے نام، کندی کے جو رسالے هیں، وہ اِسی حیثیت سے هیں! دی بوئر نے قیاساً یہ بھی لکھا هے کہ اُس نے دربار میں طبیب اور منتظمِ مالیات کی خدمات بھی انجام دی تھیں [2] - مگر اِس کا کوئی ثبوت نہیں دیا هے -

بیت‌الحکمۃ کی ملازمت

بیت‌الحکمۃ، هارون‌الرشید نے غالباً ۱۹۰ھ میں قائم کیا تھا [3] - جب انقرہ [4]، عموریہ اور تمام بلادِ روم سے اُس نے قدیم کتابیں منگوائیں، تو یوحنا بن ماسویہ کی نگرانی میں اُن کے ترجمے کا کام شروع هوا [5] -

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص ۱۰۱۹، ج ۲ - 2—تاریخ فلسفۂ اسلام، ص ۱۱۶ -
3—یعقوبی، ص ۵۲۳، ج ۲ -
4—مجھے انقرہ کا نام صحیح نہیں معلوم هوتا - وہ مامون کے عهد میں فتح هوا هے - ابن ابی اصیبعہ کو شائد نام میں دھوکا هوا - " هرقلہ " کو انقرہ لکھدیا هے -
5—عیون‌الانباء، ص ۱۷۵، ج ۱،

اگر کندی کی تحصیلِ علم کا زمانہ ، کم سے کم پچیس سال ، تسلیم کیا جائے ؛ تو ١٩٥ھ میں وہ قطعاً بیت الحکمۃ کے اسٹاف میں داخل ہوگیا ہوگا - اور یہ زمانہ " امین " کا تھا - تاہم اُس کا نام مامون کے زمانے سے روشن نظر آتا ہے !

" مامون " نے جب بادشاہِ روم سے کتابیں منگوائیں ، تو اُس زمانے میں بیت الحکمۃ میں کئی مترجم موجود تھے - سلما نگراں تھا - حجاج ابن مطر ، یحیی بن منصور ، یوحنا بن البطریق ، ترجمے کے کام پر مامور تھے [1] - مامون کے زمانے میں انقرہ پر ٢١٥ھ میں حملہ ہوا ہے [2] - عجب نہیں ، کتابیں اِسی زمانے میں آئی ہوں ؛ اور مامون نے ارسطو کو خواب میں اِنہیں ایام میں دیکھا ہو !

کندی ، بیت الحکمۃ میں یونانی کتب فلسفہ کا مترجم یا مہذّب (Editor) تھا - اُس نے بہت سی کتابوں کے ترجمے اور خلاصے کیے - بعض کی شرحیں لکھیں - بعض پر مقدمے تحریر کیے - بعض ترجموں کی اصلاح دی - عہد مامونی کی ایک یادگار اُس کا " رسالۃ فی العلۃ و المعلول" ہے ، جو خود مامون کے نام تھا !

مامون کے بعد " معتصم " نے بھی ، اُس کی بڑی قدر کی - معتصم کے اخلاق کا کندی پر ایسا اثر تھا کہ " سہل الفضائل " میں مدّاحانہ اُس کا اعتراف کیا ہے ! مسعودی لکھتا ہے [3] :—

و للمعتصم اخبار حسان و ما کان من امرہ فی فتح عموریۃ و ما کان من حروبہ قبل الخلافۃ فی السفارۃ	اور معتصم کی اچھی خبریں ہیں ؛ مثلاً عموریہ فتح کرنے میں اُس نے جو کچھ کیا ؛ اور خلیفہ

1—عیون الانباء ، ص ١٨٦ ، ١٨٧ ، ج ١—زوزنی ، ص ٢٣١ - 2—یعقوبی ، ص ٥٩٧ ، ج ٢ - 3—مروج الذہب و معادن الجواہر ، ص ١٣٣ ، ١٣٥ ج ٧ -

نحو الشام و مصر و غیر ذٰلک و ما کان منه بعد الخلافة -

ہونے سے قبل ' جب وہ سفیر تھا ' شام ' مصر ' وغیرہ میں وہ جو لڑائیاں لڑا ؛ اور خلیفہ ہونے کے بعد اُس نے جو کارہائے نمایاں کیے -

اِس کے بعد کندی کی " سبل الفضائل " کا حوالہ دیتا ہے :—

و ما حکی عنه من حسن السیرة و استقامة الطریقة احمد بن ابی دؤاد القاضی و یعقوب بن اسحاق الکندی فی لمع اوردها فی رسالته المترجمة بسبل الفضائل ' قد اتینا علی جمیع ذٰلک ، فی کتابینا اخبار الزمان و الاوسط -

اور اُس کے کیرکٹر کی خوبی اور طریقے کی درستی کی نسبت قاضی احمد بن ابی دؤاد اور یعقوب بن اسحاق کندی نے اپنے رسالے موسوم بہ سبل‌الفضائل میں جو چند تابشیں (تابناک عبارتیں) حوالۂ قلم کی ہیں ؛ اِن سب کو ہم نے اپنی دو کتابوں ' اخبارالزمان اور اوسط میں بیان کیا ہے -

معتصم کے نام بھی اُس کا ایک رسالہ ہے ' جس کا نام یہ ہے : " کتاب الی المعتصم باللّٰہ فی الفلسفة الاولیٰ " - یہ غالباً " کتاب الفلسفة الاولیٰ فی ما دون الطبیعیات و التوحید " ہے - اور آج بھی موجود ہے -

معتصم کے لڑکے " احمد " سے کندی کے تعلّقات ' اتالیق کے تھے - اُس کے نام کندی کے سات رسالے ہیں ؛ جو درج ذیل ہیں :—

۱—رسالة الی احمد بن المعتصم فی کیفیة استعمال الحساب الہندی - اربع مقالات -

۲—مختصر الموسیقی فی تالیف النغم و صنعة العود - الّفه لاحمد ابن المعتصم -

۳—رسالة الی احمد بن المعتصم باللّٰہ فی ما یُطرح علی الحدید و السیوف حتی لا تنثلّم و لا تکلّ -

۴—رسالة الی احمد بن المعتصم فی تجویز اجابة الدعاء من اللّٰہ عزّ و جلّ لمن دعا بہ -

۵—رسالة الی احمد بن المعتصم فی الابانة عن سجود الجرم الاقصی و طاعتہ للّٰہ - یہ رسالہ موجود ہے -

۶—رسالة الی احمد بن المعتصم فی ان العناصر و الجرم الاقصی کریّة الشکل - یہ بھی موجود ہے -

۷—فی استخراج المعمّا الی ابی العباس احمد بن المعتصم - یہ رسالہ بھی موجود ہے -

بیت الحکمة میں، کندی کے ماتحت ایک عملہ تھا - اُس میں کئی مترجم اور ورّاق شامل تھے - مترجم اصل زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ کرتے تھے - کندی اُن پر اصلاح دیتا تھا -

۱—مترجموں میں ایک کا نام "اسطاث" تھا - اُرسطو کی "کتاب الحروف" کا اِسی نے ترجمہ کیا تھا - ابن ندیم کا قول ہے [1]:—

و ھذہ الحروف نقلھا اسطاث للکندی و لہ خبر فی ذلک -	اور اِس "حروف" کو اسطاث نے کندی کے لیے نقل (ترجمہ) کیا - اور اُس کا ایک قصہ ہے -

۲—ایک مترجم عبدالمسیح بن عبداللّٰہ بن ناعمة الحمصی تھا - اُس نے "اثولوجیا" کا ترجمہ کیا تھا [2] -

۳—کسی مترجم نے بطلمیوس کی کتاب "جغرافیا" کا بھی کندی

1—الفہرست، ص ۳۵۲ - 2—عیون الانباء، ص ۲۰۶، ج ۱ -

کے لیے ترجمہ کیا تھا - ابن ندیم لکھتا ہے [1] :-

نقل للکندی نقلاً ردیئاً - ثم نقلہ ثابت الی العربی نقلاً جیّداً - و یوجد سریانی -	کندی کے لیے اِس کتاب کا ردی ترجمہ کیا گیا - پھر اُس کا عربی میں ثابت نے عمدہ ترجمہ کیا - اور سریانی نسخہ بھی ملتا ہے -

اور قفطی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کندی نے خود اُس کو درست کیا [2] :-

و ہذا الکتاب نقلہ الکندی الی العربی نقلاً جیّداً - و یوجد سریانیاً -	اور یہ کتاب ' اِس کا کندی نے عربی میں عمدہ ترجمہ کیا - اور سریانی میں بھی پائی جاتی ہے -

یہ ابن ندیم کی معلومات پر ایک اضافہ ہے -

۴—یوحنا بن البطریق ' مامون کے زمانے میں فلسفے کی کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا - عجب نہیں کہ وہ بھی کندی کا ماتحت ہو [3] -

۵—کندی کے شاگرد بھی عملے میں داخل تھے - یہ بوئر کی تصریح ہے - اگر ایسا ہے تو چند ناموں کا اور اضافہ ہو جائےگا -

ورّاق بھی کئی تھے - اُن کے ذمے کاغذ کا اہتمام ' اور مسودوں کی صفائی تھی - ابن ندیم نے " تلامیذ الکندی و ورّاقوہ " کا عنوان قائم کرکے

۱—حسنویہ -

۲—نفطویہ -

۳—سلمویہ -

تین نام لیے ہیں ؛ اور چوتھے کی نسبت لکھا ہے کہ اِسی وزن پر تھا [4] - قفطی نے اُس کو بھی بتادیا ہے :

1—الفہرست ' ص ۳۷۵ - 2—زوزنی ' ص ۹۸ - 3—ابن‌العبری ' ص ۲۲۰ -
4—الفہرست ' ص ۳۶۵ -

۴—رحمویہ -

اور یہ عبارت لکھی ہے [1] :—

و کان لہ من التلامیذ و الـورّاقین جماعۃ -	اُس کے شاگردوں اور ورّاقوں کی ایک جماعت تھی -

اِس طرح ، کندی کے عملے میں ۳ مترجم ، ۴ ورّاق ، اور کم از کم ۲ شاگرد ، کل (۹) آدمی ہوتے ہیں ! اور کندی کو ملاکر ''عشرۃٌ کاملۃ'' !

کندی کی نگرانی میں جو کام ہوا ، اُس کو بتانا آسان نہیں ہے ! تصنیفات کی فہرست سے اُس کا کچھ اندازہ ہوگا - یہاں بعض اہم ترجموں کا ذکر کیا جاتا ہے -

۱—اُرسطو :—

(ا) قاطیغوریاس	اختصار کیا
(ب) باریرمینیاس	„
(ج) انولوطیقا الاول	شرح کی -
(د) انولوطیقا الثانی	„
(ہ) سوفسطیقا	شرح کی -
(و) ابوطیقا	اختصار کیا -
(ز) کتاب الحروف	اسطاث نے ترجمہ کیا - یہ رسالہ آج بھی موجود ہے -
(ح) اثولوجیا	شرح کی - یہ بھی موجود ہے -

۲—اوطولوقس یونانی :—

کتاب الکرۃ المتحرکۃ	اصلاح دی -

۳—بطلمیوس :—

1—زوزنی ، ص ۳۷۶ -

کتاب الجغرافیا — پہلے ، مترجم نے ترجمہ کیا - وہ درست نہ تھا ، تو خود ترجمہ کیا -

۴—اقلیدس :—

(a) اسطروشیہ — اصلاح دی -

(b) مقالہ ۱۴ و ۱۵ — ”

۵—ثاوذوسیوس :—

کتاب المساکن — شرح کی -

۶—فرفوریوس :—

ایساغوجی — اختصار کیا -

رصد گاہ — مامون نے ۲۱۴ھ میں دمشق کے قریب بمقام شماسیہ ، جس طرح ایک رصدگاہ کی بنیاد ڈالی تھی ؛ اُسی طرح بغداد کے ”شماسیہ“ میں بھی رصد کا کام ہوتا تھا - سند بن علی ، اِسی رصدگاہ میں کام کرتا تھا [1] - بلکہ اِس کا نگراں تھا [2] - اُس کے ساتھ محمد بن موسیٰ خوارزمی ، یحییٰ بن ابی منصور ، حبش بن عبداللّٰہ ، عمر بن محمد مرو روذی ، جیسی بن ابراهیم الابح ، بھی رصدگاہ کے اسٹاف میں تھے - کندی بھی اپنا ذوق یہاں پورا کرتا تھا - اِس کے علاوہ اُس کا مکان خود ایک رصدگاہ تھا ! جہاں اُس نے بہت سے آلات جمع کر رکھے تھے -

اُس کی رصد کے نتائج ، اُس کے رسالوں میں قلمبند ہیں -

۱—اُس نے عموماً جو ستارے دریافت کیے تھے ، اُن کا تذکرہ ایک رسالے میں کیا ہے -

۲—ایک خاص ستارے کا تذکرہ الگ رسالے میں ہے - اُس کو چند روز اُس نے دیکھا تھا - پھر وہ نظر سے اوجھل ہوگیا -

---

1—قوزنی ، ص ۲۰۶ - 2—الفہرست ، ص ۳۸۳ -

۳—سنہ ۲۲۲ھ میں اُس نے ایک بہت هی بڑا ستارہ دیکھا تھا ۔

۴—سنہ ۲۲۵ھ میں سیارۂ زهرہ کو گہنایا هوا دیکھا تھا ۔

تعلیم و تدریس

کندی کا حلقۂ درس ' بغداد کا مشہور مقام اور علمی دنیا کی مرکزی جگہ تھی ! اُس سے ایسے لوگ پیدا هوئے ' جو فلاسفۂ اسلام میں شمار کیے گئے هیں ! اُس کے شاگردوں میں دو نام بہت ممتاز هیں ۔

ا—احمد بن محمد بن مروان بن الطیّب السرخسی ۔ یہ تمام تر کندی کا ساختہ ' پرداختہ تھا ۔ ابن ندیم نے اِس کی نسبت یہ الفاظ لکھے هیں :—

ممن ینتمی الی الکندی و علیہ قرأ و منہ اخذ ۔	اُن لوگوں میں هے جو کندی کی طرف منسوب هیں ۔ اُسی سے اِس نے پڑھا اور اُسی سے لیا ۔

اِس کے بعد اِس کی علمی حیثیت کا یوں اعتراف کیا هے :—

کان متفنناً فی علوم کثیرة من علوم القدماء و العرب ۔	قدما اور عرب کے علوم میں سے اکثر علموں سے واقف تھا ۔

قفطی کہتا هے :—

احد فلاسفة الاسلام و هو تلمیذ یعقوب بن اسحاق الکندی ۔ و کان احمد هذا احد المتفننین فی علوم الفلسفة ۔	اسلام کے فلسفیوں میں سے ایک ؛ یعقوب بن اسحاق کندی کا شاگرد ۔ اور یہ احمد علوم فلسفہ میں سے بہتیرے فن جانتا تھا ۔

اِس نے کندی سے جو علوم پڑھے تھے ' اُن کی تفصیل یہ هے : فلسفہ ' منطق ' موسیقی ' محاضرات ' سیاست ' نجوم ' حساب ' جبر و مقابلہ ' جغرافیہ ' علم الطیور ' طب ' تاریخ ' علم الطبیعة ' مذهب ' علم

مجلس اور علوم عرب ! ان تمام علوم پر اِس کی تصنیفات ہیں - اِس نے طب کے بعض مسائل میں جالینوس کی غلطیاں نکالی ہیں[1] ! وہ بہت سے مسائل میں قدما کو چھوڑکر اپنے نادرۂ روزگار اُستاد کا پیرو ہوگیا تھا- لیکن جو چیزیں اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں' اُن میں قدما ہی کا مذہب تسلیم کرتا تھا - سنہ ۲۸۶ھ میں معتضد کے حکم سے قتل ہوا[2] -

۲—ابو معشر بلخی - کندی کا دوسرا مشہور آفاق شاگرد ہے - یہ حساب ' ہندسہ اور نجوم میں اُس کا شاگرد ہوا تھا - لیکن چونکہ ریاضیات سے مناسبت نہ تھی ' صرف نجومی ہوکر رہ گیا ! قفطی نے اِس کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں[3] :—

عالم اهل الاسلام باحکام النجوم و صاحب التوالیف الشریفة و المصنفات المفیدة فی صناعة الاحکام و علم التعدیل - و کان اعلم الناس بسیر الفرس و اخبار سائر الامم -	اَحکام نجوم میں اہل اسلام کا عالم ؛ اور فن اَحکام اور علم تعدیل میں بلند تالیفات اور مفید تصنیفات کا مالک - اور ایران کے حالات اور تمام قوموں کی تاریخ کا سب سے بڑا جاننے والا تھا !

یہ ۴۷ سال کی عمر کے بعد کندی کا شاگرد ہوا - چونکہ اِس کی وفات کا سال ۲۷۲ھ ہے اور سو برس سے زائد عمر پاکر فوت ہوا ' اِس لیے شاگردی کا زمانہ تقریباً سنہ ۲۱۸ھ ہوگا - اِس بوڑھے شاگرد کا نظامی عروضی نے ایک عجیب قصہ لکھا ہے - وہ کہتا ہے[4] :—

" یعقوبِ اسحاق کندی یہودی بود ' اما فیلسوفِ زمانۂ خویش بود و حکیمِ روزگارِ خود - و بخدمت مامون اورا قربتے بود - روزے پیشِ مامون

1—الفہرست ' ص ۳۱۷ - 2—الفہرست ' ۲۶۵ ؛ زوزنی ' ۷۷ ؛ مروج الذہب ' ۳۰۷ ' ج ۲؛ و ۱۷۹ ' ج ۸ - التنبیہ و الاشراف' ۵۱ ' ۷۵ ؛ طبقات الامم ۸۳ ؛ عیون الانباء ۲۱۳' ج ۱- 3—زوزنی ' ۱۵۲ - 4—چہار مقالہ ' ص ۵۵—۵۶ -

در آمد و بر زبردست [1] یکے از ایمۂ اسلام بنشست - آن امام گفت تو مردے
ذمی باشی' چرا بر زبر ایمۂ اسلام نشینی - یعقوب جواب داد که از براے
آن که آنچه تو دانی من دانم و آنچه من دانم تو ندانی - آن امام اورا
بنجوم شناخت ؛ و از دیگر علمش خبر نداشت - گفت بر پارۂ کاغذ چیزے
نویسم ' اگر تو بیرون آری که چه نبشتم ' ترا مسلّم دارم - پس گرو بستند
از امام بردائے [2] ' و از یعقوب باسترے و ساختے [3] که هزار دینار ارزیدے -
و بر درِ سراے [4] ایستاده بود - پس دوات خواست و کاغذ ؛ و بر پارۂ کاغذ
بنوشت چیزے ' و در زیر نهالی [5] خلیفه بنهاد - و گفت بیار - یعقوبِ
اسحاق تختۂ خاک خواست و برخاست ' و ارتفاع بگرفت ' و طالع
درست کرد ' و زایچه بروے تختۂ خاک برکشید ' و کواکب را تقویم کرد '
و در بروج ثابت کرد ' و شرایط خبی و ضمیر بجاے آورد ' و گفت یا
امیرالمومنین بر آن کاغذ چیزے نبشته است که آن چیز اول نبات بوده
است و آخر حیوان شده - مامون دست در زیر نهالی کرد ' و آن کاغذ
برگرفت ' و بیرون آورد - آن امام نوشته بر آنجا که عصاے موسیٰ - مامون
عظیم تعجب کرد - و آن امام شگفتیها نمود - پس رداء او بستد و دو نیمه
کرد پیشِ مامون - و گفت دو پایتابه کنم - این سخن در بغداد فاش گشت -
و از بغداد بعراق و خراسان سرایت کرد و منتشر گشت - فقیهے از فقهاے
بلخ از آنجا که تعصبِ دانشمندان بود ' کاردے بر گرفت ؛ و درمیان کتابے
نجومی نهاد که ببغداد رود ؛ و بدرس یعقوبِ اسحاق کندی شود ؛ و نجوم
آغاز کند - و فرصت همی جوید ؛ پس ناگاهے اورا بکشد - برین همت [6]
منزل بمنزل همی کشید ؛ تاببغداد رسید - و بگرمابه [7] رفت ' و بیرون

1— بالے مسند - 2— رداء ' چادر - 3— ساخت ' سامان - 4— سراے ' محل -
5— نهالي ' توشک - 6— قصد - 7— حمام -

آمد ؛ و جامۂ پاکیزہ در پوشید - و آن کتاب در آستین نهاد ؛ و روے بسراے یعقوب استحاق آورد - چون به درِ سراے رسید؛ مرکبہاے بسیار دید پاساختہ زو ' بدرِ سراے وے ایستادہ ؛ چه از بنی هاشم و چه از معارف دیگر و مشاهیرِ بغداد - سر بزد و اندر شد' و درحلقۂ پیشِ یعقوب در رفت' و ثنا گفت - و گفت همی خواهم از علم نجوم بر مولانا چیزے خوانم - یعقوب گفت تو از جانبِ مشرق بکشتنِ من آمدۂ ' نه بعلم نجوم خواندن- و لیکن از آن پشیمان شوی و نجوم بخوانی؛ و در آن علم بکمال رسی؛ و در امتِ محمد صلعم از منجمانِ بزرگ یکے تو باشی - آن همه بزرگان که نشسته بودند از آن سخن عجب داشتند - و ابو معشر مُقرّ [1] آمد ؛ و کارد ازمیانِ کتاب بیرون آورد ؛ و بشکست و بینداخت ؛ و زانو خم داد ؛ و پانزدہ سال تعلّم کرد ؛ تا در علمِ نجوم رسید بدان درجه که رسید " -

اِس مہمل روایت پر مرزا محمد بن عبدالوهاب قزوینی کی تنقید نقل هوچکی هے - یہاں اُنہیں کا ایک فقرہ اور سن لیجئے !

" باقی حکایت تمام افسانه است ! "

ابو معشر کی شاگردی کا صحیح قصه ابن ندیم نے بیان کیا هے - اور وہ یہ هے [2] :—

کان اولاً من اصحاب الحدیث ' و منزله فی الجانب الغربی بباب خراسان - و کان یضاغن الکندی و یغری به العامة ' و یشنع علیه بعلوم الفلسفة - فدس علیه الکندی من حسّن له النظر فی علوم الحساب

وہ پہلے اهل حدیث میں تها ' اور اُس کا گهر خراسانی دروازے سے جانب مغرب واقع تها - وہ کندی سے بغض رکهتا تها - اور عوام کو اُس کے خلاف بهڑکاتا تها- اور علوم فلسفه کی وجه سے اُس کی برائی کرتا تها - کندی نے

1—اقرار کیا - 2—الفهرست ' ص ۳۸٦ -

و الهندسة ' فد خل فی ذلک فلم یکمل له؛ فعدل الی علم احکام النجوم ' و انقطع شرّہ عن الکندی بنظرہ فی هذا العلم' لانه من جنس علوم الکندی - و یقال انه تعلّم النجوم بعد سبع و اربعین سنة من عمرہ -

اُس کے پیچھے مخفی طور پر ایک آدمی لگادیا جس نے اُس کو حساب اور هندسه کے علوم سیکھنے کی ترغیب دی! اُس نے پڑھنا شروع کیا ' لیکن کمال حاصل نه هوسکا - اب وہ علم نجوم (احکام) کی طرف مائل هوا - اور اُس کا شر جو کندی کے مقابلے میں تھا ' ختم هوگیا - کیونکه یه علم (نجوم) بھی کندی کے علوم کی قسم کا تھا ! اور کہا جاتا هے که اُس نے اپنی عمر کے ۴۷ سال گزرنے کے بعد نجوم حاصل کیا -

ابن ندیم نے دوسری جگه اِس سے زیادہ صاف لفظوں میں اُس کی شاگردی کا اظہار کیا هے [1] :—

و اخذ عنه ابو معشر - | اور اُس (کندی) سے ابومعشر نے لیا -

عیون‌الانباء میں ابو معشر کے بعد '' ایضاً '' کا لفظ بھی هے -

ابو معشر کے نام کندی نے ایک رسالہ لکھا هے' جس میں اُس کے چند سوالات کا جواب هے - اُس کا نام یه هے : '' رسالة فی جواب مسائل طبیعیة فی کیفیات نجومیة ' سأله ابو معشر عنها '' -

۳—دبیس ' محمد بن یزید - یه بھی کندی کا شاگرد تھا - اِس کے نام کے ساتھ الفہرست میں ''تلمیذ الکندي'' کا لفظ لکھا هوا هے - یه کیمیا کا ماهر تھا - اور ابن ندیم کا معاصر تھا - اِس نے رنگ اور سیاهی وغیرہ بنانے پر ایک کتاب لکھی هے [2] -

---

1—الفہرست ' ص ۳۶۵ ؛ عیون الانباء ' ص ۲۰۸ ' ج ۱ - 2—الفہرست ' ص ۵۰۶ -

۴—زرنب - یہ نجوم میں شاگرد تھا - کندی نے اِس کے نام ایک رسالہ لکھا ہے ' جس میں نجوم کے اسرار اور ابتدائی اعمال بتائے ہیں - اِس کا نام ابن ابی اصیبعہ نے یوں بتایا ہے : " رسالة الی زرنب تلمیذہ ' فی اسرار النجوم و تعلیم مبادیء الاعمال "- اِس سے زیادہ اِس کی شاگردی کا ثبوت اور کیا ہوگا کہ تلمیذ کا لفظ رسالے کے نام کا ایک جز ہے !

عتاب شاہی

کندی نے مامون کے زمانے سے واثق کے زمانے تک بہت پر امن طریقے سے زندگی بسر کی - لیکن متوکل (سنہ ۲۳۲ھ - ۲۴۷ھ) کے عہد میں جب مذہبی تشدد کا از سر نو دور دورہ ہوا ' تو اُس کے خلاف بھی ایک فتنہ پیدا کیا گیا - متوکل نے عیسائیوں اور شیعوں پر جو سختیاں کی تھیں ' اُنکا ذکر تاریخوں میں موجود ہے ؛ اُس کو ایک فلسفی اور حکیم کے مخالف بنادینا کیا مشکل تھا ؟ ابو جعفر احمد ابن یوسف نے ''حسن العقبیٰ'' میں یہ قصہ اِس طرح نقل کیا ہے [1] :—

کان محمد و احمد ابنا موسیٰ بن شاکر فی ایام المتوکل یکیدان کل من ذکر بالتقدم فی معرفة - فاشخصا سند بن علی الی مدینةالسلام و باعداہ عن المتوکل - و دبّرا علی الکندی حتی ضربه المتوکل - و وجّها الی دارہ فاخذا کتبه باسرھا ' و افرداھا فی خزانة سمیت الکندیة - و مکن ھذا لھما استھتار المتوکل بالآلات المتحرکة - و تقدّم الیھما فی

محمد اور احمد' موسیٰ بن شاکر کے دو بیٹے' متوکل کے زمانے میں ہر اُس شخص کے ساتھ مکر کرتے تھے جو کسی علم میں مقدم ہوتا تھا ! اُنھوں نے سند بن علی کو متوکل کے پاس سے ہٹا کر مدینةالسلام کی طرف نکلوا دیا ! اور کندی کے لیے ایسی تدبیر کی کہ متوکل نے اُس کو پٹوایا (یا پیٹا) - اُنھوں نے اُس (کندی) کے گھر پر آدمی بھیج کر تمام کتابیں

1—عیون الانباء ' ص ۲۰۷ ' ۲۰۸ ' ج ۱ -

حفر النهر المعروف بالجعفری - فاسندا امرہ الی احمد بن کثیر الفرغانی ، الذی عمل المقیاس الجدید بمصر ؛ و کانت معرفته اوفی من توفیقه ، لانه ما تمّ له عمل قط ، فغلط فی فوهة النهر المعروف بالجعفری ، و جعلها اخفض من سائرہ ، فصار ما یغمر الفوهة لا یغمر سائر النهر - فدافع محمد و احمد ابنا موسیٰ فی امرہ - و اقتضاهما المتوکل ، فسعیٰ بهما الیه فیه - فانفذ مستحثّا فی احضار سند بن علی من مدینة السلام ، فوافیٰ - فلما تحقق محمد و احمد ابنا موسیٰ ان سند بن علی قد شخص ، ایقنا بالهلکة و یئسا من الحیاة - فدعا المتوکل بسند ، و قال له ماترک هذان الردیّان شیئاً من سوء القول الا وقد ذکراک به عندی - و قد اتلفا جملة من مالی فی هذا النهر ؛ فاخرج الیه حتی تتأمله و تخبرنی بالغلط فیه - فانی قد آلیت علیٰ نفسی ان کان الامر علیٰ ما وصف لی،

نکلوالیں! اور اُن کو ایک کتب‌خانے میں رکھا جس کا نام "کندیہ" رکھا گیا! اِس کی وجہ سے اُن دونوں کو یہ قدرت ہوئی کہ متوکل کو آلات متحرکہ کے لیے حریص بنا سکے! اُس نے اُن کو اُس نہر کے کھودنے کا حکم دیا جس کا نام جعفری ہے - (جعفر، متوکل کا نام تھا) - اُنہوں نے یہ کام احمد بن کثیر فرغانی کی نگرانی میں شروع کرایا، جس نے مصر میں نیا مقیاس (water-meter) بنوایا تھا - یہ شخص عمل کے مقابلے میں علم زیادہ رکھتا تھا - اسی لیے اِس سے کوئی کام پورا نہیں ہوا - اب بھی اِس نے نہر جعفری کے دہانے میں غلطی کی - اُس کی سطح ساری نہر سے پست رکھی! اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ پانی کی جتنی مقدار میں دہانہ چھپتا تھا، نہر کے باقی حصے نہیں چھپتے تھے! محمد اور احمد نے اُس کے معاملے کو ٹالنا چاہا، لیکن متوکل نے اُن کو بلوایا - اور اُس سے اُن کی شکایت

انی اصلبهما علی شاطئه ! و کل هذا
بعین محمد و احمد ابنی موسی و
سمعهما - فخرج وهما معه - فقال
محمد بن موسی لسند یا اباالطیب
ان قدرة الحر تذهب حفیظته ؛ و قد
فرغنا الیک فی انفسنا التی هی انفس
اعلاقنا ؛ و ما ننکر انا اسأنا؛ والاعتراف
یهدم الاقتراف ؛ فتخلّصنا کیف شئت -
قال لهما واللّٰه انکما لتعلمان مابینی
و بین الکندی من العداوة والمباعدة
و لکن الحق اولی ما اتبع ! أکان
من الجمیل ما اتیتماه الیه من اخذ
کتبه ؟ واللّٰه لا ذکرتکما بصالحة حتی
تردّا علیه کتبه ! فتقدّم محمد بن
موسی فی حمل الکتب الیه و اخذ
خطه باستیفائها - فوردت رقعة الکندی
بتسلّمها عن آخرها - فقال قد وجب
لکما علیّ ذمام برد کتب هذا الرجل-
ولکما ذمام بالمعرفة التی لم ترعیاها
ذ ! والخطأ فی هذا النهر یستتر اربعة
ا! هر بزیادة دجلة - و قد اجمع الحسّاب
علی ان امیرالمومنین لا یبلغ هذا
المدی - و انا اخبره الساعة انه لم یقع

کی ! پھر فوراً حکم دیا کہ سند بن
علی کو مدینۃ السلام سے بلایا جائے -
وہ آیا - اب محمد اور احمد کو اپنی
بربادی کا یقین ہوگیا اور زندگی سے
نااُمید ہوگئے ! متوکل نے سند کو اپنے
سامنے بلایا - اور کہا کہ اِن ناقصوں
نے تمہاری بدگوئی میں کوئی کسر
نہیں اُٹھا رکھی ! اور میرا بڑا روپیہ
اِس نہر میں برباد کرایا - تم جاؤ ؛
اُس کو غور سے دیکھو ' اور جو غلطی
ہو اُس سے مجھے اطلاع دو ! کیونکہ
میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر معاملہ
وہی ہے جو مجھ سے بیان کیا گیا تو
میں اُسی نہر کے کنارے اِن دونوں کو
سولی پر لٹکاؤں گا ! محمد اور احمد' یہ
سب باتیں دیکھ اور سن رہے تھے! غرض
سند اور وہ دونوں ساتھ ساتھ چلے !
محمد نے سند سے کہا ابوالطیب! گرمی
کی قدرت اُس کے غصے کو فرو کردیتی
ہے! ہمارا جی آپ ہی میں لگا ہوا ہے-
ہمیں انکار نہیں کہ ہم نے جو کچھ کیا
برا کیا ! اقرار' گناہ کو ڈھا دیتا ہے !
آگے جو آپ کے مزاج میں آئے ! سند نے

ملکنا خطأً فی هذا النهر ابقاء علی
ارواحکما ؛ فان صدق المنجمون اقتلنا
الثلاثة ؛ و ان کذبوا و جازت مدته
حتی تنقص دجلة و تنصب ' اوقع
بنا ثلاثتنا ! فشکر محمد و احمد
هذا القول منه و استرقّهما به - و
دخل علی المتوکل فقال له مافلطا !
و زادت دجلة و جری الماء فی النهر -
فاستتر حاله - وقتل المتوکل بعد
شهرین - و سلم محمد و احمد بعد
شدة الخوف مما توقعا !

اُن دونوں سے کہا خدا کی قسم تم
جانتے ہو' مجھ میں اور کندی میں
کتنی عداوت اور دوری ہے ! لیکن
حق کی پیروی زیادہ بہتر ہے ! کہا
تم نے جو اُس کی کتابیں چھین لیں
یہ کوئی اچھا کام تھا ؟ جب تک تم اُس
کی کتابیں نہ پلٹاؤگے میں تمہارا ذکر
اچھی طرح نہیں کرسکتا ! محمد بن
موسی نے سبقت کرکے اُس (کندی) کی
کتابیں بھجوادیں اور اُس کی رسید
منگوالی - کندی کا رقعہ پہنچا کہ
سب کتابیں مل گئیں! اب سند نے
کہا ' چونکہ تم نے اُس شخص کی
کتابیں واپس کردیں اِس لیے اب
تم کو بچانا میرا فرض ہے! اور تم نے جو
میری رعایت نہیں کی' اُس کے تم
ذمہ دار ہو ! اِس نہر کی غلطی' چار
ماہ تک' جب تک دجلہ بڑھا ہوا
ہے' چھپی رہےگی ! اور نجومیوں کا
اتفاق ہے کہ امیرالمومنین اُس وقت
تک زندہ نہیں رہیں گے ! میں اُن سے
جاکر ابھی کہے دیتا ہوں کہ تم نے
نہر میں کوئی غلطی نہیں کی! تاکہ

تمھاری جانیں بچ جائیں! اب اگر
منجم سچے ھیں تو ھم تمھیں بچے
رھیں گے؛ اور اگر اُن کی بات غلط ھوئی
اور امیرالمومنین زندہ رھے اور دجلہ
گھٹا ' تو ھم تمھیں سے مواخذہ ھوگا!
محمد اور احمد یہ بات سن کر بلندۂ
بےدرم ھوگئے' اور اُس کا شکریہ ادا کیا! وہ
متوکل کے پاس گیا اور کہا اُن دونوں
کی کوئی غلطی نہیں! اِدھر دجلہ
بڑھ گیا اور نہر میں پانی رواں ھوگیا!
اور اُس کا حال مخفی ھوگیا! دو
مہینے کے بعد متوکل قتل کر دیا گیا!
اور محمد اور احمد' جس چیز سے
سخت خائف تھے' اُس سے محفوظ
ھو گئے!

دربار کا دوبارہ تعلق

متوکل کے بعد ' کندی پھر دربار سے متعلق ھوگیا تھا - اب اُس کی حیثیت غالباً نجومی کی تھی - پیرانہ سالی کی وجہ سے اور خدمات بجا لانے کے قابل نہ رھا ھوگا! معتمد (۲۵۶—۲۷۹ھ) کے زمانے کا ایک واقعہ ' کندی نے دو رسالوں میں لکھا ھے - ایک کا نام ''کتاب فی دلائل النحسین فی برج السرطان'' ھے ' اور دوسرے کا ''رسالۃ فی الخبار عن کمّیۃ ملک العرب'' !

دونوں کا سالِ تصنیف ۲۵۷ھ ھے! سنہ کا ذکر دوسرے رسالے میں نہیں ھے - شائد پہلے میں ھوگا - اِسی سے بوئر نے یہ نتیجہ نکالا ھے کہ

کندی سنہ ۸۷۰ع (۲۵۷ھ) کے بعد تک زندہ رہا ! لکھتا ھے [1] :—

"غالب گمان یہ ھے کہ ' جیسا ایک اُس کی لکھی ہوئی نجوم کی کتاب سے معلوم ہوتا ھے ' وہ سنہ ۸۷۰ع کے بعد تک زندہ تھا - اُس وقت اھلِ نجوم ' موجودہ دور ختم ہونے کی خبر دیتے تھے - اور قرامطہ ' اُس سے فرمانروا خاندان کے زوال کی پیش‌گوئی کرتے تھے - مگر کندی کو سلطنت سے اِتنی مروّت باقی تھی کہ اُس نے حکومت کی بقا کو ' جس کا مخالف ستاروں کا قِران تھا ' چار سو پچاس سال کی وسعت دے دی ! اُس کے مربّی بادشاہ کو اطمینان حاصل ہوگیا ! اور تاریخ نے بھی نصف صدی تک اِس حکمِ نجوم کو نباھا !"

لیکن بوئر کو معلوم نہیں ' تاریخ نے اِس حکم نجوم کو حرف بہ حرف نباھا تھا ! یہ کندی کی مروّت نہ تھی ؛ بلکہ اظہار حق کا جذبہ تھا جس نے نجومیوں کی غلط پیشین‌گوئی کو نجوم ھی سے رد کردیا ! اِس پر لطف یہ ھے کہ قدرت نے بھی کندی کی پیشین‌گوئی کو برقرار رکھا ! بوئر نے جو ۴۵۰ سال کا حساب لکھا ھے ' وہ بھی غلط ھے - اُس کا مفصل بیان آگے آتا ھے -

مشاھرہ

کندی کی زندگی ' صحیح معنوں میں ایک فلسفی کی زندگی تھی - وہ دربار سے متعلق ہونے کے باوجود ' اِتنا علیحدہ تھا کہ شاھانہ دریابخشیوں کا اُس کے حالات میں کہیں پتا نہیں ھے ! اُس کو مشہور مترجموں کی طرح ' بیت‌الحکمۃ سے غالباً پان سو دینار (کم از کم تھائی ہزار رُپَے) ماھانہ ملتے ہوںگے [2] - بس اِنہیں پر وہ قناعت کرتا تھا !

1—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۷ - 2—عیون الانباء ' ص ۱۸۷ ' ج ۱ -

جرجی زیدان نے اُس کی تنخواہ کے متعلق یہ لکھا ہے [1] : —

کان یُعَدّ من حذّاق التراجمة و لم یذکر بینهم لانه لم‌یرتزق بالترجمة -

وہ بڑے ماہر مترجموں میں شمار ہوتا تھا ؛ لیکن اُن میں اُس کا نام نہیں آتا ؛ کیونکہ ترجمے کی مد سے اُس کو تنخواہ نہیں ملتی تھی -

لیکن اُس کی تنخواہ کی مد نہیں بتائی ہے !

---

1 —تاریخ التمدن الاسلامی ، ص ۱۷۳ ، ج ۳ -

وفات

کندی کا انتقال سنہ ۲۶۰ھ میں ہوا - ابو معشر نے اپنے اُستاد کی بیماری اور وفات کا بڑا درد انگیز قصہ بیان کیا ہے [1] :—

کانت علّۃ یعقوب بن اسحاق انہ کان فی رکبتہ خام، و کان یشرب لہ الشراب العتیق، فیصلح - فتاب من الشراب، و شرب شراب العسل - فلم تدفتح لہ افواہ العروق، و لم یصل الی اعماق البدن و اسافلہ شیء من حرارتہ - فقوی الخام! فاوجع العصبَ وجعاً شدیداً حتی تأدّی ذلک الوجع الی الراس و الدماغ - فمات الرجل - لان الاعصابَ اصلُہا من الدماغ -

یعقوب بن اسحاق کی بیماری یہ تھی کہ اُس کے زانو میں "خام" تھا - اور وہ اُس کے لیے پُرانی شراب پیتا تھا ؛ اور اچھا ہوجاتا تھا - پھر اُس نے شراب سے توبہ کی اور اُس کے بدلے شہد (کی شراب) کا استعمال کیا - تو اِس سے اُس کی رگوں کے منہ نہیں کھلے - اور بدن کے نچلے حصوں اور گہرائیوں میں اُس (شہد) کی حرارت کچھ نہ پہنچ سکی ! اِس سے خام نے قوت پکڑلی! اعصاب میں سخت درد پیدا ہوگیا ؛ یہاں تک کہ وہ سر اور دماغ تک پہنچ گیا - اِس سے "شخص" کا انتقال ہوگیا - کیونکہ تمام اعصاب کی جڑ دماغ ہی سے ہے !

"خام" کیا بیماری ہے ؟ اِس کو بھی سن لیجیے [2] :—

عند الاطباء یطلق علی بلغم طبیعی اختلف اجزاؤہ فی الرّقۃ او الغلظۃ -

طبیبوں کے نزدیک اِس کا اطلاق اُس فطری بلغم پر ہوتا ہے جس کے

1— زوزنی، ۳۷۷، ۳۷۸ - 2— دائرۃ المعارف، بستانی، ص ۳۳۳، ج ۷ ۔

و یطلق ایضاً علی ما یرسب فی القارورۃ دقیق الاجزاء غیر ملتن -	اجزا رقّت یا کثافت میں مختلف ہوتے ہیں - اور اُن پر بھی اطلاق ہوتا ہے جو قارورے میں رسوبات ہوتے ہیں' باریک اجزا والے؛ اور جو بدبو نہیں ہوتے-

کندی کی بیماری پہلی شکل کی تھی - اُس کے گھٹنے میں ' پیرانہ سالی کے زمانے میں ' بلغم جمع ہوگیا تھا - چونکہ وہ جسم اور روح دونوں کا طبیب تھا ؛ یعنی طبیب کے ساتھ فقیہ بھی تھا ؛ اُس نے پرانی شراب سے اِس مرض کا علاج کیا اور فائدہ ہوا - دوا کے طور پر شراب کا استعمال' اور وہ بھی ایسی معذوری کی حالت میں' شرعاً جائز ہے! لیکن عرصے کے بعد انسانی جذبات پر اُس کے ملکوتی صفات غالب آگئے ! اور اُس نے شراب سے توبہ کرلی - اب اُس نے شہد کو شراب کا بدل تجویز کیا - شہد گرم اور محلّل ہے' مگر شراب کے برابر سریع النفوذ اور ہاضم نہیں ہے! اِس لیے اُس کے استعمال سے رگوں کے منہ نہیں کھلے - چونکہ نچلے حصے میں دوران خون بند ہوگیا تھا ؛ برودت غالب آتی گئی اور حرارت فنا ہوتی گئی ! اِس سے اعصاب میں درد پیدا ہوگیا ! اور جب وہ سر اور دماغ تک پہنچ گیا ' تو اِس فرشتہ نما انسان کی شمع حیات گل ہوگئی ! انا للّٰہ و انا الیہ راجعون -

---

اولاد، اعزّہ، مکان، مقولے

اولاد

کندی کی بیوی کا حال معلوم نہیں - اولاد میں دو نام ملتے ہیں -

ا—احمد - اِس کے نام کندی کا یہ رسالہ ہے : "رسالۃ الی ابنہ احمد فی اختلاف مواضع المساکن من کرۃ الارض" - اِس کے بعد ابن ابی اصیبعہ لکھتا ہے :—

و ھذہ الرسالۃ شرح فیھا کتاب المساکن لثاوذوسیوس -

اِس رسالے میں اُس نے ثاوذوسیوس کی کتاب المساکن کی شرح لکھی ہے -

یہ رسالہ جغرافیے پر ہے -

۲—ابوالعباس - اِس کے نام کندی کی ایک وصیّت (نصیحت) ہے، جو آگے آتی ہے - وصیت سے پہلے یہ الفاظ ہیں : " اوصیٰ بہ لولدہ ابی العباس" -

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس کا نام یوسف تھا - اِسی کے نام پر، کندی نے اپنی کنیت، ابو یوسف رکھی تھی -

اعزّہ

کندی کے اعزّہ میں تین گمنام شخصیّتوں کا ذکر "بھائی" کی حیثیت سے، ملتا ہے -

ا—ایک نے طبیعیات میں چودہ سوالات کیے تھے - اُس کے نام یہ رسالہ ہے : "رسالتہ فی جواب اربع عشرۃ مسئلۃ طبیعیات سألہ عنھا بعض اخوانہ" -

۲—ایک عزیز کو اجسام خمسہ کی نسبت یہ رسالہ لکھا : "رسالۃ الی بعض اخوانہ فی رموز الفلاسفۃ فی المجسّمات" - مجسّمات خمس' وہ اجسام ھیں جن سے زائد کا ' کوئی کرہ' احاطہ نہیں کرسکتا - ابلونیوس نجار نے دو کتابوں میں اُن کو بیان کیا تھا - اقلیدس کی کتاب اِنہیں کا مقدمہ ھے - کندی نے اِنہیں کی نسبت لکھا ھے -

۳—ایک عزیز کے نام یہ رسالہ ھے : "رسالۃ الی بعض اخوانہ فی المھوف" - یہ آج بھی موجود ھے -

معاصرین کندی کے معاصرین میں چند نام بہت روشن ھیں ! یوحنّا بن ماسویہ ' ابن الراوندی' محمد بن جہم' احمد بن محمد خراسانی کے نام اُس کے رسالے ھیں - قسطا بن لوقا اور ثابت بن قرۃ کو بھی معاصر ھی سمجھنا چاھیے -

اِن میں سے بعض کی' اُس پر خاص نظر عنایت تھی - اور یہ علمی رقابت کا اثر تھا ! سند بن علی ' رصدگاہ کے مہتمم کا بغض ملاحظہ ھو ! محمد بن موسیٰ بن شاکر اور اُس کے بھائی سے کہتا ھے [1] :—

انکما لتعلمان ما بیلی و بین الکندی من العداوۃ و المباعدۃ -	تم تو جانتے ھی ھو ! میرے اور کندی کے درمیان کیسی عداوت اور دوری ھے !

اور یہ محمد بن موسیٰ وھی ھے جس نے متوکل کو کندی سے برگشتہ کر کے اُس کا کتب خانہ اور آلات ضبط کرائے تھے ! محمد کی عداوت کا سبب بھی یہی تھا کہ وہ ھندسہ اور میکانک (علم الحیل) میں لا جواب تھا ! اِسی لیے کندی کو اپنے سے زیادہ کامل دیکھ کر رشک کرتا تھا !

شاگردی سے پہلے ' ابومعشر کو بھی کندی سے خاص عداوت تھی - وہ اُس سے بغض للّٰہی رکھتا تھا ! عوام کو اُس کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا !

1—عیون الانباء ' ص ۲۰۸ ' ج ۱ -

ایک بڑے تاجر کو بھی کندی سے سخت عداوت تھی - اس کا سبب غالباً کندی کی خود داری اور اُمرا سے بے نیازی ہوگی -

"مکان"

بغداد میں کندی کا محل کہاں واقع تھا ؟ اس کا پتا لگانا کچھ مشکل نہیں ہے - اُس کا حوالہ تین جگہ ملتا ہے :—

۱—بڑے تاجر کے قصے میں ، جس کے بیٹے کو سکتے کا عارضہ ہو گیا تھا -

۲—ابومعشر کی عداوت کے بیان میں -

۳—متوکل کے عتاب کے ذکر میں -

تاجر اور ابومعشر ، اُس کے ہم محلہ تھے - تاجر تو پڑوس ہی میں رہتا تھا ! ابومعشر کے گھر کی نسبت صاف تصریح ہے [1] :—

و منزله فی الجانب الغربی بباب خراسان -	اُس کا گھر ، خراسانی دروازے کی مغربی سمت تھا -

میرے خیال میں "خراسانی دروازہ" کے قریب ہی، کندی کا محل بھی ہوگا -

یہ محل بہت وسیع اور عالی شان تھا - اِس میں رہنے کے مکان کے علاوہ ، ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا - آلاتِ رصد بھی اِس کے ایک حصے میں رکھے ہوئے تھے -

"مقولے"

کندی کے چار مقولے محفوظ ہیں [2] -

۱—طبیب کو یوں نصیحت کرتا ہے :—

و لیتّق اللّه تعالیٰ المتطبّب و لا	طبابت کرنے والے کو چاہیے کہ خدا

1—الفہرست ، ص ۳۸۶ - 2—عیون الانباء ، ص ۲۰۹ ، ج ۱ -

يخاطر فليس عن الانفس عوض -	سے ڈرے ' اور عُجب و تبختر نہ کرے ' کیونکہ جانوں کا کوئی بدلا نہیں !

۲- دوسری نصیحت بھی طبیب کو ہے :—

و کما یحبّ ان یقال انه کان سبب عافیة العلیل و برئه ' کذٰلک فلیحذر ان یقال انه کان سبب تلفه و موته -	اور جس طرح وہ (طبیب) چاھتا ہے کہ لوگ کہیں کہ اُسی کی وجہ سے بیمار کو شفا حاصل ہوئی ؛ اِسی طرح اُس کو اِس سے بچنا چاھیے کہ لوگ کہیں کہ وھی' مریض کی موت اور ضائع ہونے کا سبب بنا !

۳-

العاقل یظنّ ان فوق علمه علماً فهو ابداً یتواضع لتلک الزیادة - والجاهل یظنّ انه قد تناهیٰ ' فتمقته النفوس لذٰلک -	عقلمند سمجھتا ہے کہ اُس کے علم سے اوپر بھی علم ہے ' اس لیے ہمیشہ اُس زیادتی کے لیے جھکا رہتا ہے - اور جاہل سمجھتا ہے کہ وہ منتہی ہوچکا - اسی لیے اُس کو لوگ بُرا سمجھنے لگتے ہیں -

۴- کندی نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو جو نصیحت کی تھی ' اُس کو ابن بختویہ نے " کتاب المقدّمات " میں درج کیا ہے ؛ اور ابن ابی اصیبعہ نے اُس کی کتاب سے اپنی کتاب میں لےلیا ہے - وہ یہ ہے :—

قال الکندی یا بنیّ ! الاب رب - والاخ فخ - والعم غم - والخال وبال - والولد	کندی نے کہا ' بیٹا ! باپ پروردگار ہے - بھائی جال ہے - چچا غم ہے -

کمد - والاقارب عقارب- و قول لا یصرف
البلا - و قول نعم' یزیل النعم - و
سماع الغناء برسام [1] حاد ' لن الانسان
یسمع فیطرب و ینفق فیسرف
فیفتقر فیغتم فیعتل فیموت ! والدینار
محموم فان صرفته مات - والدرهم
محبوس فان اخرجته فر - والناس
سخرة فخذ شیئهم و احفظ شیئک -
ولاتقبل ممن قال الیمین الفاجرة فانها
تدع الدیار بلاقع !

ماموں جنجال ہے- اولاد اندوہ سندمت
ہے - اعزہ بچھو ہیں- "نہیں" کہنا '
بلا کو پھیر دیتا ہے - " ہاں " کہنا
نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے - گانا
سننا تیز برسام ہے - کیونکہ انسان
گانا سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے ؛ اور
خرچ کرتا ہے تو اسراف کرتا ہے ؛ تو
محتاج ہوتا ہے ؛ تو غمگین ہوتا
ہے ؛ تو بیمار ہوتا ہے ؛ تو مرجاتا
ہے ! دینار تپ زدہ ہے ؛ جہاں اُس کو
چلایا - پھرایا [2] اور وہ مرا - درہم قیدی
ہے ؛ جہاں اُس کو نکالا اور وہ بھاگا -
لوگ مسخرے ہیں - اُن کی چیز
لےلو اور اپنی چیز محفوظ رکھو - جو
جھوٹی قسم کھاتا ہو اُس کی بات
نہ مانو ' کیونکہ جھوٹی قسم شہروں
کو چٹیل میدان بنادیتی ہے !

1—برسام سینے یا بائیں پہلو کے ورم کو کہتے ہیں - دوسری صورت میں ذات الجنب
اور برسام ایک ہوںگے - 2—یعنی خرچ کیا -

مذہب

کندی کا مذہب لغوی معنوں میں حکیمانہ اور فلسفیانہ تھا ؛ جو قرآن حکیم کا بتایا ہوا مذہب ہے - اسی لیے اُس کے مشرب میں بڑی وسعت تھی - وہ " شغلِ تکفیر " سے دور بھاگتا تھا ! ابو معشر بلخی نے جو کسی زمانے میں اہل حدیث تھا ' کندی کے خلاف بغداد والوں کو مشتعل کردیا تھا ' لیکن کندی نے اِس مولویانہ حربے کا جواب " تکفیر " سے نہیں دیا - بلکہ خود اُس کو اِس شغل سے بیزار کردیا - کندی نے علما کے اِس کارِ عبث پر " رسالۃ فی الاکفار و التضلیل " کے نام سے ایک تحریر یادگار چھوڑی ہے ' جس سے اُس زمانے کے علما اور ارباب مذہب کی ذہنیت کا پتا چلتا ہے !

وہ مذہب کی ضرورت کا قائل تھا ! لیکن جہاں مذہب نہ ہو ' وہاں ضرورت کے وقت " عقل " کا فتویٰ کافی سمجھتا تھا ! البتہ مذہب نے جن چیزوں کی ممانعت کردی ہے اُن میں عقل کے ذریعے سے " رخصت " کا حیلہ نہیں نکالتا تھا ! اِس خیال کو اُس نے ایک رسالے میں لکھا ہے ' جس کا نام یہ ہے : " رسالۃ فی ان ما بالانسان الیہ حاجۃ ' مباح لہ فی العقل قبل ان یحظر " -

وہ مثّانیہ (مانی کے پیرو) کے مابعد الطبیعیات' ثنویہ (Idolaters)' سوفسطائیہ (Sophists)' ملاحدہ (Apostates)' متجسدہ (Incarnationists) کا سخت مخالف تھا - اِن سب کی تردید میں اُس نے رسالے لکھے ہیں - بعض متکلّمین کی تردید میں بھی اُس کا ایک رسالہ ہے -

وہ کائنات کے خالق کا قائل تھا ' جس نے سب کچھ ایجاد کیا ! اِس عقیدے کو اُس نے ''کلام فی المبدع الاول'' میں فاسفیانہ رنگ سے لکھا ھے -

اِس خالق کو وہ ''مبدع '' اور '' باری '' کے الفاظ سے یاد کرتا ھے ' اور اُس کو واحد مانتا ھے - خالق کی توحید ' اُس کے عقائد کا مرکز ھے ! اِس کے لیے اُس نے ابن‌الراوندی سے تحریری مناظرہ کیا ھے - اُس تحریر کا نام یہ ھے : '' کلام لہ مع ابن‌الراوندی فی‌التوحید - ''

توحید کے عقیدے کو اُس نے بہت سے مذاھب کے نظامات سے واقفیت پیدا کرنے ' اور اُن کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے بعد لکھا ھے - جس رسالے میں توحید کا یہ عقدہ کھولا گیا ھے ' اُس کا نام یہ ھے : ''رسالتہ فی افتراق‌الملل فی‌التوحید ' و انّہم مجمعون علی التوحید ' و کلّ قد خالف صاحبہ '' - اِس میں اُس نے دکھایا ھے کہ توحید کے متعلّق مختلف مذاھب ھیں ؛ جو ایک دوسرے کے مخالف ھیں ؛ لیکن مزے کی بات یہ ھے کہ توحید پر سب کا اتفاق ھے ! اِس کتاب کی بدولت مذھب کے ''تقابلی مطالعہ'' (Comparative Study) کی بنیاد پڑی ھے !

وہ خدا کے تمام افعال کو '' عدل'' پر محمول کرتا ھے - اور '' ظلم '' سے انکار کرتا ھے ! اِس پر بھی اُس کا ایک رسالہ ھے : '' کتاب فی ان افعال الباری جلّ اسمہ کلّہا عدل ' لاجور فیہا !'' ظلم کے انکار سے پست ھمت ' تنگ نظر فلسفیوں‌کو کندی نے ایک تازیانہ لگایا ھے -

اُس نے اپنے عہد کے '' ھندی '' یا '' برھمنی '' نظریے کی مخالفت کی' جس کے رو سے علم کا تنہا ذریعہ عقل ھے - اور اُس کے سوا کسی ذریعے کی ضرورت نہیں - بلکہ وہ '' نبوت'' پر ایمان رکھتا تھا ! البتہ اِس عقیدے کو وہ عقل سے ھم‌آھنگ کرنے کی کوشش کرتا تھا - یہ الفاظ بوئر کے ھیں [1] !

1—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۸ -

اور اِن کی تصدیق اُس رسالے سے ہوتی ہے ' جو کندی نے " اثبات نبوت " پر لکھا ہے - اِس رسالے کا نام " رسالة فی تثبیت الرسل علیہم السلام " ہے - ابن جلجل نے اِس کا طرز تحریر منطقیانہ بتایا ہے : " علیٰ سبیل اصحاب المنطق " ! اور ابن صاعد نے " کتابه فی اثبات النبوة " کے نام سے اِس کا تذکرہ کیا ہے - اِس اہتمام سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ بہت اہم سمجھا جاتا تھا -

اُس نے فلسفیانہ طرز میں ' " انسانی اعمال " کے متعلّق ایک نئی بحث چھیڑی ہے ' اور اُس پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے ' جس کا نام یہ ہے : " رسالته فی الاستطاعة ' و زمان کونها " - اِس میں انسانی " قوّت فعل " کے متعلّق یہ بحث کی ہے کہ آیا اُس کا وجود " فعل " سے پہلے تھا یا اُس کے ساتھ ہوا !

بوئر نے اِسی مسئلۂ استطاعت اور مسئلۂ عدل کی بنا پر لکھا ہے کہ [1] :

" اُس کے مذہبی خیالات ' معتزلی رنگ کے ہیں ! "

اور مَیں اِس پر یہ اضافہ کرتا ہوں کہ

" مگر وہ معتزلی نہیں ہے ! "

کندی " دعا " کا قائل تھا ! اور اُس کی مقبولیت کا عقیدہ بھی رکھتا تھا ! احمد بن معتصم باللّٰہ کو اُس نے اِس بحث پر ایک رسالہ لکھا تھا ' جس کا نام یہ ہے : " رسالة الیٰ احمد بن المعتصم فی تجویز اجابة الدعاء من اللّٰه عزّ و جلّ لمن دعا به ! "

1—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۷ -

اخلاق و عادات

کندی کے اخلاق میں، صرف ایک چیز، ابنِ ندیم نے نمایاں کی ہے [1] :—

کان بخیلاً	وہ بخیل تھا !

اور ابن ابی اصیبعہ نے کندی کی اُس نصیحت کو، جو اُس کے بیٹے ابو العبّاس کے نام ہے، نقل کرکے ابنِ ندیم کی تائید کردی ہے ! کہتا ہے [2] :—

اقول و ان کانت ھذہ من وصیّۃ الکندی فقد صدق ما حکاہ عنہ ابن الندیم البغدادی فی کتابہ - فانہ قال ان الکندی کان بخیلاً -	میں کہتا ہوں، اگر کندی کی یہی وصیت تھی، تو ابنِ ندیم بغدادی نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ بالکل سچ ہے - اُس نے کہا ہے کہ کندی بخیل تھا -

میرے نزدیک، بخل کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ " جزرس " تھا - دنیا کی نیرنگیوں کو دیکھ کر، کفایت شعاری کے ساتھ، زندگی بسر کرتا تھا - چونکہ تنخواہ معقول ملتی تھی ؛ اور یوں بھی امیرزادہ اور شاہزادہ تھا ؛ داد و دہش کی کم عادت دیکھ کر، لوگوں نے بخیل مشہور کردیا !

لیکن بخل کے علاوہ کندی میں اور اوصاف بھی تھے ! جن کا کسی نے ذکر نہیں کیا ہے -

تقویٰ (خوف الٰہی) ہر دم اُس کے پیشِ نظر رہتا تھا - رسالۂ نفس میں بلندترین چیز کے حاصل کرنے کے جو ذریعے بتائے ہیں، اُن میں تقویٰ بھی ہے - طبیب کو بھی تقویٰ کی نصیحت کی ہے - اُس کے تقویٰ کا انتہائی عملی نمونہ یہ ہے کہ اُس نے ایک بیماری کی وجہ سے،

1—الفہرست، ص ۳۵۷ - 2—عیون الانباء، ص ۲۰۹، ج ۱ -

پرانی شراب استعمال کرنا شروع کی تھی - مگر جب تقوی کا غلبہ ہوا ' تو شراب سے توبہ کی ! نتیجہ یہ ہوا کہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا ! اور آخر جاں بحق تسلیم ہوا ! تقوی اور طہارت کے نام پر ' یہ سب سے بڑی قربانی تھی ' جو انسانیت نے آج تک پیش کی ہے !!

عقل کی ابدی دولت ' علم اور اعمالِ حسنہ کو بھی وہ بلندترین چیز کے حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا - اِس کو اُس نے رسالۂ نفس میں لکھا ہے -

وہ علمی تواضع پسند کرتا تھا - منتہی ہونے کا خیال پیدا ہو جانا ' اُس کے نزدیک جہالت کی بات تھی - اِس کو اُس نے وصیّت میں ظاہر کیا ہے -

جھوٹی قسم کھانے سے ' اُس کو سخت نفرت تھی - وہ اِس کو تباہی کا پیش‌خیمہ سمجھتا تھا - یہ بھی اُس نے وصیّت میں بیان کیا ہے -

غنی (بے نیازی) کو وہ قلب کی خواہش سمجھتا ' اور طلبِ جاہ کو خواہشِ نفسانی کہتا تھا - یہ باتیں اُس نے ایک شعر میں لکھی ہیں - عملاً وہ ایسا بےنیاز تھا کہ کبھی بادشاہوں کی خوشامد اور مدّاحی نہیں کی ! حالانکہ تمام عمر دربار سے وابستہ رہا ! اُس کی شانِ استغنا کا ایک منظر یہ تھا کہ جب متوکل نے اُس پر عتاب کیا ' تو پندرہ برس تک اُس نے دربار کا رخ بھی نہیں کیا !

وہ حد درجہ خوددار تھا - اُس کے رسالے اُٹھاکر دیکھو ! محمد بن زبیدہ (امین) ' مامون ' معتصم ' احمد بن معتصم اور مستعین کے نام ' بالکل سادہ طریقے سے لیے ہیں ! قِران پر جو رسالہ لکھا ہے ' اُس کا مخاطب " معتمد " ہے ; لیکن خطاب کرنے والے نے نہایت مشفقانہ اور مربیّانہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے ! اِن نامور خلفا کے جاہ و جلال سے

قطع نظر ، اِن کے مسلوب الاختیار جانشینوں کا رعب و دبدبہ ، سعدی رح کے اِس مصرع میں دیکھو !

قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقان بر زمین!

وہ بڑا صابر شاکر آدمی تھا - بنو موسیٰ نے علمی رقابت کی بنا پر اُس کی کتابیں اور آلاتِ رصد ضبط کرالیے - اور متوکل کو اُس سے بدگمان کر دیا - ایک اہلِ علم کی زندگی کا دارمدار ، کتابوں پر ہوتا ہے - اور تصنیفات کی ضبطی یا چوری کا صدمہ ، کوئی مصنف برداشت نہیں کرسکتا - لیکن کندی کا دل و جگر دیکھو ! اُس نے اِس ایذارسانی کا کیا جواب دیا ؟ بنو موسیٰ کی علمی غارتگری ، جلد ختم نہیں ہوئی - وہ کچھ عرصے تک اُس کی کتابوں سے فائدہ اُٹھاتے رہے - اور کندی اپنی آنکھوں سے عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھتا رہا ! اُس کا صدمہ ایسا جانکاہ ، اور اُس کا صبر ایسا شاندار تھا کہ سند بن علی ، اُس کے جانی دشمن تک کو رحم آگیا ! چونکہ ایک واقعے کی وجہ سے اُن کی جانیں ، سند کے ہاتھ میں آگئی تھیں ؛ اُس نے دھمکی دےکر کندی کی کتابیں واپس کرائیں - اور اِس طرح اپنی شرافتِ نفس کا نہایت اعلیٰ ثبوت پیش کیا !

بہت بےضرر اور مرنجاں مرنج تھا - ابو معشر نے کسی زمانے میں اُس کے خلاف عوام کو برانگیختہ کردیا تھا - لیکن اُس نے کوئی انتقام نہیں لیا - صرف یہ کیا کہ " بنائے مخاصمت " ختم کردی - یعنی ابو معشر کو بھی حکمت و فلسفہ کی تعلیم پر آمادہ کرا دیا !

بڑا رحیم تھا - اُس کا پڑوسی سوداگر ، اُس سے سخت بغض رکھتا تھا - لیکن جب اُس کے بیٹے کو سکتے کا عارضہ ہوا ؛ اور شہر کے تمام طبیبوں نے جواب دےدیا ؛ تو اگرچہ سوداگر اپنی ضد اور کدّ کی وجہ سے کندی کو بلانے نہیں آیا ، تاہم جب اُس کے بھائی نے آکر بڑے اصرار سے

درخواست کی ' تو کندی اُس کے ساتھ ہولیا - سوداگر کے گھر پہنچ کر اُس نے اِتنی کشادہ دلی ظاہر کی کہ سوداگر سے باتیں کیں ! اور اُس کے بچے کی دیکھ بھال میں کافی وقت صرف کیا - جان کے نقصان سے تو وہ بچا نہیں سکتا تھا ؛ لیکن مال کے نقصان سے اُس نے سوداگر کو بچا لیا - اُس نے اپنی مسیحائی سے کچھ دیر کے لیے لڑکے کو اُٹھا کر بٹھا دیا ! جس سے بازار کا سارا لین دین لکھ لیا گیا -

یکسو' قانع اور عزلت نشین تھا - اسی لیے اُس کی زندگی' جوڑ توڑ' خوشامد ' درباردارِی' حاضر باشي اور انعام و اکرام کے تذکروں سے خالي ھے !

اِس کے ساتھ ھي آدابِ شاھي کا بڑا لحاظ رکھتا تھا - اور اُن کو اِس خوبي سے برتنا جانتا تھا کہ یہ چیز اُس کے مناقب میں شمار کي گئي ھے ! ابنِ جلجل کہتا ھے [1] :—

خدم الملوک فباشرھم بالادب !

آخر میں اُس کے اُس وصف کا ذکر کیا جاتا ھے ' جو اُس کے پہلے وصف (تقویٰ) سے ملتا جلتا ھے ؛ کہ اول بہ آخر نسبتے دارد ! وہ توحید کا عاشق تھا ! توحید اُس کي رگ رگ میں رچي ہوئي تھي ! اِس کے لیے اُس نے مسلمانوں سے (!) ' عیسائیوں سے ' بت پرستوں سے ' مناظرے کیے تھے - دنیا کے تمام مذاھب میں اُس کا پتا چلایا تھا ! اور اُس پر ایک لاجواب کتاب تصنیف کي تھي ! اُس نے ایک شعر میں توحید کي نسبت یہ ظاھر کیا ھے کہ دوسری دنیا میں عزت جبھي ملے گي ' جب اِس دنیا میں وحدت کو تسلیم کیا جائے گا -

یہ ھیں فیلسوف العرب کے وہ اعلیٰ اور شریفانہ اخلاق ' جنھوں نے اُس کو انسانیت کے بلند ترین مدارج پر پہنچا دیا تھا !

---

1 — عیون الانباء ' ص ۲۰۷ ' ج ۱ -

تصنیفات

کتابوں کی تعداد

کندی اسلام کا مشہور ترین مصنف ہے - اُس نے مختلف علوم پر کتابیں اور رسالے لکھے ہیں - ابنِ ندیم نے الفہرست میں اُن کو مکمّل طور پر نقل کرنے کی کوشش کی ہے؛ اور لکھا ہے [1] :—

نحن نذکر جمیع ما صنفّه فی سائر العلوم -	تمام علوم میں اُس نے جو کچھ تصنیف کیا ہے، ہم سب کا ذکر کرتے ہیں -

اُس کے حساب سے کل تعداد (۲۴۱) ہوتی ہے - لیکن اِس میں ۶ نام مکرّر درج ہیں - اگر اُن کو نکال دیا جائے ' تو صحیح تعداد (۲۳۵) رہ جاتی ہے - ابنِ ابی اصیبعہ میں یہ تعداد (۲۷۸) تک پہنچتی ہے ! لیکن اِس میں بھی کئی نام مکرّر ہیں - قفطی نے بھی مکمّل فہرست دینے کی ہمّت کی ہے - کہتا ہے :—

اسماء مصنفاته عدد ما امکن حصرہ -	اُس کی تصنیفات کے نام، جن کا گننا ممکن ہوا -

لیکن سچ یہ ہے کہ کندی کی تصنیفات کا سمندر، اُس کی کتاب کے کوزے میں بند نہیں ہوا !

فلوگل المانی کے رسالے میں ۲۷۰ کے قریب تعداد بتائی گئی ہے- مرزا محمد قزوینی، اور انسائیکلوپیڈیا کے مضمون نگار نے اِسی کا تتبع کیا ہے-

میں نے اصل ماخذ، الفہرست کو قرار دے کر، اُس کی ۲۳۵ کتابوں اور رسالوں پر صاعد ' زوزنی اور ابن ابی اصیبعہ سے بہت سی کتابیں

بڑھائی ھیں - پھر بروکلمنؔ کی تاریخ کے ذیل سے چلد ناموں کا اضافہ کیا ھے - اِس طرح کندی کی تصنیفاتِ ۲۹۴ تک پہنچ گئی ھیں ! شائد یہ صحیح تعداد ھو-

موضوعات کا تنوع

موضوعات کے تنوع اور گوناگونی کے لحاظ بھی کندی قابل ذکر مصنفین میں ھے - ابن ندیم کہتا ھے :—

و کتبہ فی علوم مختلفۃ مثل المنطق و الفلسفۃ و الھندسۃ و الحساب و الارثماطیقی و الموسیقی و النجوم وغیر ذٰلک -	اُس کی کتابیں، مختلف علوم میں ھیں؛ مثلاً منطق، فلسفہ، ھندسہ، حساب، اُرتھمیٹک، موسیقی، نجوم، وغیرہ -

ابن جلجل کا قول ھے :—

و لہ توالیف کثیرۃ فی فنون من العلم -	مختلف علوم میں اُس کی بہت سی تالیفات ھیں -

قفطی نے ابنِ جلجل کا یہ قول لکھا ھے :—

و لہ رسائل فی ضروب من العلوم -	مختلف اقسام علوم میں اُس کے بہت سے رسالے ھیں -

صاعد کا خیال ھے :—

و لہ فی اکثر العلوم تآلیف مشہورۃ من المصنفات الطوال و الرسائل القصار ما یزید عددھا علیٰ خمسین تالیفاً -	اُس کی اکثر علوم میں مشہور تالیفات ھیں؛ جن میں لمبی تصنیفات اور چھوٹے رسالے ھیں؛ جن کی تعداد پچاس تالیف سے اوپر ھے -

آگے چل کر کہتا ھے :—

و لہ بعد ھذا رسائل کثیرۃ فی علوم -	اور اِس کے بعد (علاوہ) اُس کے بہت سے رسالے ھیں، علوم میں -

ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے :—

و لہ مصنفات جلیلۃ و رسائل کثیرۃ جداً فی جمیع العلوم -	تمام علوم میں اُس کی جلیل القدر تصنیفات' اور بہت ہی کثیر رسالے ہیں -

جمال الدین قفطی نے لکھا ہے :—

و لہ فی اکثر العلوم توالیف مشورۃ من المصنّفات الطوال و من الرسائل القصار جملۃ متعددۃ یأتی ذکرھا -	اُس کی' اکثر علوم میں مشہور تالیفات ہیں؛ اُن میں طویل تصنیفات ہیں؛ اور چھوٹے رسالے بہت ہیں' جنکا ذکر آئے گا -

موضوعات کی ترتیب

ابنِ ندیم کے نزدیک' کندی کی ۲۴۱ (اور زیادہ صحیح ۲۳۵) تصنیفات' سترہ عنوانات پر' تقسیم ہوجاتی ہیں؛ بتفصیلِ ذیل :—

۱—فلسفیات	۲—منطقیات	۳—حسابیات	۴—کریّات
۵—موسیقیات	۶—نجومیات	۷—ھندسیات	۸—فلکیات
۹—طبیّات	۱۰—أحکامیات	۱۱—جدلیات	۱۲—نفسیات
۱۳—سیاسیات	۱۴—أحداثیات	۱۵—أبعادیات	۱۶—تقدمیات
۱۷—أنواعیات			

لیکن ہم کو اِس ترتیب سے اختلاف ہے - یہ بہت نا مکمّل ہے - نیز اِس میں بڑا خلط مبحث ہے - ہر عنوان کے تحت' کچھ غیر متعلق کتابیں ملتی ہیں - اور "أنواعیات" (Miscellaneous) کا عنوان تو "کشتِ زعفران" نظر آتا ہے !

موضوعات کی جدید ترتیب

اِس بنا پر ہم نے موضوعات کی ایک نئی ترتیب قرار دی ہے - اِس سے' کتابوں کی قسموار تعداد کے ساتھ'

کندی کے ذہنی رجحان کا بھی پتا چلے گا - اُس نے سب سے زیادہ طبیعیات پر کتابیں لکھی ہیں - دوسرا نمبر نجوم کا ہے ؛ تیسرا طب کا ؛ چوتھا ریاضی کا ؛ پانچواں فلسفے کا ؛ چھٹا جدلیات کا ؛ ساتواں فلکیات کا ؛ آٹھواں میکانیات اور موسیقی کا ؛ نواں کیمیا کا ؛ اور اِن کے بعد اور علوم و فنون کا -

موجودہ کتابیں

کندی کی تصنیفات، بادِ حوادث کے نذر ہوگئیں - اور میرا خیال ہے کہ

بہا لے گئی سیلِ تاتار اُن کو !

اِس وقت یورپ کے مختلف کتاب‌خانوں میں ، اُس کی جو کتابیں اور رسالے موجود ہیں ، اُن کی تعداد (۵۸) ہے - اُن میں سے ایک رسالہ ہندستان میں بھی ہے ! اِن سب کا بیان ، پروفیسر ، ڈاکٹر سی، بروکلمنؒ کی تاریخ کے "ذیل" (جلدِ اول) میں، صفحات ۳۷۲—۳۷۴ پر ہے- یہ ذیل، لیڈن سے ۱۹۳۷ع میں شائع ہوا ہے -

مرزا محمد قزوینی کا یہ بیان :—

"و آن‌چہ بالفعل از مولفاتِ او در کتاب خانہاے اروپا موجود است، قریب ۲۰ کتاب و رسالہ است -"

اور انسائیکلوپیڈیا کے مضمون نگار کی یہ تحریر :—

"Of Kindi's 270 works, covering philosophy, cosmology, astronomy, astrology, optics, mathematics and medicine, about 20 are extant."

بروکلمنؒ کی "تاریخِ علومِ عرب" سے ماخوذ ہے - جس میں صرف (۱۸) کتابوں کی اطلاع دی گئی تھی !

میرا خیال ہے کہ یہ ستاون رسالے اور کتابیں، وہی ہیں جن کا ذکر، قاضی صاعد نے ، طبقات الامم میں کیا ہے - عبارت اوپر گزر چکی ہے -

پھر آگے چل کر "رسائلِ کثیرہ" کا الگ ذکر کیا ہے- اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ پچاس سے اوپر کتابیں اور رسالے' جو فتنۂ ہلاکو سے قبل' دنیا کے مختلف حصوں میں' پہنچ گئے تھے؛ وہی صاعد (سنہ ۴۶۲ھ) کے زمانے میں موجود تھے - اور وہی یورپ والوں کے ہات آئے ! باقی تصنیفات ' غالباً دریاے دجلہ میں ڈبو دی گئیں ! بغداد کی لاکھوں کتابوں کے "کاغذی پُل" پر سے' سفّاک ہلاکو کا لشکر گزرا تھا !

بعض کتابیں

کندی کی بعض کتابوں اور رسالوں کی نسبت' کسی قدر مفصّل معلومات حاصل ہوگئے ہیں ؛ اس لیے اُن کو علیحدہ درج کیا جاتا ہے -

(۱) کتاب التُفّاحۃ -

اِس مکالمے کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ ارسطو ' دورانِ گفتگو میں ایک سیب اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے - جس کی خوشبو سے آخری لمحوں میں وہ اپنی قوتِ حیات کو اُبھارتا ہے - خاتمے کے وقت اُس کا ہاتھ بےطاقت ہو جاتا ہے - اور سیب زمین پر گر پڑتا ہے !

اِس رسالے میں ارسطو کی وہی شان ہے' جو سقراط کی افلاطون کے فاذن میں ہے [1] - یعنی حکیم بسترِ مرگ پر ہے - چند شاگرد عیادت کو آئے ہیں - ارسطو کو خوش و خرّم دیکھ کر اُنھیں جرأت ہوتی ہے کہ سفرِ آخرت کے لیے پا بہ رکاب استاد سے روح کی حقیقت اور بقا کے مسائل پر درس دینے کی درخواست کریں - چنانچہ جو کچھ وہ کہتا ہے ' اُس کا خلاصہ یہ ہے :— روح کا اصلی جوہر علم ہے - اور وہ بھی سب سے افضل علم یعنی فلسفہ ! اس لیے حقیقت کا مکمّل عرفان وہ سعادت ہے جو مرنے کے بعد اہلِ علم کی روح کو نصیب ہوتی ہے - اور جس طرح علم کا صلہ عرفان ہے ؛ اُسی طرح جہل کی سزا عرفان سے محرومی ہے ! سچ پوچھو '

1— تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۳۰ ' ۳۱ -

تو آسمان و زمین میں سوائے علم و جہل کے ' اور اُس جزا کے جو اُنہیں خود اپنے اندر ملتی ہے' اور کچھ نہیں ! نیکي اور علم میں اور بدی اور جہل میں کوئي اہم فرق نہیں - اُن میں وہ نسبت ہے جو پاني اور برف میں ہے - چیز ایک ہے مگر صورتیں مختلف !

روح کو طبعاً سچي مسرت علم سے حاصل ہوتي ہے ؛ جو اُس کا ربّاني جوہر ہے ! نہ کہ خور و نوش اور دیگر حسّي لذات سے ؛ کیونکہ حسّي لذت ایک شعلہ ہے جو تھوڑی دیر بھڑکتا ہے ! لیکن غور و خوض کرنے والي روح جو حواس کي تاریک دنیا سے نجات پانے کي تمنا رکھتي ہے' خالص نور ہے ! جس کي درخشاني دیرپا ہے - اس لیے فلسفی' موت سے نہیں ڈرتا ! بلکہ جب ندائے اِلٰہي اُسے بلاتي ہے ' تو وہ خوشي سے موت کا استقبال کرتا ہے- جو لطف وہ اپنے محدود علم سے اُٹھاتا ہے' وہ نمونہ ہے اُس مسرت کا جو "سرِّ عظیم" کے انکشاف سے اُسے حاصل ہوگي - بلکہ اُس کي لذّت سے ایک حدتک وہ پہلے ھي سے آشنا ہے - کیونکہ محسوس اشیا کا صحیح ادراک ' جس کا دعویٰ کرنے کا اُسے حق ہے ' صرف غیر مرئي حقیقتوں کے علم کے ذریعے سے ممکن ہے ! اگر کوئي شخص اِس زندگي میں معرفتِ نفس حاصل کر لیتا ہے؛ تو یہي عرفان اُسے یقین دلاتا ہے کہ وہ اپنے ابدی علم کي بدولت تمام اشیا پر حاوی' یعنی لافاني ہے !

اِسي رسالے میں افلاطون' انسانِ کامل کي حیثیت سے دکھایا گیا ہے- وہ خلقي' روحاني قوت سے سب چیزوں کا علم حاصل کر لیتا ہے- یعني اُسے ارسطو کي‌طرح' منطقي واسطوں کي ضرورت نہیں! چنانچہ اعلیٰ حقیقت یا ہستيِ مطلق کا عرفان' اُسے خیال کے ذریعے سے نہیں؛ بلکہ وجداني مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے- فلوطین (Plotin) کا ارسطو کہتا ہے: میں اکثر اپنی روح کے ساتھ ' خلوت میں رہا ہوں! میں جسم کے لباس کو پھینک کر جوہرِ

محض کی حیثیت سے اپنے نفس میں غرق ہو جاتا ' یعنی خارجی عالم سے داخلی کی طرف رجوع کرتا تھا ! میں وہاں خالص علم تھا ! خود ہی عالم اور خود ہی معلوم ! مجھے کیسی حیرت ہوئی جب میں نے اپنے نفس میں حسن اور درخشانی دیکھی ! اور اپنے آپ کو عالمِ ملکوت کا ایک جز پایا ؛ جسے خود خلّاقی کی قوت عطا ہوگئی تھی ! اِس یقینِ نفس کی حالت میں' میں عالمِ حواس کے ماورا ' بلکہ عالمِ ارواح سے بھی آگے' الوہیت کے درجے تک پہنچ گیا ؛ جہاں میں نے ایسا دلفریب نور دیکھا ' جسے نہ کوئی زبان بیان کر سکتی ہے ؛ نہ کوئی کان سن سکتا ہے [1] !

(۲) أثولوجیا -

اِس کے مباحث کا مرکز بھی روح ہے ! تمام سچا انسانی علم ' روح کا علم ہے - یعنی مشاہدۂ باطن' جس میں سب سے مقدم ذات کا علم ہے ! اور اُس کے بعد اُس سے کم مکمّل' صفات کا علم - یہی عرفان جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے' سب سے برتر حکمت ہے - جس کا پورا احاطہ ہمارا تصور نہیں کرسکتا ! اِسی کو فلسفی ' بہ حیثیت حکیم ' صنّاع اور مقنّن کے ابدی حسن و جمال کی تصویروں میں ظاہر کرتا ہے - اِسی میں حکیم کی برتری ظاہر ہوتی ہے - وہ ایک باوقار ساحر ہے ' جس کا علم ' خلق پر حکومت کرتا ہے - در آں حالیکہ دوسرے ہمیشہ اشیا ' تصورات اور خواہشات کی زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں !

یہ روح ' کائنات کے وسط میں واقع ہے ! اِس کے مافوق ' خدا اور عقل ہے - اِس کے ماتحت مادہ اور عالمِ طبیعی ہے - اِس کا نزول عالمِ الوہیت سے عالمِ معقول اور پھر عالمِ محسوس میں ؛ اِس کا قیام جسم مادی میں ؛ اور اِس کا رجوع عالمِ بالا کی طرف ؛ اِن تین مدارج سے '

1— تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۳۲ ' ۳۳ -

اِس کی اور دنیا کی زندگی گزرا کرتی ھے - مادہ اور فطرت ' حس اور ادراک ' یہاں کوئی حقیقت نہیں رکھتے ! سب کچھ عقل سے ھے - عقل سب کچھ ھے ؛ اور عقل میں سب اشیا ایک ھو جاتی ھیں - روح بھی عقل ھے - البتہ جب تک وہ جسم میں ھے اُس وقت تک وہ عقل بہ شکلِ اُمید ' بہ صورتِ تمنا ھے ! وہ عالمِ بالا کے نیک اور مبارک ستاروں کی طرف جانے کی آرزو رکھتی ھے ؛ جو تصور اور ارادے کے ماورا ' مشاھدے کی نورانی زندگی بسر کرتے ھیں [1] !

(۳) رسالۃ فی ملک العرب و کمیّتہ -

کندی کے ایک رسالے کا نام الفہرست میں " رسالتہ فی دلائل النحسین فی برج السرطان " درج ھے - اِس کی تشریح ' یا دوسرا نام ابن ابی اصیبعہ میں یوں ملتا ھے : " رسالتہ فی اقتران النحسین فی برج السرطان" - لیکن اُس نے یہ غلطی کی ھے کہ اِس رسالے اور ایک اور رسالے کو جس کا نام " رسالۃ فی الاخبار عن کمیّۃ ملک العرب" ھے ' ایک سمجھ لیا ھے ! حالانکہ یہ دونوں ' دو رسالے ھیں - گو ایک ھی زمانے میں لکھے گئے ھیں ! یہ دونوں اِس وقت موجود ھیں - قِران والا رسالہ لاتینی میں ھے - اُس کی عربی اصل موجود نہیں ھے - دوسرا رسالہ عربی میں ھے - یہ بجنسہٖ موجود ھے -

دوسرے رسالے کا نام اِس وقت یہ ھے : " رسالۃ یعقوب بن اسحاق الکندی فی ملک العرب و کمیّتہ " - یہ سات ' مطبوعہ صفحوں پر ھے - جلی حروف میں ' بمقام لیپزگ ' سنہ ۱۸۷۵ع میں ' چھپا ھے - اِس کے ناشر کا نام "Otto Loth" ھے - اُس نے دس صفحات کا ایک مقدمہ ' جرمن زبان میں لکھا ھے ؛ جس میں " کندی بحیثیت نجومی " پر گفتگو ھے !

1 - تاریخِ فلسفۂ اسلام ' ص ۳۳-۳۴ -

یہ رسالہ اُس مجموعۂ مضامین میں شامل ہے ' جو پروفیسر ' ڈاکٹر ایچ' ایل ' فلایشر (Fleischer) کو ملک کی طرف سے نذر کیا گیا تھا - وہ تاریخی نسخہ' جو پروفیسر موصوف کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ؛ اِس وقت مخدومِ محترم' عالی جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالسّتار صدّیقی کے کتاب‌خانے میں ہے - اور میں نے وہیں اُس کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے - اِس مجموعۂ مضامین کا نام یہ ہے :—

"Morgenlandische Forschungen"

رسالے کا طرز تحریر بہت زوردار ہے - عبارت نہایت فصیح ؛ نفسیّات ' تاریخ اور ریاضی کی بہت ہی عجیب و غریب آمیزش ؛ اور قرآنی حروف کے اعداد سے حیرت انگیز استدلال؛ اِس کے خصوصیات ہیں !

چونکہ نجومیوں نے اِس دور کے ختم ہونے کی خبر دی تھی' اور قرامطہ اُس سے فرمانروا خاندان کے زوال کی پیشیں‌گوئی کرتے تھے ؛ اِس لیے فرماں‌روائے وقت (خلیفۂ معتمد) نے مضطرب ہوکر ' کندی سے تشفّی چاہی - اور اُس نے ایک رسالہ لکھنے کا وعدہ کیا - اِس میں ملکِ عرب کی کمیّت پر قرآنِ مجید سے استدلال کیا گیا ہے - کیونکہ شدید اضطراب کے موقع پر' مسلمانوں کو قرآنِ مجید ہی سے تسکین ہوسکتی تھی ! یہ ہے وہ زبردست نفسی نکتہ ' جو اِس رسالے میں کندی کے پیش نظر تھا ! اِس کو اُس نے ابتدا میں ظاہر کردیا ہے ؛ تاکہ شروع ہی سے خلیفہ اور ہر پڑھنے والے کو اطمینان ہوجائے ! بوئر نے خلیفہ کا اطمینان تو ظاہر کیا ہے' لیکن اِس وجہ پر اُس کی نظر نہیں پڑی ہے !

کندی نے' حروفِ مقطّعات کے اعداد سے " ۶۹۳ " سال' سلطنتِ عرب کی مدّت بیان کی ہے - اور یہ بہت بڑی جدّت ہے - استدلال کا طریقہ یہ ہے :—

البقرۃ، آلِ عمران	الٓم	۷۱	
اعراف	الٓمٓص	۹۰	(صرف ص)
یونس	الٓر	۲۰۰	(صرف ر)

مکررات کو چھوڑ کر یہ اعداد ۳۶۱ ہوتے ہیں - سورۂ ہود، یوسف، رعد، ابراہیم اور حجر کے حروف مکرّر ہیں ، اس لیے وہ شامل نہیں کیے گئے -

مریم	کٓھٰیٰعٓصٓ	۱۰۵ / ۴۶۶	(صرف کٓھٰیٰعٓ)
طٰہٰ	طٰہٰ	۹ / ۴۷۵	(صرف ط)
شعراء	طٰسٓمٓ	۶۰ / ۵۳۵	(صرف س)
حوامیم	حٰمٓ	۸	(صرف ح)
حم عسق	...	۱۰۰	(صرف ق)
قلم	ن	۵۰	
		۶۹۳	

اِس کے بعد لکھا ہے - " فذٰلک ستمائۃ و ثلاث و تسعون - و ھی مدۃ ملک العرب - "

پھر نجوم کے رو سے، سعد و نحس اور ستاروں کے قِران پر گفتگو کی ہے - اور تاریخی حیثیت سے اِس کے ثبوت بہم پہنچائے ہیں - یہ حصّہ چند دور پر تقسیم ہے - پہلے دور میں ایرانی سلطنت کی ابتری، نبوت کی وجہ سے عرب کا غلبہ ، عرب کی سلطنت، ۷۴ ماہ بعد شاہ ایران کا قتل اُس کے بیس برس بعد سلطنتِ ایران کی تباہی، دکھائی ہے - پھر آگے کے دور اِس طرح شروع کیے ہیں -

سنہ ۱۳۱ھ - مہاجرین و انصار کا اختلاف ' حضرت عثمان رض کی
شہادت - پھر شام میں سلطنت کا قیام -

سنہ ۱۱۹ھ - فتنۂ ابن زبیر رض - سلطنت میں تبدیلی نہیں ہوئی-

سنہ ۱۹۱ھ - سلطنت کے لیے کشت و خون - فتنۂ یزید بن مہلّب -
دس سال بعد قتل -

سنہ ۱۲۱ھ - عراق میں سلطنت کا قیام -

سنہ ۱۲۶ھ - قتلِ ولید بن یزید - مسودہ (اہل سواد) کا خروج -

سنہ ۱۳۲ھ - انقلاب سلطنت - بنی امیہ کی تباہی -

سنہ ۱۵۱ھ - انقلاب نہیں ' مگر کچھ شر و فساد - اِس کے بعد
لڑائیاں اور فتنے - قتل اغلب - مشرق میں دمدار
ستارے کا طلوع ؛ یہ سترہ روز نکل کر غائب ہوگیا '
اور دو روز مغرب میں طلوع ہوا - فتنۂ محمد بن
عبداللّٰہ بن الحسن علوی- خروج ابراہیم- (محمد بن
عبداللّٰہ کا بھائی تھا) -

سنہ ۱۸۲ھ - فساد نہیں ' مگر عراق میں ایک جگہ سے دوسری
جگہ سلطنت کی تبدیلی - محمد بن زبیدۃ - مشرق
کی طرف لڑائیاں- ابتدائی دور میں مشرق کی طرف
ایک حکومت - حروب و فتن - ترکوں کی جدید قوت
اور عراق میں اُن کا غلبہ اور قیام - آخری دور میں فتنۂ
سرّمن رآی - فتنے- ہلاکت - خونریزی - کثرتِ خوارج -

سنہ ۲۱۲ھ - ترکی امرا کی قوت ' حکومت ' اور اُن کا خلافت پر
تسلّط - اور عراق میں سلطنت کا ایک جگہ سے دوسری
جگہ انتقال -

سنہ ۲۴۲ھ - مستعین کا فتنہ ' لڑائیاں' بار بار فتنے- مدعیِ الوہیت و نبوت کا خروج - اُس کا ۲۳ سال کا زمانہ -

سنہ ۲۷۲ھ - فتنے اور بڑے ہولناک امور - آیات ارضی و سماوی کا ظہور اور اُن کی وجہ سے کثرتِ اموات -

سنہ ۳۰۳ھ - ابتری؛ اور مغرب کی طرف بغاوت -

سنہ ۳۳۳ھ - فتنے اور لڑائیاں ؛ اور مسلمانوں کا غلبہ -

اُس کے بعد لکھتا ھے :—

'' و کذٰلک یستدلّ بمثل الذی ذکرتُ علیٰ ما یکون فی کل دور من ادوارھما من الحروب و الفتن' و امور الملوک و ما یظھر من امورھم و انتقالھم فی البلدان -''

میں نے کندی کے استدلال کا محض تاریخی حصہ پیش کردیا ھے - اُس نے اِس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ھے - پہلے سیاروں کا اثر دکھایا ھے ؛ پھر اگلے بیان کا خلاصہ کیا ھے - کہتا ھے : ''و بعد فاخبرک بالفتن التی تکون فی کل دور - و الخّصھا لک تلخیصاً شافیاً - '' لیکن میں نے سب یکجا لکھ دیا ھے -

رسالے کے ابتدائی حصے سے ایک تفسیری نکتے کا پتا چلتا ھے - اور وہ یہ ھے کہ کندی' بعض '' حروفِ مقطّعات '' سے سلطنتِ عرب کی مدت کا اشارہ سمجھتا تھا !

۴— مقالتہ فی الرّد علی النصاریٰ—

یہ رسالہ موجود ھے - لیکن ابن ندیم وغیرہ میں اِس کا نام نہیں ھے ! اِس میں '' ایساغوجی '' کی مدد سے' منطقیانہ اور فلسفیانہ انداز میں '' تثلیث'' کا رد لکھا گیا ھے - اِس کے جواب میں یحییٰ بن عدی نے ایک رسالہ لکھا تھا ' جس کا نام یہ ھے :—

" تبیین یحییٰ بن عدی فلط ابی یوسف (کذا) یعقوب بن اسحاق الکندی فی مقالته فی الرّد علیٰ النصاریٰ - رَدّ یحییٰ بن عدی علیٰ ابی اسحاق (کذا) یوسف الکندی و ضعّفہ " -

اِس رسالے کی بحث کا خلاصہ' جرمن زبان میں ڈی‌بوئر نے بعنوان : "Carl Bezold" لکھا ھے- اُس کا مضمون "Kindi wider die Trinität." کی مرتبہ کتاب ' (Noldeke-Festschrift) جلد اول ' صفحات ۲۷۹ – ۲۸۱ پر ' موجود ھے - یہ کتاب ۲ مارچ سنہ ۱۹۰۶ع کو ' پروفیسر ڈاکٹر نوٹلدیکے کی خدمت میں' پہلی جوبلی کے موقع پر ملک کی طرف سے پیش کی گئی تھی - دو جلدوں میں ھے -

فلسفیانہ رسالوں کی دو بارہ ترتیب

کندی کی کتابوں اور رسالوں میں' جو فلسفیانہ' ادبی تحریریں تھیں ' اُن کو سنہ ۱۸۹۷ع میں' ناگے نے مرتب کر کے شائع کیا [1] -

" His philosophical opuscula were edited by A. Nagy " (Munster, 1897.)

اُنھیں میں " مقالة فی الرّد علیٰ النصاری" بھی ھے [2] -

رسالوں کے ترجمے

قرونِ متوسطہ میں' اِن میں سے بعض کا ' لاتینی زبان میں ترجمہ ہوا - مترجمین میں Gerald بہت پیش پیش تھا - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اِس کا نام Gerhard بتایا گیا ھے [3] - اور یہی صحیح ھے - اُس میں یہ بھی لکھا ھے کہ عربی زبان میں کندی کی تصنیفات بہت کم باقی ھیں - زیادہ تر یہی لاتینی ترجمے ھیں - اِنھیں میں Gerhard کے تراجم بھی شامل ھیں - اصل عبارت یہ ھے :—

1—انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ' ص ۳۸۵ ' ج ۱۳ - 2—Nöldeke-Festschrift, ص ۲۷۹ ' ج ۱ - 3—انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ' ص ۱۰۱۹ ' ج ۲ -

"Of his works very little has survived in Arabic, but more in Latin translations, including some by Gerhard of Cremona."

لاتینی تراجم حسب ذیل ھیں :—

۱—رسالۃ فی ماھیۃ النوم و الرؤیا -

۲—رسالۃ فی القضاء علی الکسوف -

۳—کتاب فی دلائل النحسین فی برج السرطان -

دو رسالے عبرانی میں ھیں : (۱) موالید والا رسالہ - (۲) مطر اور ھوا کے متعلق رسالہ - چونکہ اِن کے نام دقت سے متعین ھوئے ھیں ' اُس لیے فہرست میں ' اُن کے سامنے تنبیہ کا نشان لگا دیا گیا ھے -

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مضمون‌نگار اعتراف کرتا ھے کہ اِن رسالوں کا یورپ پر بہت بڑا اثر پڑا !

" During the middle ages some were translated into Latin by Gerald of Cremona and others, and exercised a considerable influence on the West."

یہ بہت بڑا اثر کیا تھا ؟ میرا دعویٰ ھے کہ عالم کا متناھی ھونا ' آسمان کی جداگانہ فطرت ' آسمان کا رنگ ' مناظر ' رفتارِ نور ' عناصر اور تمام اجرام کا کروی ھونا' ابعاد کی دریافت' یہ اور اِسی قسم کے بہت سے مسائل میں' اھلِ یورپ نے کندی کے خیالات سے استفادہ کیا ھے ! گزشتہ مباحث پر چونکہ اُس‌کی تصنیفات اِس وقت بھی موجود ھیں' اِس لیے میرے "دعویٰ" کی تردید' اِس آفتاب کے نیچے ممکن نہیں !

تصنیفات کی مقبولیت

کندی اپنے زمانے کا نہایت مقبول مصنّف تھا ! اُس کی کتابیں مشرق و مغرب میں رائج تھیں ! اُس

کی منطقی تصنیفات کی نسبت قاضی صاعد کا بیان یہ ھے [1] :—

و ھی کتب قد نفقت عند الناس نفاقاً عاماً -	وہ ایسی کتابیں ھیں جو لوگوں میں عام طور پر رائج ھیں -

صاعد کا زمانہ پانچویں صدی ھجری کا نصفِ اول ھے - غالباً اِسی زمانے کی نسبت دی‌بوئر نے یہ ظاھر کیا ھے کہ کندی کی ریاضیات اور طبیعیات وغیرہ کا اثر بھی ھر جگہ نمایاں نظر آتا تھا [2] !

"In the tenth century we find everywhere, especially in mathematics and natural philosophy, the traces of his activities."

اِس کا مطلب یہ ھے کہ دسویں صدی عیسوی کی تصنیفات میں کندی کی صداے بازگشت آرھی تھی !

1—طبقات الامم، ص ۸۲ - 2—انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ص ۱۰۱۹، ج ۱ -

فہرست تصنیفات

تنبیہ :—اِس فہرست میں بعض رسالوں کے کئی کئی نام ہیں، جن کو میں نے ایک سمجھا ہے - ممکن ہے کہ میرا خیال صحیح ہو ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ غلط ہو -

۱—طبیعیات (۵۳ رسالے)

۱—رسالته فی سمع الکیان - و هو اختصار کتاب السماع الطبیعی لارسطوطالیس، الی المقالة الرابعة - (موجود) -

۲—رسالته فی علم حدوث الریاح فی باطن الارض، المحدثة کثیر الزلازل و الخسوف -

۳—رسالته فی علّة الرعد و البرق و الثلج و البرد و الصواعق و المطر - یا - رسالة فی علّة الثلج و البرد و البرق و الصواعق و الرعد و الزمهریر - (موجود) -

۴—رسالته فی جواب أربع عشرة مسئلة طبیعیات ، سألها بعض اخوانه -

۵—رسالة فی العلّة التی تری من الهالات للشمس و القمر و الکواکب و الاضواء النیّرة، اعلی النیّرین -

۶—رسالة فی العلّة الحادث بها البرد فی آخر الشتاء فی الابان المسمی أیام العجوز -

۷—رسالته فی الابانة عن العلّة الفاعلة القریبة للکون و الفساد ، (فی الکائنات الفاسدات) - (موجود) -

۸—رسالته فی جواهر الجسام - یا - کتاب فی الجواهر الخمسة -

۹—رسالته فی أوائل الاجسام -

١٠ -- رسالته فی العلّة التی لها یکون بعض المواضع لایکاد یمطر - (موجود) -

١١ —رسالته فی علّة کون الضباب (و الأسباب المحدثة له فی أوقاته) - (موجود) -

١٢ —رسالته فی اختلاف الازمنة التی تظهر فیها قوی الکیفیّات الاربع الاولی -

١٣ —رسالة فی العلّة التی لها یبرد أعلی الجوّ و یسخن ما قرب من الارض - (موجود) -

١۴ —رسالته فی علّة اختلاف الازمان فی السنة ، و انتقالها بأربعة فصول مختلفة - یا - رسالته فی علّة اختلاف أنواع السنة -

١٥ —رسالته فی أحداث الجوّ -

١٦ —رسالة فی الآثار العلویة -

١٧ —رسالته فی مائیة الزمان و مائیة الدهر و الحین و الوقت -

١٨ —رسالته فی أنه لا یمکن أن یکون جرم العالم بلانهایة ، و ان ذالک انما هو فی القوة -

١٩ —رسالته فی العالم الاقصی -

٢٠ —رسالته فی سجود الجرم الاقصی لباریه - یا - رسالة الی أحمد ابن المعتصم فی الابانة عن سجود الجرم الاقصی و طاعته للّٰه - (موجود) -

٢١ —کتاب فی امتناع الجرم الاقصی من الاستحالة -

٢٢ —رسالته فی تناهی جرم العالم - یا - رسالة الی أحمد بن محمد الخراسانی فی (ما بعد الطبیعة و) ایضاح تناهی جرم العالم - (موجود) -

٢٣ —رسالة الی محمد بن الجهم فی الابانة عن وحدانیة اللّٰه عزّ و جلّ و عن تناهی جرم الکل - یا - رسالة الی أحمد بن الجهم فی

وحدانیة اللّه و تناهی جرم العالم - (موجود) -

۲۴—رسالته فی المدّ و الجزر - یا - رسالة له فی البحار و المدّ و الجزر - یا - رسالة فی العلّة الفاعلة للمدّ و الجزر - (موجود) -

۲۵—رسالته فی الاثرین المحسوسین فی الماء -

۲۶—رسالته فی الردّ علی من زعم ان للاجرام فی هویّتها فی الجوّ توقفات -

۲۷—رسالته فی بطلان قول من زعم ان بین الحرکة الطبیعیة و العرضیة سکون -

۲۸—رسالته فی ان الجسم فی أول ابداعه لا ساکن و لا متحرک ، ظنّ باطل -

۲۹—رسالة فی الاجرام الهابطة من العلوّ و سبق بعضها بعضاً -

۳۰—رسالته فی البرهان علی الجسم الساتر و ماهیة الاضواء و الاظلام -

۳۱—رسالته فی سرعة ما یُری من حرکة الکواکب اذا کانت فی الأُفق ابطائها کلما علَت -

۳۲—کتاب فی امتناع وجود مساحة الفلک الاقصیٰ المدبّر للافلاک -

۳۳—فی الابانة (یا رسالته فی) ان طبیعة الفلک مخالفة لطبائع العناصر الاربعة ، (و انه طبیعة خامسة) - (موجود) -

۳۴—رسالته فی ظاهریات الفلک -

۳۵—رسالة فی مائیة الفلک و اللون اللازم اللازوردی المحسوس فی جهة السماء - یا - رسالة فی علة اللون اللازوردی الذی یُری فی الجو فی جهة السماء و یُظَنّ انه لون السماء - (موجود) -

٣٦—رسالة فی ترکیب الافلاک -

٣٧—رسالته فی مائیة الجرم الحامل بطباعه للالوان من العناصر الاربعة - یا - رسالة فی الجرم الحامل بطباعه اللون من العناصر الاربعة و الذی هو علّة اللون فی غیره - (موجود)

٢—رفتار نور

٣٨—رسالته فی مطرح الشعاع -

٣٩—رسالته فی فصل ما بین السیر و عمل الشعاع -

٤٠—رسالة فی الشعاعات - (موجود) -

٣—کریات

٤١—رسالته فی أن العالَم و کلّ ما فیه کری -

٤٢—رسالته فی الابانة عن انه لیس شیٔ من العناصر الأُولیٰ و الجرم الاقصیٰ غیر کری - یا - رسالة الیٰ أحمد بن المعتصم فی ان العناصر و الجرم الاقصیٰ کریّة الشکل - (موجود) -

٤٣—رسالته فی ان الکرة أعظم الاشکال الجرمیة ، و الدائرة أعظم من جمیع الشکال البسیطة -

٤٤—رسالته فی الکریّات -

٤٥—رسالته فی عمل السمت علیٰ کرة -

٤٦—رسالته فی ان سطح ماء البحر کری -

٤٧—رسالته فی تسطیح الکرة -

٤٨—کتاب الکرة المتحرکة لاوطولوقس - أصلحه الکندی -

٤—اضافیت

٤٩—رسالته فی التوحید بتفسیرات - .

٥٠—رسالته فی الکمیّة المضافة -

۵۱—رسالته فی النِسَب الزمانیة -

۵—ابطال جزء لایتجزّیٰ

۵۲—رسالته فی بطلان قول من زعم ان جزءاً لایتجزأ -

۶—عناصر

۵۳—رسالته فی العلّة التی لها قیل ان النار و الهواء و الماء و الارض عناصر لجمیع الکائنة الفاسدة ، و هی و غیرها یستحیل بعضها الیٰ بعض -

۷—نجومیات (۳۳ رسالے)

۵۴—رسالته فی أن رؤیة الهلال لاتُضبَط بالحقیقة و انّما القول فیها بالتقریب -

۵۵—رسالته فی مسائل، سُئِل عنها من احوال الکواکب -

۵۶—رسالته فی جواب مسائل طبیعیة ، فی کیفیات نجومیة ، سأله أبومعشر عنها -

۵۷—رسالته فی الفصلین -

۵۸—رسالته فیما یُنسب الیه کل بلد من البلدان الیٰ برج من البروج و کوکب من الکواکب -

۵۹—رسالته فیما سُئِل عنه من شرح ما عرض له الختلاف فی صور الموالید -

۶۰—رسالته فی تصحیح عمل نمودارات الموالید و الهیلاج و الکتخداه -

۶۱—رسالته فی الابانة عن الاختلاف الذی فی الاشخاص العالیة لیس علّة الکیفیات الاول ، کما هی علّة ذٰلک فی التی تحت الکون و الفساد ، و لکن علّة ذٰلک حکمة مبدع الکل، عزّ و جلّ -

۶۲—رسالة فی فصل ما بین السنین -

٦٣—رسالته فی علل الاوضاع النجومیة -

٦٤—رسالته المنسوبة الی الشخاص العالیة ' المسّماة سعادة و نحاسة - یا - رسالة فی أفعال الشخاص العلویة و الجسام السماویة فی هذا العالم -

٦٥—رسالته فی علل القوی المنسوبة الی الشخاص العالیة الدالّة علی المطر - (عبرانی ترجمه موجود!) -

٦٦—رسالته فی علل أحداث الجوّ -

٦٧—رسالة الی زرنب تلمیذه ' فی أسرار النجوم و تعلیم مبادیء الاعمال -

٦٨—کلام فی الجسرات -

٦٩—رسالة فی النجوم -

٧٠—رسالة فی الفلک و النجوم ' و لِمَ قسمت دائرة فلک البروج علی اثنی عشر قسماً ؟ و فی تسمیتهم السعود و النحوس و بیوتها و اشرافها و حدودها بالبرهان الهندسی -

٧١—رسالة فی صلة روحانیة الکواکب - (موجود) -

٨—تقدمیات

٧٢—رسالته فی أسرار تقدمة المعرفة -

٧٣—رسالته فی تقدمة المعرفة بالاحداث -

٧٤—رسالته فی تقدمة الخبر -

٧٥—رسالته فی تقدمة الاخبار -

٩—أحکامیات

٧٦—رسالته فی تقدمة المعرفة بالاستدلال بالشخاص العالیة علی المسائل -

۷۷ – رسالته الاولی و الثانیة و الثالثة الی صناعة الحکام بتقاسیم -

۷۸ – رسالته فی مُدخِل الاحکام علی المسائل -

۷۹ – رسالة فی الاخبار عن کمیة ملک العرب - یا - رسالة فی ملک العرب و کمیته - (موجود) -

۸۰ – رسالته فی دلائل النحسین فی برج السرطان - یا - رسالته فی اِقتران النحسین فی برج السرطان - (لاتینی ترجمه موجود) -

۸۱ – رسالته فی المسائل -

۸۲ – رسالته فی قدر منفعة الاختیارات - یا - اختیارات الایام - (موجود) -

۸۳ – رسالته فی قدر منفعة صناعة الاحکام و مَنِ الرجل المسمی منجماً بالاستحقاق ؟

۸۴ – رسالته المختصرة فی حدود الموالید - (عبرانی ترجمه موجود !) -

۸۵ – رسالته فی تحویل سنی العالم (او الموالید) - یا - مقالة تحویل السنین - (موجود) -

۸۶ – رسالته فی الاستدلال بالکسوفات علی حوادث الجوّ - یا - رسالة فی القضاء علی الکسوف - (لاتینی ترجمه موجود) -

۱۰ – طبیات (۳۰ رسالے)

۸۷ – رسالته فی الطب البقراطی -

۸۸ – رسالته فی الغذاء و الدواء المهلک -

۸۹ – رسالته فی الابخرة المصلحة للجو من الوباء -

۹۰ – رسالته فی الادویة المشفیة من الروائح المؤذیة -

۹۱ – رسالته فی کیفیة اسهال الادویة و انجذاب الاخلاط -

۹۲ — رسالته فی علّة نفث الدم -

۹۳ — رسالته فی تدبیر الاصحاء -

۹۴ — رسالته فی اشفیة السموم -

۹۵ — رسالته فی علّة بحارین الامراض الحادة -

۹۶ — رسالته فی علّة الجذام و اشفیته -

۹۷ — رسالته فی عضة الکلب الکَلِب -

۹۸ — رسالته فی وجع المعدة و النقرس -

۹۹ — رسالته فی الاعراض الحادثة من البلغم و علّة موت الفجاءة -

۱۰۰ — رسالته الی رجل فی علّة شکاها الیه فی بطنه و یده -

۱۰۱ — رسالته فی اقسام الحمّیات -

۱۰۲ — رسالته فی علاج الطحال الجاسی من الاعراض السوداویة -

۱۰۳ — رسالته فی الابانة عن منفعة الطب اذا کانت صناعة النجوم مقرونة بدلائلها -

۱۰۴ — کتاب الاقراباذین -

۱۰۵ — کتاب الادویة المستحنة - یا - فی معرفة قوی الادویة المرکبة - (موجود) -

۱۰۶ — رسالة فی الفرق بین الجنون العارض من مسّ الشیاطین ، و بین ما یکون من فساد الاخلاط -

۱۰۷ — رسالة فی ایضاح العلّة فی السمائم القاتلة السمائیة - و هو علی المقال المطلق الوبا -

۱۰۸ — جوامع کتاب الادویة المفردة لجالینوس -

۱۰۹ — رسالة فی اللثغة للاخرس -

۱۱۰ — کتاب الباه - (موجود) -

۱۱ — عضویات

۱۱۱ — رسالته فی تبیین العضو الرئیس من جسم الانسان و الابانة عن الالباب -

۱۱۲ — رسالته فی مائیة الانسان و العضو الرئیس منه -

۱۱۳ — رسالته فی کیفیة الدماغ -

۱۲ — علم الکون و الفساد

۱۱۴ — رسالته فی أجساد الحیوان اذا فسدت -

۱۳ — علم ترتیب الاغذیة

۱۱۵ — رسالته فی صنعة أطعمة من غیر عناصرها -

۱۱۶ — رسالته فی تدبیر (او تغیّر) الاطعمة -

۱۴ — ریاضیات (۲۵ رسالے)

۱۱۷ — رسالته فی المُدخِل الی الارثماطیقي - خمس مقالات -

۱۱۸ — رسالته الی احمد بن المعتصم ، فی کیفیة استعمال الحساب الهندی - اربع مقالات -

۱۱۹ — رسالته فی الابانة عن الاعداد التی ذکرها فلاطن فی کتابه السیاسة -

۱۲۰ — رسالته فی تالیف الاعداد - یا - کلام فی العدد -

۱۲۱ — رسالته فی الخطوط ، و الضرب بعدد الشعیر -

۱۲۲ — کتاب مسائل ، سُئِل عنها فی منفعة الریاضات -

۱۵ — هندسیات

۱۲۳ — رسالته الی بعض اخوانه فی رموز الفلاسفة فی المجسمات - یا - فی ما نسب القدماء کل واحد من المجسمات الخمس الی العناصر - یا - رسالة فی السبب الذی له نسبت القدماء الشکال الخمسة الی

السطقسات - (موجود) -

۱۲۴ — رسالته فی السوانح -

۱۲۵ — رسالته فی تقریب قول ارشمیدس ، فی قدر قطر الدائرة من محیطها -

۱۲۶ — رسالته فی اغراض کتاب أقلیدس -

۱۲۷ — رسالته فی اصلاح کتاب أقلیدس -

۱۲۸ — رسالته فی اصلاح المقالة الرابعةعشر و الخامسةعشر من کتاب أقلیدس -

۱۲۹ — رسالته فی عمل شکل الموسطین -

۱۳۰ — رسالته فی تقریب وتر الدائرة -

۱۳۱ — رسالته في تقریب وتر التسع (او السبع) -

۱۳۲ — رسالته في مساحة ایوان -

۱۳۳ — رسالته في تقسیم المثلّث و المربّع و عملهما -

۱۳۴ — رسالته في کیفیة عمل دائرة ، مساویة لسطح أسطوانة مفروضة -

۱۳۵ — رسالته في قسمة الدائرة ثلاثة اقسام -

۱۳۶ — رسالته في استخراج خط نصف النهار ، و سمت القبلة بالهندسة -

۱۳۷ — مسائل فی مساحة الانهار و غیرها - یا - رسالة فی ایضاح وجدان أبعاد ما بین الناظر و مراکز أعمدة الجبال و علوم أعمدتها و علم عمق الآبار و عروض الانهار و غیر ذٰلک ، و تسمی خُرِسطِیس - (موجود) -

۱۶ — أبعادیات

۱۳۸ — رسالته فی أبعاد مسافات الاقالیم -

۱۳۹ — رسالته فی أخبار أبعاد الجرام -

١٤٠ — رسالة فی استخراج بُعد مرکز القمر من الارض -

١٤١ — رسالة فی معرفة أبعاد قلل الجبال -

١٧ — فلسفیات (١٩ رسالے)

١٤٢ — کتاب الفلسفة الأولیٰ فیما دون الطبیعیات و التوحید - یا - کتاب الیٰ المعتصم باللّٰه فی الفلسفة الأولیٰ - (موجود) -

١٤٣ — کتاب الفلسفة الداخلة و المسائل المنطقیة و المعتاصّة و ما فوق الطبیعیات -

١٤٤ — کتاب الحثّ علیٰ تعلّم الفلسفة -

١٤٥ — رسالة فی انه لاتنال الفلسفة الا بعلم الریاضیّات -

١٤٦ — رسالة فی کمیة کتب أرسطوطالیس و ما یحتاج الیه فی تحصیل علم الفلسفة مما لا غنیٰ فی ذٰلک عنه منها، و ترتیبها و أغراضه فیها - یا - رسالة فی کمیة کتب أرسطوطالیس و ما یحتاج الیه فی تحصیل الفلسفة - (موجود) -

١٤٧ — کتاب فی قصد أرسطوطالیس فی المقولات ایّاها قصداً و الموضوعة لها -

١٤٨ — رسالة فی المقولات العشر -

١٤٩ — رسالة فی الاسماء الخمسة اللاحقة لکلّ المقولات - یا - رسالة فی الاصوات[1] الخمسة -

١٥٠ — رسالة الیٰ المامون فی العلّة و المعلول -

١٥١ — کتاب فی عبارات الجوامع الفکریة -

١٥٢ — کتاب فی بحث قول المدّعی أن الاشیاء الطبیعیة تفعل فعلاً واحداً بایجاب الخلقة -

---

1 — یہ لفظ غلط ہے - الاسماء ہونا چاهیے -

۱۵۳—رسالته فی قصة المتفلسف بالسکوت -

۱۵۴—کتاب فی الفاعلة و المنفعلة من الطبیعیات الأولی -

۱۵۵—رسالته فی مائیة العقل و الابانة عنه - یا - رسالة فی العقل- (موجود) -

۱۵۶—کتاب خبر المحض - (موجود) -

۱۵۷—فی حدود الاشیاء و رسومها - (موجود) -

۱۵۸—کتاب التفّاحة - (موجود) -

۱۵۹—کتاب فی مائیة الشیء الذی لانهایة له، و بأی نوع یقال الذی لانهایة له - یا - فی مائیة ما لایمکن ان یکون لا نهایة له، و ما الذی یقال لانهایة له - (موجود) -

۱۶۰—کتاب الحروف لارسطو - نقله اسطاث و اصلحه الکندی - (موجود) -

۱۸—جدلیات (۱۸ رسالے)

۱۶۱—رسالته فی الردّ علی المنانیة فی العشر مسائل فی موضوعات الفلک - یا - رسالة فی ما بعد الطبیعة فی الردّ علی المنانیة -

۱۶۲—رسالته فی الردّ علی الثنویة -

۱۶۳—رسالته فی الاحتراس من خدع السوفسطائیین -

۱۶۴—رسالته فی نقض مسائل الملحدین -

۱۶۵—رسالته فی تثبیت الرّسل علیهم السلام - یا - کتابه فی اثبات النبوّة -

۱۶۶—رسالة فی الفاعل الحق الاول التام و الفاعل الناقص (الثانی) الذی هو فی المجاز - (موجود) -

۱۶۷—رسالته فی الاستطاعة و زمان کونها -

۱۰

۱۶۸—رسالة الیٰ أحمد بن المعتصم فی تجویز اجابة الدعاء من الله عزّ و جلّ لمن دعا به -

۱۶۹—رسالته فی افتراق الملل فی التوحید و انهم مجمعون علیٰ التوحید و کلّ قد خالف صاحبه -

۱۷۰—رسالته فی البرهان -

۱۷۱—رسالته فی التمجید - یا - المتجسد -

۱۷۲—کلام له مع ابن الراوندی فی التوحید -

۱۷۳—کلام ردّ به علیٰ بعض المتکلمین -

۱۷۴—رسالة فی الاکفار و التضلیل -

۱۷۵—کلام فی المبدع الاول -

۱۷۶—کتاب فی ان افعال الباری جلّ اسمه کلها عدل لا جور فیها -

۱۷۷—مقالة فی الردّ علیٰ النصاریٰ - (موجود) -

۱۷۸—أثولوجیا لارسطو - فسره الکندی - (موجود) -

۱۹—فلکیات (۱۳ رسالے)

۱۷۹—رسالته فی الصور -

۱۸۰—رسالته فی المناظر الفلکیة -

۱۸۱—رسالته فی صناعة بطلمیوس الفلکیة -

۱۸۲—رسالته فی المعطیات -

۱۸۳—رسالة فی کیفیة رجوع الکواکب المتحیّرة - یا - فی ایضاح علة رجوع الکواکب -

۱۸۴—رسالته فی الاثر الذی یظهر فی الجوّ و یسمیٰ کوکباً -

۱۸۵—رسالته فی الکوکب الذی ظهر و رصده أیاماً حتیٰ اضمحلّ -

۱۸۶—رسالته فی کوکب ذی الذوابة -

۱۸۷ —رسالته فی ما رُصد من الأثر العظیم فی سنة اثنتین و عشرین و مائتین للهجرة -

۱۸۸ —رسالته فی شروق الکواکب و غروبها بالهندسة -

۱۸۹ —رسالته فی البراهین المساحیة لما یعرض من الحسابات الفلکیة -

۱۹۰ —رسالته فی تصحیح قول أبسقلاوس فی المطالع - یا - کتاب المطالع - (موجود) -

۱۹۱ - کتاب فی الصناعة العظمیٰ - ألّفه لابنه أحمد - (موجود) -

۲۰ — میکانیات (۱۱ رسالے)

۱۹۲ —رسالته فی عمل آلة یعرف بها بُعد المعاینات -

۱۹۳ —رسالته فی استخراج آلة و عملها ، یُستخرج بها أبعاد الجرام-

۱۹۴ —رسالته فی عمل آلة مُخرجة الجوامع - یا - رسالة فی العمل بالآلة المسماة " الجامعة " -

۱۹۵ — رسالته فی عمل الحلق الستّ و استعمالها - یا - ذات الحلق - (موجود) -

۱۹۶ —رسالته فی صنعة الأسطرلاب بالهندسة -

۱۹۷ —رسالته فی عمل الرخامة بالهندسة -

۱۹۸ —رسالته فی عمل الساعات علیٰ صفیحة تُنصب علیٰ السطح الموازی للافق ، خیر من غیرها -

۱۹۹ —رسالته فی استخراج الساعات علیٰ نصف کرة بالهندسة -

۲۰۰ —رسالته فی عمل المرایا المحرقة -

۲۰۱ —رسالته فی عمل القمقم الذبّاح -

۲۰۲ — رسالة فی ذات الشعبتین - (موجود) -

۲۱ — موسیقیات (۱۰ رسالے)

۲۰۳ — رسالة الکبری فی التالیف -

۲۰۴ — رسالة فی ترتیب النغم الدالّة علی طبائع الاشخاص العالیة و تشابه التالیف -

۲۰۵ — رسالة فی المُدخِل الی صناعة الموسیقی -

۲۰۶ — رسالة فی الایقاع -

۲۰۷ — رسالة فی الاخبار عن صناعة الموسیقی -

۲۰۸ — رسالة فی صناعة الشعر - یا - فی خبر صناعة الشعراء -

۲۰۹ — رسالة فی خبر صناعة التالیف - یا - رسالة فی جبر تالیف الالحان - (موجود) -

۲۱۰ — مختصر الموسیقی فی تالیف النغم و صنعة العود - الّفه لاحمد بن المعتصم -

۲۱۱ — رسالة فی اجزاء جبریة (او خبریة) فی الموسیقی - (موجود)-

۲۱۲ — المونس -

۲۲ — کیمیائیات (۱۰ رسالے)

۲۱۳ — رسالة فی بطلان دعوی المدّعین صنعة الذهب و الفضة و خدعهم -

۲۱۴ — رسالة فی تلویح الزجاج -

۲۱۵ — رسالة فی ما یصبغ فیعطی لوناً -

۲۱۶ — رسالة الی احمد بن المعتصم باللّٰه فی ما یطرح علی الحدید و السیوف حتی لا تتثلّم و لا تکلّ -

۲۱۷ — رسالة فی الطرح علی البیض - (موجود !) -

۲۱۸ — کتاب فی کیمیاء العطر و التصعیدات - (موجود) -

۲۱۹ — رسالتہ فی التنبیہ علی خدع الکیمیائیین -

۲۲۰ رسالتہ الکبیرۃ فی الاجرام الغائصۃ فی الماء -

۲۲۱ — رسالتہ فی قلع آلاثار من الثیاب وغیرھا -

۲۲۲ — رسالۃ فی صنعۃ الحبار و اللیق -

۲۳ — سیاسیات (۸ رسالے)

۲۲۳ — رسالتہ الکبری فی السیاسۃ -

۲۲۴ — رسالتہ فی سیاسۃ العامۃ -

۲۲۵ — رسالتہ فی خیر (أو خبر) فضیلۃ سقراط -

۲۲۶ — رسالتہ فی ألفاظ سقراط -

۲۲۷ — رسالتہ فی محاورۃ جرت بین سقراط و أرسوایس (أرسواس یا أرشیجانس) -

۲۲۸ — رسالتہ فی خبر موت سقراط -

۲۲۹ — رسالتہ فی ما جری بین سقراط و الحرانیین -

۲۳۰ — رسالتہ فی خبر العقل -

۲۴ — بصریات (۲ رسالے)

۲۳۱ — اختلاف المناظر - یا - تصحیحات مرایا أقلیدس - یا - اصلاح المناظر (موجود) -

۲۳۲ — رسالتہ فی اختلاف مناظر المرآۃ -

۲۵ — حیاتیات (۱ رسالہ)

۲۳۳ — رسالۃ فی الحیاۃ -

۲۶ — نباتیات (۱ رسالہ)

۲۳۴ — رسالتہ فی أنواع النخل [1] و کرائمہ -

1 — النحل - دیکھو الفہرست و زوزنی -

۲۷ - استحضار أرواح (۲ رسالے)

۲۳۵ — کتاب الطب الروحانی - یا - الرسالة الحکمیة فی اسرار الروحانیة (موجود) -

۲۳۶ — رسالة فی استحضار الارواح (موجود) -

۲۸ — منطقیات (۱۲ رسالے)

۲۳۷ — رسالته فی المُدخِل المنطقی باستیفاء القول فیه -

۲۳۸ — رسالته فی المُدخِل المنطقی باختصار و ایجاز -

۲۳۹ — رسالته فی الابانة عن قول بطلمیوس فی أول المجسطی حاکیاً عن قول أرسطوطالیس فی أنالوطیقا -

۲۴۰ — رسالته بایجاز و اختصار فی البرهان المنطقی -

۲۴۱ — ایساغوجی' لفرفوریوس - اختصرہ الکندی -

۲۴۲ — مسائل کثیرة فی المنطق و غیرہ ' و حدود الفلسفة -

۲۴۳ — قاطیغوریاس لارسطو - اختصرہ الکندی -

۲۴۴ — باریرمینیاس لارسطو - اختصرہ الکندی -

۲۴۵ — أنولوطیقا الاول لارسطو - للکندی تفسیر هذا الکتاب -

۲۴۶ — أنولوطیقا الثانی لارسطو - شرحه الکندی -

۲۴۷ — سوفسطیقا لارسطو - للکندی تفسیر هذا الکتاب -

۲۴۸ — أبوطیقا لارسطو - للکندی مختصر فی هذا الکتاب -

۲۹ — نفسیات (۸ رسالے)

۲۴۹ — رسالته فی ان النفس جوهر بسیط' غیرداثر ' موثر فی الجسام -

۲۵۰ — رسالته فیما للنفس ذکرہ و هي فی عالم العقل' قبل کونها فی عالم الحس -

۲۵۱ —رسالته فی خبر اجتماع الفلاسفة علی الرموز العشقیة -

۲۵۲ —رسالته فی علّة النوم و الرؤیا و ما یرمز به النفس - یا - رسالة فی ماهیة النوم و الرؤیا - (للتهفی ترجمه موجود) -

۲۵۳ —تسهیل سبل الفضائل - یا - کتاب آداب النفس -

۲۵۴ —رسالته فی النفس و أفعالها الی یوحنا بن ماسویه - (موجود) -

۲۵۵ —رسالته فی التنبیه علی الفضائل -

۲۵۶ — رسالته فی تسلیة الاحزان - یا رسالة فی الحیلة لدفع الاحزان - (موجود)

۳۰—اخلاقیات (۲ رسالے)

۲۵۷ —رسالته فی الوفاء -

۲۵۸ — رسالته فی الخلق -

۳۱—علم الفراسة (۱ رسالہ)

۲۵۹ —رسالة فی الفراسة - (موجود) -

۳۲—جغرافیات (۳ رسالے)

۲۶۰ — رسالة الی ابنه أحمد فی اختلاف مواضع المساکن من کرة الارض - و هذہ الرسالة شرح فیها کتاب المساکن لثاوذوسیوس - یا - رسالته فی المساکن -

۲۶۱ —رسالته الکبری فی الربع المسکون - یا - کتاب فی معرفة الاقالیم المعمورة و غیرها - یا - رسالة رسم المعمور من الارض - (موجود) -

۲۶۲ —جغرافیا لبطلمیوس - نقله الکندی الی العربی -

۳۳—إنسانیات (۲ رسالے)

۲۶۳ —رسالته فی ما حُکی من أعمار الناس فی الزّمن القدیم و خلافها فی هذا الزّمن -

٢٦٣ — رسالة فی اعتذاره فی موته دون کماله لسنی الطبیعة التی هی مائة و عشرون سنة -

٣٣ — حیوانیات (٣ رسالے)

٢٦٥ — رسالته فی الحشرات - مصوّر ، عطاردی -

٢٦٦ — کتاب فی الخیل و البیطرة -

٢٦٧ — رسالته فی الطائر الانسی -

٢٦٨ — رسالة فی ارکاب الخیل - (یا رسالته فی أرکان الخیل !)

٣٥ — لسانیات (٢ رسالے)

٢٦٩ — رسالة فی صفة البلاغة -

٢٧٠ — رسالة فی اللغة - (موجود)

٣٦ — علمیات (٥ رسالے)

٢٧١ — کتاب مائیة العلم و أقسامه -

٢٧٢ — کتاب أقسام العلم الانسی -

٢٧٣ — رسالته الکبری فی مقیاسه العلمی -

٢٧٤ — رسالته بایجاز فی مقیاسه العلمی -

٢٧٥ — کتاب فی أوائل الاشیاء المحسوسة - یا - رسالة فی علم الحواس -

٣٧ — محاضرات (٣ رسالے)

٢٧٦ — رسالة فی نوادر الفلاسفة -

٢٧٧ — رسالته فی رقاع الی الخلفاء و الوزراء -

٢٧٨ — رسالة فی عناصر الاخبار -

٣٨ — صوتیات (١ رسالہ)

٢٧٩ — رسالته فی اللفظ، و هی ثلاثة أجزاء ، أول و ثان و ثالث -

۳۹—انواعیات (۸ رسالے)

۲۸۰—رسالته فی سعار المرآة -

۲۸۱—رسالته فی جواب ثلاث مسائل، سُئل عنها -

۲۸۲—رسالته فی أنواع الجواهر الثمینة و غیرها (او والاشباه) -

۲۸۳—رسالته فی نعت الحجارة و الجواهر و معادنها و جیّدها و ردیّها و أثمانها - یا - رسالته فی انواع الحجارة -

۲۸۴—رسالته فی أنواع السّیوف و الحدید و جیّدها و مواضع انتسابها - یا - رسالة الی بعض اخوانه فی السیوف - (موجود) -

۲۸۵—رسالته فی تمریخ (او تمویخ او تمویج) الحمّام [1] -

۲۸۶—رسالته فی العطر و أنواعه -

۲۸۷—رسالته فی الاسماء المعماة - یا - فی استخراج المعما الی أبی العباس أحمد بن المعتصم - (موجود) -

۴۰—متفرقات (۷ رسالے)

۲۸۸—رسالته فی الترفق فی الصناعات -

۲۸۹—رسالته فی قسمة القانون -

۲۹۰—رسالته فی الزجر و الفال من جهة العدد -

۲۹۱—رسالته فی التوحید من جهة العدد -

۲۹۲—رسالته فی استخراج الخبیء و الضمیر - یا - رسالة فی استخراج الا عداد المضمرة - (موجود) -

۲۹۳—رسالة فی ان ما بالانسان الیه حاجة، مباح له فی العقل قبل ان یُحظَر -

۲۹۴—رسالته فی الحیل العددیة و علم اضمارها -

1—"تمویج" الحمام سے مراد "Vapour-bath" ھے - تمریخ سے مقصود ' گرمی کا ساکن اور سست کرنا - "تمریخ" کا مطلب تیل کی مالش ھے -

اُردو غزل اور اُس کے چند نقائص

٭[از جناب گلپت سہاے سریواستو، ایم-اے- اُردو ریسرچ اسکالر - الہ آباد یونیورسٹی]٭

اُردو شاعری کی سب سے زیادہ ہردلعزیز ' مقبول عام اور متداول صنف غزل ہے - ہر شخص جو اُردو زبان بولتا یا کم از کم سمجھتا ہے خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ' غزل کے سیکڑوں اشعار ورد زبان کیے رہتا ہے - امیر و غریب ' پیر و برنا ' مرد و زن حتی کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے غزلیں گاتے ہیں اور دوسروں کو اُسے شیریں و دلکش آواز میں گاتے ہوئے سن کر فرط مستی سے جھومنے لگتے ہیں - اُس کے اشعار ہر موقع اور ہر محل پر بطور سند یا تائید کلام پڑھے جاتے ہیں - ہر قسم کی خوشی و شادی کی مجلسوں اور جلسوں کی تقریبوں میں غزلیں عام طور سے گائی جاتی ہیں - اِسی وجہ سے اُردو کا ہر شاعر غزل گوئی میں اپنی پوری استعداد صرف کرتا اور بہترین تخیل سے کام لیتا ہے - دور جدید کے قبل اُردو شعرا نے اپنی تمام‌تر توجہ عموماً غزل‌گوئی کی طرف مبذول رکھی ہے - جس کی وجہ سے بہ استثناے چند تمام شعرا کا مایۂ ناز کارنامہ صرف اُن کی غزلوں کا دیوان ہے - ہاں دور حاضر کے اکثر شعرا کی توجہ سماجی' قومی اور سیاسی ضروریات و ماحول کے زیر اثر' اصلاحی ' اخلاقی ' ادبی ' قومی ' سیاسی اور فطرتی نظمیں لکھنے کی طرف منعطف ہوگئی ہے - پھر بھی ہر شاعر مشاعروں میں پڑھنے کے واسطے اور اکثر محض اپنے جذبات قلبیہ اور واردات عشقیہ کے اظہار کے لیے غزلیں ہی کہتا ہے -

غزل تمام اصناف سخن میں سب سے زیادہ آسان اور مشکل صنف ھے - آسان اِس لیے ھے کہ اُس میں ایک ھی وزن و قافیہ کے محض چند شعر کہنے ہوتے ھیں اور اُس کا ھر شعر منفرد ہوتا ھے - یعنی اُس کے ایک شعر کے مضمون کو دوسرے شعر کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہوتا (حالانکہ شعرائے متقدمین میں بعض نے چند مسلسل غزلیں بھی کہی ھیں لیکن ایسی غزلیں بہت کم ھیں اور اِس طرز کو فروغ نہیں حاصل ہوا) - اُس کے ھر شعر میں ردیف و قافیہ کی مناسبت سے کسی خیالی جذبے یا واقعے کو محض نظم کردینا آسان کام ھے ' لیکن اعلیٰ قسم کی غزل کے خصوصیات کو نبھاتے ہوئے غزل کے اشعار کہنا نہایت مشکل کام ھے - اِسی لیے اُردو شاعری کے ھر دور میں شعرا نے اپنے پچھلے اساتذہ کے کلام کا بغور مطالعہ کیا ھے اور اُس سے کافی فائدہ اُٹھا یا ھے -

میر محمد تقی '' میر '' اُردو شاعری کے دور اول کے شاعر ھیں - اب تک وہ بہترین غزل‌گو تسلیم کیے جاتے ھیں - اُنھوں نے اپنے کلام میں سعدی' حافظ اور ولی اورنگ‌آبادی کی غزلوں سے استفادہ کیا ھے - بعد والے دور میں ''غالب'' ایسے زبردست شاعر نے بھی اپنے اُردو کلام میں میر کے کلام سے ایک حد تک استفادہ کیا ھے - میر ھی کی تقلید میں اُنھوں نے اپنے بیشتر اشعار کو سوز و گداز اور درد و اثر کا مرقع بنا دیا ھے - شعرائے لکھنٔو میں آتش و ناسخ اور اُن کے تلامذہ نے داخلی مضامین جو میر و غالب کی غزل‌گوئی کا خاصہ تھے ' ترک کر کے خارجی مضامین پر اپنی غزل‌گوئی کی بنیاد رکھی ' جس کی وجہ سے اُن کا کلام اکثر تاثیر کی چاشنی سے خالی ھے - دور جدید کا ھر شاعر عموماً غزل‌گوئی میں میر ' غالب اور آتش کے کلام سے استفادہ کرتا ھے -

لیکن دنیا کا قاعدہ ہے کہ کوئی شے انقلاب زمانہ کے ہاتوں ہمیشہ ایک ہی حالت میں قائم نہیں رہتی - ہر ملک کی تہذیب و تمدن کی ترقی یا تنزل کے ساتھ ساتھ اُس کی زبان و ادب میں بھی ترقی یا تنزل واقع ہوتا رہتا ہے- کیونکہ اِن دونوں میں چولی دامن کا تعلق ہے- شاعر یا اِنشاپرداز اپنے ماحول کی پیداوار ہوتا ہے - غدر کے بعد جب ہندوستان میں برٹش حکومت کے ساتھ ساتھ نئی تہذیب اور نئے تمدن کا دور دورہ ہوا تو اُس کے، نیز انگریزی علم و ادب کے مطالعے کے زیر اثر ہندوستانی زبان و ادب میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوئیں - یہ تبدیلیاں نہایت خوش‌گوار اور ترقی‌پذیر تھیں - چنانچہ اُردو شاعری جو ابتک محض حسن و عشق اور مبالغہ و استعارہ کے بےکار قصیوں میں پھنسی ہوئی تھی اُس وقت سے آزاد ہوکر ترقی کے راستے پر سرعت کے ساتھ گامزن ہوئی - غزلوں کے ساتھ ساتھ اب ادبی ، اخلاقی ، سیاسی ، قومی اور مذہبی نظمیں جو نہایت کار آمد ثابت ہوئیں عام طور سے کہی جانے لگیں - غزل میں خود حیرت انگیز تبدیلیاں اور ترقیاں ہوئیں - بےکیف مبالغہ ، بےکار تصنع اور فرسودہ و رسمی باتوں کو ترک کر کے شعرا، صداقت و اصلیت، اور تاثیر و ترنم کا زیادہ خیال رکھنے لگے - گل و بلبل، قیس و فرہاد، شمع و پروانہ وغیرہ، دقیانوسی لوازمات غزل سے گریز کر کے مسائل تصوف ، فلسفۂ حیات اور حقایق زندگی کے بیان کی طرف زیادہ توجہ ہوئی -

لیکن پھر بھی چند صحیح‌المذاق اساتذہ کو چھوڑ کر اُردو شعرا کے یہاں غزلوں میں بہت سے قدیم نقائص کا اعادہ ہوتا رہتا ہے - اِس لیے ذیل میں غزل کی مختصر تعریف اور اُس کی موجودہ وسعت کے بیان کے بعد اُن نقائص پر قدرے روشنی ڈالی جائے گی -

غزل کی تعریف اور اُسکی موجودہ وسعت

غزل کے لغوی معنی عشق‌بازی اور عورتوں سے مخاطب ہونے کے ہیں- لیکن اصطلاح شعرا میں غزل اُس صنف شاعری کا نام ہے جس میں حسن و عشق کے واردات کا بیان ہو - اور اُن جذبات کے اظہار کا نام تغزل ہے جو جنس لطیف سے وصل و ہجر ' شیفتگی و فریفتگی' بیخودی و مدہوشی' شوق و حسرت ' درد و الم وغیرہ کی داستان پر مبنی ہوتے ہیں- بہترین غزل‌گو شاعر وہ ہے جو اِن عشقیہ مضامین ' واقعات اور حالات کو اِس طرح بیان کرے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو یہ محسوس ہو کہ وہ واقعات اُس کی عاشقانہ زندگی میں خود پیش آچکے ہیں یا پیش آنے والے ہیں -

اگرچہ اپنے ابتدائی دور میں غزل محض عشقیہ مضامین کے بیان کے لیے مخصوص تھی - مگر زیادہ عرصے تک وہ اِس حالت پر قائم نہ رہ سکی - ایران اور ہندوستان کے شعرا نے اُس میں عشقیہ مضامین کے ساتھ تصوف ' فلسفۂ زندگی اور اخلاق و مواعظ کو بھی داخل کیا - دور جدید میں اُس کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہوگیا ہے - اُس میں اب اصلاحی ' مذہبی ' سیاسی اور قومی مضامین کی بھی جھلک نظر آتی ہے - غرض ہمارے شعرا نے اُسے ہر قسم کے مضمون و جذبہ کے اظہار کے لیے عام کردیا ہے -

اردو غزل پر چند اعتراضات

شعرائے متقدمین نے فارسی غزل‌گو شعرا کے کلام کا مطالعہ کر کے اردو غزل‌گوئی کی بنیاد فارسی غزل‌گوئی کے طرز پر رکھی اور اُسے فارسی غزل کی تقریباً تمام خصوصیات کا حامل بنا دیا - جس کی وجہ سے عوام میں بہت سی غلط فہمیاں پھیل گئیں اور وہ اب تک غزل کے متعلق متعدد جا و بیجا اعتراضات پیش کرتے چلے آتے ہیں -

اعتراض اول

فارسی غزل‌گو شعرا کی تقلید میں اردو شاعری کے ہر دور میں شعرا نے اپنی غزلوں میں بعض ایسے اشعار

کہے ہیں جن میں کسی امرد کے حسن اور اُس کے عشق کی طرف اشارہ ہوتا ہے - مثلاً مندرجۂ ذیل اشعار :—

۱— گلزار حسن یار میں ہے سبزہ‌زار خط
لازم ہے بلبلوں کو جو دیکھیں بہار خط

نکلا نہیں ہے خط ترے عارض پہ ' حسن نے
کانٹے بچھائے ہیں یہ محبت کی راہ میں

اکثر اصحاب یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسے اشعار جن میں معشوق کسی امرد کو قرار دیا جائے مخرب اخلاق اور خلاف تہذیب ہیں - یہ فرسودہ طرز غزل کی پاکیزگی اور ترقی کے خیال کی وجہ سے واجب‌الترک ہے - شعر میں کوئی ایسا لفظ مثلاً کلاہ ' دستار ' جامہ ' قبا ' سبزۂ خط ' پسر مطرب وغیرہ نہ لانا چاہیے - جس سے کھلم کھلا مطلوب کا امرد ہونا پایا جائے -

لیکن جیسا کہ استاذی محترمی جناب پروفیسر سید محمد ضامن علی صاحب 'ضامن' ایم - اے صدر شعبۂ اردو الہ‌آباد یونیورسٹی کی تقریروں سے مجھے معلوم ہوا ہے ' غزل کی وسعت اور اُس کی حقیقی غرض و غایت کو بہت کم لوگ کامل طور سے سمجھ سکے ہیں - غزل کی تعریف میں بتایا جا چکا ہے کہ اصطلاح شعرا میں غزل اُس صنف شاعری کا نام ہے جس میں حسن و عشق کے واردات کا بیان ہو - مگر واردات حسن و عشق کو محض زن و مرد کے دائرۂ حسن و عشق تک محدود سمجھنے کی وجہ سے عوام کو اب تک بڑی بڑی غلط فہمیاں واقع ہوتی ہیں - شعرا کی نظر میں حسن و عشق کا معیار بہت بلند ہوتا ہے - اُسے محض انسانی حسن و عشق تک محدود سمجھنا سخت غلطی ہے - شاعر کا قلب جب کبھی کسی حسن سے متاثر ہوتا ہے تو اُس کے جذبات از خود رفتگی کے عالم میں بے اختیار اُس کی زبان سے شعر کی شکل میں ٹپک پڑتے ہیں - کبھی وہ کسی جنس

لطیف کے حسن کا شیدا ہوکر اُس کی تعریف میں رطب‌اللسان ہوتا ہے - کبھی کسی آئینہ رو لڑکے کے آتشیں رخساروں سے آنکھیں سینک کر اُس کے متعلق کچھ کہتا ہے - کبھی وہ خلّاق عالم کے حسن جہانتاب پر فدا ہوتا ہے اور کبھی کسی ذی‌روح یا غیر ذی‌روح کے جلوے پر مر مٹتا ہے - کیونکہ شاعر (عاشق) کا ساغرِ دل شرابِ عشق سے معمور ہوتا ہے اور وہ دنیا کی ہر شے کو محبت آمیز نظر سے دیکھتا ہے - وہ پرستار حسن ہوتا ہے - غرض عشق، فطرتی اور بےلوث محبت کا نام ہے ؛ اور حسن کسی چیز کی رعنائی و دلکشی کو کہتے ہیں - حسن و عشق کے اِنہیں فطرتی پاک تعلقات کے تحت شیخ سعدی، ولی، میر، غالب، اور امیر ایسی پاک ہستیوں نے اکثر حسین لڑکوں کے حسن دلفروز کے متعلق بھی اپنے جذبات افشا کیے ہیں -

اعتراض دوم

بعض اصحاب مولانا حالی کی طرح یہ خیال کرتے ہیں کہ حالانکہ غزل میں مطلوب عموماً عورت ہی کو قرار دینا چاہیے ؛ تاہم اُس میں کوئی ایسا لفظ لانا جس سے مطلوب کا کھلم کھلا عورت ہونا ظاہر ہو، غزل کی شان کے خلاف ہے - مثلاً مندرجۂ ذیل اشعار :—

تیرے دنداں میں دکھائی دی جو مسّی کی لکیر
اے پری درّ نجف میں مو نظر آیا مجھے

(آتش)

لال جوڑا جوهیں برسات میں تونے پہنا
تجھ کو خورشید فلک کے مَیں برابر سمجھا

(ناسخ)

نہیں روے رنگیں پہ زلفوں کا جلوہ
گلستاں پہ بدلی یہ چھائی ہوئی ہے

اس اعتراض کا جواب یہ ہے : چونکہ شعرا غزل میں معشوق عموماً عورت ھی کو قرار دیتے ھیں اس لیے ظاہر اور لازمی بات ھے کہ عاشق کبھی عورت کے حسن کے کرشموں اور وارداتوں کا ذکر کرے گا اور کبھی اُس کے سراپا کی تعریف کرےگا - کیونکہ یہ انسانی خاصہ ھےکہ جب کسی کو کسی دوسرے شخص یا شے سے عشق ھو جاتا ھے تو وہ نہ صرف اُس کے اندرونی اوصاف و کمالات کی تعریف کرتا ھے' بلکہ اُس کی ظاھری شکل و صورت کے متعلق بھی اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرتا ھے - اس لیے غزل سے معشوق کے لوازمات حسن میں ' اُس کے زلف و عارض ' خال و خط ' رفتار و گفتار اور شانہ و آئینہ وغیرہ کا بیان علحدہ نہیں کیا جا سکتا - ھاں یہ اور بات ھے کہ غزل میں خارجی شاعری کے بجائے داخلی شاعری زیادہ موزوں اور قابل قدر چیز ھے -

لیکن عمدہ اور اعلیٰ قسم کا شعر وہ سمجھا جاتا ھے جس میں ''عشقیہ مضامین ایسے جامع الفاظ میں باندھے جائیں ' جو حسن و عشق اور دوستی و محبت کی تمام انواع و اقسام اور جسمانی و روحانی تعلقات پر حاوی ھوں'' (حالی) - عشق و محبت محض عورتوں کی ذات پر ختم نہیں ھے - بندے کو خدا کے ساتھ ' دوست کو دوست کے ساتھ ' بیوی کو خاوند کے ساتھ' رعیت کو بادشاہ کے ساتھ' انسان کو اپنے ملک و قوم اور وطن وغیرہ کے ساتھ جو محبت و عشق کا لگاؤ ھو سکتا ھے بسا اوقات وہ بھی غزل میں اِس طرح باندھا جاتا ھے کہ وہ اُن چیزوں اور عورتوں دونوں پر حاوی ھو جاتا ھے- اِس خیال کی وضاحت کے لیے ذیل کے چند اشعار پیش کیے جاتے ھیں -

یاد اُس کی اِتنی خوب نہیں 'میر' باز آ

نادان پھر وہ جی سے بھلایا نہ جاےگا

کیا مصیبت ہے کھلے آنکھ تو رونا آئے

اور جھپکے تو وہیں خواب پریشاں دیکھوں

اُس شوخ کے جانے سے عجب حال ہے اپنا

جیسے کوئی بھولے ہوئے پھرتا ہے کچھ اپنا

زندگی کہتے ہیں کس کو ؟ موت کس کا نام ہے؟

مہربانی آپ کی ' نا مہربانی آپ کی

رشک جنت تھے بنے آپ کے جو آنے سے

کاٹے کھاتے ہیں مجھے اب وہی در و دیوار

حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترکِ محبت کی

تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

اشعار مذکورہ دنیاوی عشق و محبت کی مختلف انواع پر حاوی ہیں جو مرد کو عورت کے ساتھ ' عورت کو مرد کے ساتھ اور دوست کو دوست کے ساتھ ہوسکتی ہے - ایسے اشعار جو عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں پر حاوی ہوتے ہیں نہایت پاکیزہ ' دل‌کش اور موثر ہوتے ہیں - مثلاً مندرجۂ ذیل اشعار :—

آپ کو پردہ نشینی ہی جو آئی ہے پسند

مجھ کو کیوں مفت میں دیوانہ بنا رکھا ہے

سات پردوں میں عبث چھپتے ہو' ناحق ہے حجاب

ہم تصور میں تمھیں آٹھ پہر دیکھتے ہیں

سمایا ہے جب سے تو نظروں میں میری

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

بار بار آتا ہے یہ کس کا خیال بیخودی بتلا مجھے کیا ہو گیا

اعتراض سوم

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ کسی شعر میں معشوق کو عورت قرار دے کر اُسے مردانہ خصوصیات کے ساتھ پیش کرنا معیوب بات ہے - مثلاً

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم! تری غیرت کو کیا ہوا
(میر)

آتا ہے میرے قتل کو ' پر' جوشِ رشک سے
مرتا ہوں اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
(غالب)

وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسے اشعار میں معشوق ایسی عورت کو قرار دیا جاتا ہے جو شمشیر زنی اور شہسواری کے فن سے واقف ہونے کے علاوہ نہایت سفاک اور قاتل ہے - قدیم زمانے میں عرب کی عورتیں شہسواری اور فنِ جنگ کی تعلیم حاصل کرکے بعض اوقات لڑائیوں میں شریک ہوتی تھیں - چنانچہ شعرائے عرب نے اِس قماش کے معشوق کا ذکر اکثر کیا ہے - لیکن شعرائے ایران و ہندوستان کا اِس قسم کے معشوقوں کو پیش کرنا بجز شعرائے عرب کی کورانہ تقلید کے اور کیا کہا جا سکتا ہے- ایران و ہندوستان میں تو عورتوں کے گھوڑے پر سواری کرنے اور آلات حرب و ضرب کے استعمال کرنے کی مثالیں عام طور پر نہیں ملتیں -

اِس اعتراض کے جواب میں شائد یہ کہنا کافی سمجھا جائے کہ ایسے اشعار میں شاعر کبھی مطلوب اپنے دوست یا محسن کو قرار دے کر اُس کی اُس نظر عنایت کی شکایت کرتا ہے جسے وہ اِس کی طرف سے ہٹا کر غیر کی طرف منتقل کرتا ہے- کبھی اپنے کسی ظالم افسر یا حاکم کو مطلوب

قرار دیکر اُس کے جور و ظلم کی شکایت اِس طرح کرتا ہے کہ ایسے اشعار تغزل کی چاشنی سے خالی نہیں ہونے پاتے - ایک سچے عاشق کی ہمیشہ یہی دلی تمنا ہوتی ہے کہ اُس کا معشوق اگر کرم کرے تو اُسی پر کرے اور ستم کرے تو اُسی پر کرے - وہ اپنے معشوق کے کرم و ستم میں کسی غیر کا شریک ہونا ہرگز نہیں پسند کرتا -

اعتراض چہارم | معشوق کے لیے، اُسے نسوانی خصوصیات کے ساتھ پیش کر کے فعل مذکر لانا اچھا نہیں معلوم ہوتا - مثلاً مندرجۂ ذیل شعر :—

برستے میں یہ کس نے گھر مرے آنے کو ٹھانی ہے
دوپٹے کا وہ آنچل منہ پہ تانے کون آتا ہے

ایسے اشعار اگر قابل اعتراض فرض بھی کر لیے جائیں تو اُن سے کوئی خاص اعتراض کا پہلو پیدا نہیں کیا جاسکتا - کیونکہ اِس قسم کے اشعار کی تعداد تمام اُردو شاعری میں الشاذ کا لمعدوم ہے - علاوہ ازیں ایسے اشعار میں نسوانی خصوصیات کے بیان کے ساتھ معشوق کے لیے فعل مذکر استعمال کرنا روز مرہ کے خلاف بھی نہیں ہوتا - کیونکہ کسی غیر مشخص شخص کی تخصیص کے لیے یا کبھی کبھی تجاہل عارفانہ کے طریقے پر کسی عورت کو دور سے دیکھ کر دریافت کیا جاتا ہے کہ دیکھو تو وہ کون آرہا ہے یا جا رہا ہے یا بیٹھا ہوا ہے - یہ نہیں کہتے کہ وہ کون بیٹھی ہے یا کون آرہی ہے- کیونکہ "کون" کے بعد لفظ "شخص" محذوف ہوتا ہے -

اعتراض پنجم | غزلوں میں مسائل تصوف و عشق سرمدی کا اظہار نہایت خوش گوار اور لطیف چیز ہے - لیکن میری نا چیز رائے میں اُس معشوق حقیقی (خداوند تعالیٰ) کا ایسے

الفاظ اور خصوصیات کے ساتھ ذکر کرنا جن سے اُس کا سراسر عورت ہونا پایا جائے' نہایت معیوب بات ہے - مثلاً مندرجۂ ذیل اشعار میں -

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں "مہر"
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

جب وہ جمال دلفروز' صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز' پردہ میں منہ چھپائے کیوں
(غالب)

ظاہر ہے کہ مطلوب صرف خدا کی ذات ہے - لیکن اشعار میں اُسے ایک حسین عورت کے انداز سے پیش کیا گیا ہے - اُس پاک پروردگار' خلّاق عالم کو ایک عورت کی شکل میں مطلوب قرار دینا نہایت بےادبی ہے - ہاں ایسی باتیں جو اُس کی صفات کی طرف اشارہ کریں معیوب نہیں ہیں - مثلاً -

تھا مستعار حسن سے اُس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اُس ہی کا ذرہ ظہور تھا
(میر)

سات پردوں میں عبث چھپتے ہو ناحق ہے حجاب
ہم تصور میں تمہیں آٹھ پہر دیکھتے ہیں

سمایا ہے جب سے تو نظروں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

عشق جب ٹھہرا ہوا غالب تو ظاہر یہ ہوا
مندر و مسجد کا جھگڑا اک خیال خام تھا

اگرچہ مندرجۂ بالا اشعار میں خدا کے حسن و عشق کی تعریف کی گئی ہے لیکن کسی شعر سے اُس کا کھلم کھلا عورت ہونا ظاہر نہیں ہوتا -

اعتراض ششم | غزل میں معشوق کے ادب و احترام کا کافی لحاظ رکھنا چاہیے- کوئی ایسی بات ہرگز نہیں کہنی چاہیے جس میں اُس کے آوارہ مزاج یا ہرجائی اور بازاری ہونے کا اشارہ ہو - لیکن ہمارے تمام شعرا نے معشوق کو تقریباً اِنہیں اوصاف سے متصف کیا ہے - مثلاً لفظ رقیب کو لیجیے: یہ لفظ قدیم زمانے میں عرب میں اُن لوگوں کے لیے استعمال ہوتا تھا ' جو حسین لڑکیوں کے ساتھ ' جب وہ مکان سے کہیں باہر جاتی تھیں اُن کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے جاتے تھے- چونکہ اِن رقیبوں کی وجہ سے عشاق اپنے معشوقوں سے آزادی کے ساتھ مل نہیں سکتے تھے' اس لیے قدیم شعرائے عرب' رقیب کو اپنے کلام میں مورد لعنت و ملامت بناتے تھے - لیکن فارسی اور اردو شاعری میں یہ لفظ بالکل نئے معنے میں استعمال ہونے لگا - یعنی جب کسی معشوق کے دو یا دو سے زیادہ عاشق ہوتے ہیں تو وہ باہم ایک دوسرے کے رقیب کہلاتے ہیں - کسی معشوق کی نسبت سے لفظ رقیب کا لانا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ معشوق کوئی پاک دامن اور پردہ نشین عورت نہیں ہے ! اِس لفظ کے بُرے معنی اور خراب اثر کو جانتے ہوئے بھی ہمارے اردو شعرا نے فارسی شعرا کی کورانہ تقلید میں اُسے ہزاروں جگہ اپنے کلام میں استعمال کیا ہے - مندرجۂ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں :—

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا
(غالب)

———

کیا خوب تو نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے
(غالب)

———

ملے رقیب سے وہ ' جب سنا ' وصال ہوا

دریغ جان گئی ایسے بدگماں کے لیے

(مومن)

پہلوِ غیر میں بیٹھے وہ نظر آتے ہیں

سوچتا ہوں جو کبھی وصل کا پہلو' دل میں

(داغ)

نہایت خوشی کی بات ہے کہ دور حاضر میں مولانا صفی لکھنوی نے کہیں اپنی غزلیات میں لفظ رقیب کو جگہ نہیں دی - اور اب اِس لفظ کا استعمال عموماً کم ہو چلا ہے -

شعرائے قدیم میں غالباً سب سے پہلے سودا نے معشوق کی خودداری اور شان کے خلاف بازاری اور مبتذل خیالات کا اظہار کیا - مثلاً

افسوس تم اوروں سے مِلو رات کو تنہا

ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا

اِس کے بعد جرأت اور انشا نے معشوق کو انتہا درجے کا بازاری بنا دیا - مثلاً

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ' ملاقات کے وقت

ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی' رات کے وقت

دور متوسطین میں شعرائے لکھنؤ نے بھی اِسی بازاری روش کی تقلید کی اور معشوق کو سخت ذلیل ' بازاری اور رسوا بنا دیا - مثلاً

ہرجائی پن کی آپ کے کچھ انتہا نہیں

کٹتا ہے دن کہیں تو کہیں رات آپ کی

متاخرین شعرائے لکھنؤ بھی اِسی طرز کے مقلد رہے - شعرائے دہلی

میں نواب مرزا داغ نے بھی معشوق کو بازاری بناکر اِسی قسم کے مبتذل خیالات ظاہر کیے ھیں - مثلاً

تمھاری طرح بھی ہوگا نہ کوئی ہرجائی
تمام رات کہیں ہو تو کہیں سارے دن

شعرائے دور جدید میں سے صحیح‌المذاق شعرا نے اِس قسم کے مبتذل اور رکیک خیالات کو بہت کم اپنے کلام میں جگہ دی ھے -

اعتراض ہفتم

نرم و شیریں ' خوش گوار و فصیح الفاظ کا استعمال غزل کے لیے نہایت ضروری ھے - بھونڈی اور مبتذل تشبیہات سے اجتناب' کلام کو مؤثر بنانے کے لیے لازمی ھے- ثقیل اور ناخوش گوار الفاظ کا استعمال کلام کو تاثیر سے خالی‌کر دیتا ھے - مثلاً مندرجۂ ذیل اشعار :—

بوسہ بازی سے مری ہوتی ھے ایذا اُن کو
منھ چھپاتے ھیں جو ہوتے ھیں مہاسے پیدا

———

استرہ منھ پہ جو پھرنے نہیں دیتا ھے بجا
منحو دیندار سے کیونکر خط قرآن ہوتا
(ناسخ)

———

مجھ کو سودائی بنایا ھے دکھا کر آنکھیں
تم دھتورے کا لیا کرتے ہو بادام سے کام

———

منھ گال پہ رکھنے سے خفا ہوتے ہو ناحق
مس کرنے سے قرآں کی فضیلت نہیں جاتی
(ناسخ)

———

تیار رہتی ھیں صف مژگاں کی پلٹنیں
رخسار یار ھے کہ جزیرہ فرنگ کا
(آتش)

———

اِس قسم کی بھونڈی اور غیر مانوس تشبیہات اور ثقیل و مبتذل الفاظ غزل کو پست کرکے ہزل بنا دیتے ہیں -

اعتراض ہشتم

غزل کے متعلق ایک اور بہت زیادہ قابل اعتراض بات یہ ہے کہ سخن‌گو خواتین بھی بہ استثنائے چند ' اردو شعرا کی کورانہ تقلید میں ضمیر متکلم کے ساتھ غزل میں فعل مذکر استعمال کرتی ہیں - مثلاً

نواب شاہ جہاں بیگم "شیریں" والیۂ ریاست بھوپال فرماتی ہیں :—

تڑپا کیا میں درد و غم انتظار میں
صورت نہ بےوفا نے دکھائی تمام شب

نواب شمس‌النساء بیگم "شرم" لکھنوی کہتی ہیں :—

اُس پریزاد کو میں تابع مہماں کرتا
یعنی افسونِ محبت کا جو عامل ہوتا

سکندر جہاں بیگم "ضیا" فرماتی ہیں :—

عشق کو دین سمجھتا ہوں وفا مذہب ہے
اے صنم تجھ سے جو پھر جاؤں تو کافر ہوں میں

شریمتی کرشن پیاری اہلیۂ محترمہ جناب منشی رام سہاے صاحب "تمنا" لکھنوی فرماتی ہیں :—

میں شمع رو پہ جلا خوب بن کے پروانہ
مٹے ہوؤں میں نہ کیوں میری آبرو ہو جائے

جانکی بی بی الہ‌آباد فرماتی ہیں :—

اُس گل کا نہ لائی کبھی پیغام مرے پاس
شرمندہ کبھی میں نہ ہوا باد صبا سے

میرے اِس اعتراض کا جواب ' جناب پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی کی مشہور و معروف کتاب "ہماری شاعری" سے یہ مل سکتا ہے:
"اُردو کے عاشقانہ شعروں میں جب شاعر ضمیر متکلم لاتا ہے تو اُس کی مراد اپنی ذات نہیں ہوتی بلکہ عاشق ' اور عاشق سے بھی کوئی خاص شخص مراد نہیں ہوتا بلکہ کوئی ذات' جو عشق کی صفت سے متصف ہو۔ ہماری سوسائٹی مردوں کا اپنے عشق کا اظہار بدترین گناہ سمجھتی ہے - عورتوں کی طرف سے عشق کا اظہا کرنا تو ایسا جرم ہے کہ ہمارے تمدن میں اِس کی کم سے کم سزا قتل ہے" -

فاضل مصنف کی اِس تحریر سے متفق ہونے میں مجھے تأمل ہے - اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری عجیب و غریب سوسائٹی کی عملی زندگی کے اندر عشق و محبت کے علانیہ اظہار کی سزا جو کچھ بھی ہو کم ہے - ہمیں اُس سے بحث نہیں - بحث تو دنیائے شاعری کے اندر اظہار عشق سے ہے - ہر اُردو داں سخن‌فہم و سخن‌گو کو بخوبی معلوم ہے کہ ہماری زبان کے تمام شعرا اور شاعرات نے اپنے کلام میں عشق و محبت کا اظہار ' معشوق مجازی کی نسبت سے' ہزاروں جگہ کیا ہے - لیکن اِس سے کسی شاعر یا شاعرہ کی رسوائی و بدنامی آج تک نہیں ہوئی ہے - تاوقتیکہ اُس کا عشق' زبانی اظہار سے بڑھ کر کوئی عملی صورت نہ پیدا کرلے۔ اور وہ بھی' خاص و عام پر ظاہر نہ ہو جائے۔ اگر بہ فرض محال کسی شاعر یا شاعرہ کا عشق' کسی خاص عورت یا مرد کے ساتھ ظاہر بھی ہو جاتا ہے تو اُس کو اور اُس کے کلام کو آنے والا زمانہ اُسی درجے تک قدر و عزت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے جہاں تک اُس میں اِنسانی فطرت ' عادت ' احساس ' جذبہ ' خوبی اور خامی کی صحیح اور قابل قیاس ترجمانی کی گئی ہے - زمانہ' شعرا کے کلام میں صرف ' جدت ' اصلیت' بلند خیالی' زور و اثر کو

تلاش کرتا ھے ؛ نہ کہ اُن کے ذاتی اور خانگی حالات زندگی کو ! اِس کے علاوہ جب کوئی شاعرہ قابل اعتراض عشقیہ مضامین کو ضمیر متکلم کے ساتھ باندھ کر فعل مذکر استعمال کرتی ھے ' تو اِس سے اُس کے جذبات پر کوئی خاص پردہ نہیں پڑ جاتا ؛ بلکہ اُس کا کلام کانوں کو بہت زیادہ ناگوار اور برا معلوم ہوتا ھے -

غزل کے اندر عموماً امور ذھنیّہ اور جذبات و واردات قلبیہ کا اظہار ہوتا ھے - معشوق کے وصل و ھجر ' ظلم و ستم ' غمزہ و عشوہ ' قہر و غضب' لطف و مہر ' وفا و جفا کی بابت جو خیالات شاعر کے دل میں پیدا ہوتے رھتے ھیں ' اُنھیں کی ترجمانی وہ اپنے کلام میں اِس طرح کرتا ھے ؛ جو نہ صرف اُس کے بلکہ تمام اھل عشق کے دل کی سچی تصویر ہوتی ھے - جب کوئی شاعر کسی شعر میں ضمیر متکلم کے ساتھ عشقیہ مضامین کو باندھتا ھے ' تو وہ اولاً اپنے کو عاشق قرار دیتا ھے اور اپنے ھی نسبت اُن عشقیہ مضامین کا اظہار کرتا ھے جو دوسرے عشاق کو اُن کے عشق و محبت کی تصویر معلوم ہوتے ھیں - بسا اوقات شعرا یا شاعرات' صرف کسی فرضی اور خیالی معشوق کے حسن و عشق کے متعلق کچھ کہتے ھیں - اس لیے کسی شاعر یا شاعرہ کے محض کلام سے ہم یہ ھرگز وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس یا کسی دنیاوی معشوق سے رشتۂ عشق و محبت رکھتا ھے؛ جو ھماری سوسائٹی کی ظاھری نظر میں کفر ھے -

جب یہ امر مسلم ھے کہ غزل کے اشعار ' شاعر یا شاعرہ کے دلی جذبات کی بعینہ تصویر ہوتے ھیں اور اُن سے اُس کی رسوائی کا خوف نہیں ہوتا تو اُن کا اظہار بھی پیرایۂ بیان' لب و لہجہ اور طرز تکلم کے لحاظ سے بالکل فطرت کے مطابق ہونا چاھیے - یعنی مرد کے لیے ضمیر متکلم کے ساتھ فعل مذکر اور عورت کے لیے فعل مونث لانا چاھیے -

اِس طرح نہ صرف یہ کہ ایک بڑا عیب ہی مٹ جائے گا ' بلکہ کلام زیادہ نیچرل اور مؤثر ہو جائے گا -

مثلاً نواب شمس النسا بیگم' شرم لکھنوی اپنے اِس شعر میں

اُس پریزاد کو میں تابع فرماں کرتا
یعنی افسون محبت کا جو عامل ہوتا

اگر کرتا اور ہوتا کے بجائے کرتی اور ہوتی لکھتیں تو اُس کا نہ صرف اثر دوبالا ہوجاتا ؛ بلکہ وہ نسوانی طرز تکلّم کے بالکل مطابق بھی ہوتا -

سخن‌گو خواتین ' اگر ضمیر متکلم کے ساتھ فعل مونث استعمال کرتیں' تو ہماری اُردو شاعری میں عورتوں کا ایک مستقل حصہ ہوتا ' جو نہایت دلچسپ اور قابل قدر ہوتا - مردوں کا طرز تخاطب اور طریقہ تکلّم اختیار کر لینے سے کسی شاعرہ اور شاعر کے کلام میں نہ تو کوئی امتیازی خصوصیت ہی نظر آتی ہے ' اور نہ اُس سے اُردو شاعری کے خزانے میں کوئی نیا اور دلچسپ اضافہ ہی ہوتا ہے -

نہایت خوشی کی بات ہے کہ دور جدید کی چند سخن‌گو خواتین نے اپنے کلام میں ضمیر متکلم کے ساتھ فعل مونث کا استعمال شروع کردیا ہے - مثلاً

کسی کو خواب میں بے چین کـرڈالا محبت نے
خیالوں میں بھی ہوتی ہے یہ قوت ! مَیں نہ سمجھی تھی
(سائرہ)

میں سب سے دور ہوتی جا رہی ہوں
مجھے ہر چیز چھوڑے جا رہی ہے
(اقبال گوہر)

غور کیجیے ! مندرجۂ بالا اشعار ایک عورت کی زبان سے بالکل نسوانی طرز تکلّم کے مطابق ادا ہوکر کتنے دلکش اور مؤثر بن گئے ہیں - پس دوسری سخن‌گو خواتین کو لازم ہے کہ اِس طرز کی تقلید کریں -

اِس بارے میں ہم ہندی شاعری سے اچھا سبق لے سکتے ہیں - ہندی شاعری میں شاعرہ ' ضمیر متکلم کے ساتھ فعل مونث استعمال کرتی ہے - اِس کے علاوہ شاعر اپنی معشوقہ کو فعل مونث سے مخاطب کرتا ہے اور شاعرہ اظہار عشق و محبت میں اپنے پریتم کو فعل مذکر کے ساتھ مخاطب کرتی ہے - اور ایسا کرنے سے اُن میں نہ تو کوئی مرد رسوا اور بدنام ہوتا ہے اور نہ کوئی عورت ہی اُس کے لیے قتل کی جاتی ہے - حالانکہ ہندی والے بھی اُسی سوسائٹی اور تمدّن سے کم و بیش تعلق رکھتے ہیں جس سے ہمارے اردو والے بھائی -

مثال کے طور پر "میرا" کا مندرجۂ ذیل دوہرہ ملاحظہ ہو - (دوہروں میں قریب قریب اُنہیں جذبات و واقعات کا اظہار ہوتا ہے جو عموماً اُردو غزلوں میں بیان کیے جاتے ہیں) -

جو میں ایسا جانتی' پریت کیے دکھ ہوے
نگر ڈھنڈھورا پیٹتی' پریت کرے نہ کوے

یہ دوہا بلحاظ لب و لہجہ ' زبان و خیال' طرز تکلم ' ایک عشق کی ستائی ہوئی عورت کے دل کی بولتی ہوئی تصویر ہے -

اعتراض نہم

اُردو شاعری میں معشوق کی تصویر یا سراپا بھی نہایت بھیانک ' بدصورت اور قابل نفرت ہوتا ہے- "معشوق کے قد کی بلندی سرو و شمشاد کو نیچا دکھاتی ہے - زلفوں کی درازی روز قیامت سے آگے نکل جاتی ہے- دہن کی تنگی نقطۂ موہوم کو مات کرتی ہے- کمر کی باریکی خط خیال سے بڑھ جاتی ہے"- اُس کے چاہ ذقن کی گہرائیوں

میں عشاق کے دل پڑے غوطے کھاتے ھیں - وہ اپنے ھاتھوں میں بجائے حنا کے عاشقوں کا خون ملتا ھے - اُس کا کوچہ مشہد و مقتل عام ھے - وہ اپنے عاشق پر اُس کی زندگی میں طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے اور آخر اُس کو قتل کرنے کے بعد خاموش نہیں ہوجاتا ' بلکہ اُس کے مرنے کے بعد اُس کی قبر کے نشان کو ٹھوکریں مار مار کر مٹا دیتا ھے ؛ اور اُس کی شمع مزار کو گل کردیتا ھے - ایسی سیرت اور صورت کے ہوتے ہوئے بھی ھمارے عشاق اُس پر جان و دل نثار کرنے اور آخر اُس کے ھاتھوں قتل ہو کر فخر شہادت حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ھیں - غور کرنے کی بات ھے کہ ایسے بھیانک ظالم ' سفاک اور بےوفا معشوقوں سے کون رشتۂ عشق و محبت جوڑے گا ؛ اور وہ صبر و وفا دکھلائے گا جو انسان کی طاقت سے باھر ھے !

اِس اعتراض کو واضح کرنے کے لیے چند شعر پیش کیے جاتے ھیں :

بھایا پھر کون سا انداز بتوں کا 'ناسخ'
نہ کمر رکھتے ھیں کافر ' نہ دھاں رکھتے ھیں

نظر آتی نہیں آنکھوں کو باریکی کے باعث سے
کمر سے یار کی ' ھم کو محبت غائبانہ ھے
(آتش)

ڈھونڈھے سے بھی نہ معنی باریک جب ملا
دھوکا ھوا یہ مجھ کو کہ اُس کی کمر نہ ھو
(امیر)

اُس بتِ رشکِ سلیماں کی کمر
سایۂ مژگانِ چشمِ مور ھے
(جلیل)

دھن اُس کا جو نہ معلوم ھوا
کھل گئی ' ھیچمدانی میری
(غالب)

مَلا جو تم نے لہو، دست و پا میں عاشق کا
نہوگا میل طبیعت کو پھر حنا کی طرف
(آتش)

"تراب" اُس کا ٹھکانا کیا بتائیں
جہاں کٹتی ہیں نت دو چار گردن
(تراب)

محفل یار میں دیکھا جو سر اُس کا کٹتے
گردن شمع کو، عاشق کی مَیں گردن سمجھا
(آتش)

دیکھا تجھے جو خون شہیداں سے سرخ پوش
ترک فلک، زمیں میں خجالت سے گڑ گیا
(آتش)

سرخ مہندی سے نہیں، اُس بت خونخوار کے ہاتھ
دست آویز، میرے خوں کی، لگی یار کے ہاتھ
(آتش)

حق نے انداز ستم اُن کو نرالے، دیدیے
دل لیے، پاؤں کے نیچے روند ڈالے، دیدیے
(آتش)

کیا خاک میں ملا کے بھی آیا نہ اُن کو چین
گل کر رہے ہیں کس لیے شمع مزار کو
ٹھکراتے ہیں وہ روز مری قبر بار بار
مرنے پہ بھی نہ چین ملا خاکسار کو

سوچ کر آئے تھے ٹھکرا کے کریں گے پامال
آنکھ بھر آئی، جو بیٹھی ہوئی تربت دیکھی

اِس اعتراض کا جواب بھی، جناب پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی ادیب نے اپنی کتاب ''ہماری شاعری'' میں دیا ھے جو کسی حد تک مدلّل ضرور ھے - اِس میں کوئی شک نہیں کہ کسی چیز کے حسن و قبح کے بیان میں مبالغے کے اِستعمال سے کلام کا زور و اثر بہت بڑھ جاتا ھے، لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ھے - مبالغے کا اِستعمال اُسی حد تک مناسب اور بجا ھے جہاں تک کہ کوئی چیز فطرت کے خلاف اور وھم و ممکنات کے دائرے سے باھر نہ ھو جائے -

دور جدید کے قبل، عورت (معشوق مجازی) کو ظالم ، سفاک ، سنگ‌دل ، بےوفا ، بےمہر وغیرہ کہنا اُردو شعرا کا عام قاعدہ تھا - دور قدیم کے شعرا نے تو فارسی شاعری کی تقلید میں ایسی بڑی غلطیاں کی ھی ھیں، مگر ھم دیکھتے ھیں کہ دور حاضر کے بعض شعرا بھی ابھی تک اپنے شعرائے ما قبل کی کورانہ تقلید کرتے چلے جا رھے ھیں اور اُسی پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ھیں - اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو مرد کے مقابلے میں عورت کے دل میں صبر و وفا ، شرم و حیا ، عشق و محبت اور درد و الم زیادہ ہوتا ھے - اُس کو سنگ دل اور بے وفا کہنے کی شائد یہ وجہ ھو سکتی ھے کہ اُس میں شرم و حیا اور پاس ناموس اِس قدر زیادہ ہوتا ھے کہ وہ اپنے ھر عاشق سے اظہار محبت کرنے سے معذور ہوتی ھے- یہ امر مسلم ھے کہ عشق ایک ایسا جذبہ ھے جو ایک طرف نہیں ہوتا - بلکہ بقول بعض عشق اول ، معشوق ھی کے دل میں پیدا ہوتا ھے - چنانچہ کہا گیا ھے -

عشق اول در دل معشوق پیدا می‌شود

تانہ سوزد شمع ، کے پروانہ شیدا می‌شود

عشق کہتے ہیں جسے، ہے کشش حسن کا نام

کون کہتا ہے کہ مطلوب طلبگار نہیں

عورتوں کی وفا شعاری اور محبت کا صحیح حال معلوم کرنے کے لیے ہمیں شعرا کا نہیں بلکہ شاعرات کی غزلیات کا (جو اُن کے جذبات و احساسات کی ہوبہو تصویریں ہوتی ہیں) بغور مطالعہ کرنا چاہیے - ذیل میں چند سخن‌گو مخدّرات کی غزلیات سے ایسے اشعار منتخب کر کے پیش کیے جارہے ہیں جن سے اُن کی وفا شعاری اور عشق و محبت کا زبردست ثبوت ملتا ہے -

اینی عرف ملکہ، متوطن کلکتا کا یہ شعر ملاحظہ ہو -

آنکھیں پتھرا کے ہو گئی ہیں سفید کسی بت کی جستجو انتظاری ہے

یہ شعر ایک با وفا اور محبت‌کیش عورت کے دل کی تصویر ہے جو اپنے محبوب کے ہجر اور انتظار میں بےقرار و پریشان ہے -

اُنیسویں صدی کے وسط میں دھلی میں "بلّو" نام ایک پردہ نشین طوائف رہتی تھی - اُسے شعر گوئی میں بھی ملکہ حاصل تھا - اُس کے عشق میں گلاب سنگھ "آشفتہ" نے جب ناامید ہوکر ایک خنجر سے اپنا کام تمام کرلیا، تو "بلّو" کو اُس کے عشق صادق نے پاگل بنا دیا - اور اُس نے اُس‌کی فرقت اور یاد میں گھل گھل کر چھ ماہ کے بعد عالم بالا کی راہ لی - اِس واقعے کے متعلق "بلّو" کا ایک شعر ملاحظہ ہو -

ہے غضب، وہ تو مَرے اور جیوں مَیں "بلّو"

موت آجائے، تو ہو عمر دو بارہ مجھکو

اپنے عاشق صادق سے جدا ہوکر اُسے زندگی کے باقی دن، وبال جان ہوگئے - اب وہ موت آنے کو نئی زندگی سمجھنے لگی -

اٹھارھویں صدی کے آغاز میں جلیا بیگم دھلی میں جہاندار شاہ

ولیعہد باد شاہ دھلی کی بیوی اور شائد سب سے پہلی اُردو شاعرہ تھیں -
اُن کا ایک شعر ملاحظہ ہو -

نہ دل کو صبر نہ جی کو قرار رھتا ھے
تمھارے آنے کا نت انتظار رھتا ھے

اِس شعر سے ثابت ہوتا ھے کہ عورتیں بھی اپنے محبوب یا چاھنے والے سے ملنے کے لیے اُسی قدر بےچین اور مضطرب رھتی ھیں جتنا کہ کوئی مرد اپنے معشوق سے ملنے کے لیے مشتاق و بےقرار رھتا ھے -

اِس قسم کے کچھ اور شعر ملاحظہ ہوں -

عشق کو دین سمجھتا ھوں، وفا مذھب ھے
اے صنم تجھ سے جو پھر جاؤں تو کافر ھوں میں
(سکندر جہاں بیگم، ضیا)

اِس سے تو وصل کے ارمان میں مرنا بہتر
یا الٰہی ! نہ کسی سے کوئی مل‌کر چھوٹے
(مشتری)

اپنے محبوب سے بچھڑنے کے بعد، عورت کے محبت‌آگیں دل کی جو دردناک حالت ہوتی ھے ، یہ شعر اُس کی بولتی ہوئی تصویر ھے - کیا عورت کو باوفا ، محبت کیش اور نرم دل ثابت کرنے کے لیے اِس شعر سے بڑھ کر کسی ثبوت کی ضرورت باقی رہ جاتی ھے ؟

سردار بیگم "سردار" کا ایک شعر ملاحظہ ہو -

نہ لگی پھر آنکھ سحر تلک ، مجھے اپنی یاد دلا گئے
مرے پاس سے وہ چلے گئے ، مرے دل کو لے کے ھلا گئے

یہ شعر ایک فرقت زدہ عورت کے درد و غم سے بھرے ہوئے دل کی کہانی ھے -

پس سخن‌گو خواتین کے مندرجۂ بالا شعروں سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ عورت کے دل میں مرد سے بھی زیادہ محبت ' وفا ' رحم اور نرمی ہوتی ہے -

اِس رمز کو اور اچھی طرح سمجھنے کے لیے ' ہمیں ہندی کلام کا مطالعہ کرنا چاہیے ؛ جس میں عورتوں کی پاک ' بے غرض اور سچی محبت کی بہترین نیچرل تصویریں موجود ہیں - ذیل میں چند دوہے ڈاکٹر اعظم کریوی کی قابل قدر و مشہور کتاب " ہندی شاعری" سے اخذ کر کے بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں ؛ جن کا پڑھنا خالی از لطف نہ ہوگا -

निरमल मूरति पीउ की, मो घट रही समाय
ज्यों मेंहदी के पात में, लाली लखी न जाय।

نرمل [1] مورت پیو کی ' موگھٹ [2] رہی سمائے
جیوں مہندی کے پات میں' لالی لکھی نہ جائے

مطلب—"جس طرح مہندی کی پتیوں میں سرخی چھپی رہتی ہے (اُسی طرح) میرے پیارے کی موہنی مورت میرے دل کے (مندر) میں بسی ہوئی ہے (پوشیدہ ہے) - " تشبیہ کی ندرت نے معمولی سی بات میں جو زور اور اثر پیدا کردیا ' اُس کی تعریف ممکن نہیں -

आओ पीया नैन मां, पलक मूँद तोहि लेउँ
न मैं देखूँ और को, न तोहि देखन देहुँ

آؤ پیارے نین [3] ماں [4] ' پلک موند توھیں لیوں
نہ میں دیکھوں اور کو ' نہ توھیں دیکھن دیوں

اِس دوہے میں ایک عورت اپنے پریتم کے انتہائی عشق و محبت

1—پاک صاف - 2—میرے دل میں - 3—آنکھ ؛ 4—میں -

کا اظہار اِس طرح کرتی ہے : اے پیارے میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اپنی آنکھوں کے اندر بند کرلوں تاکہ نہ میں خود کسی دوسرے کو دیکھ سکوں اور نہ تم کو ہی کسی غیر کو دیکھنے دوں -

सजन सकारे जायेंगे, नैन मरैंगे रोय
विधना ऐसी रैन कर, भोर कभी न होय

سجن [1] سکارے [2] جائینگے' نین مرینگے روے
بدھنا [3] ایسی رین [4] کر' بھور کبھو نہ ھوے

یہ دوھا ایک ایسی ھندوستانی باوفا عورت کے جذبات کی بالکل صحیح تصویر ہے جس کے دل میں اپنے شوھر کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے - ایک ایسی ہی عورت کا شوھر صبح کو پردیس جانے والا ہے وہ خدا سے یوں منّت و آرزو کر رہی ہے - " علی الصباح ہی میرے پریتم پردیس جائیں گے - اُنکی فرقت میں میری آنکھیں رو رو کر اندھی ہو جائیں گی - اے میرے پروردگار ! تو آج کی شب کو اِتنا دراز کردے کہ کبھی صبح ہووے ہی نہیں " -

कागा नैन निकालदूँ, कि पिया पास ले जाय
पहले दरस दिखाय के, पीछे लीजो खाय

کاگا [5] نین نکالدوں کہ پیا پاس لے جاے
پہلے درس [6] دکھائے کے' پیچھے لیجو کھاے

یہ دوھا ایک ایسی عورت کے قلب کی تصویر ہے جو اپنے پریتم کے هجر میں تڑپ رہی ہے اور اُس کا دیدار حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک دینے کے لیے تیار ہے - وہ کہتی ہے : " اے کوّے ! میں اپنی آنکھیں

1—پریتم - 2—صبح 3—خدا - 4—رات - 5—کوّا - 6—دیدار -

نکال کر دینے کے لیے تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ اُنہیں تو اُس وقت تک نہ کھائے جب تک اُن کو میرے پیارے کا دیدار نہ دکھالے - " کتنا پر درد اور حسرت آمیز کلام ہے -

प्रियतम यह मत जानियो, तोहि बिछड़े मोहिं चैन;
गीले बन की लाकड़ी, सुलगत हूँ दिन रैन।

پیتم یہ مت جانیو' توھیں بچھڑے موھیں چین
گیلے بن کی لاکڑی' سُلگت ھوں دن رین

مطلب—"پریتم! تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری جدائی میں مجھے چین ملتا ہے - نہیں ! بلکہ میں تو جنگل کی گیلی لکڑی کی طرح (فرقت کی آگ میں) دن رات سلگتی رہتی ہوں " -

अरे पपीहा कल सरे, देत करे पर नोन;
पिउ मेरा मैं पीउ की, तू पिउ कहे सो कौन।

ارے پپیہا کَل سِرے ' دیت کٹے پر نون
پیو میرا' میں پیو کی' تو پیو کہے سو کون

"رقابت کی آگ بری ہی ہوتی ہے - ہم‌جنس کا تو کیا ذکر عورت اِتنا بھی نہیں پسند کرتی کہ پپیہا "پی" کہے ! شوہر پردیس میں تھا - برکھا رت آئی ' شوہر کی یاد میں عورت بےچین بیٹھی تھی کہ ناگاہ اُس کے کانوں میں "پی کہاں" کی آواز آئی - اُس کے سنتے ہی اُس کے دل میں اور آگ لگ گئی اور اپنا غصہ اُس پر یوں اُتارتی ہے "-

مطلب—"اے کالے سر والے پپیہا ! (میں تو خود ہی پریتم کی یاد میں تڑپ رہی ہوں) تو زخم پر کیوں نمک چھڑکتا ہے ؟ پی میرا ہے' میں پی کی ہوں - پھر تو "پی" کہنے والا کون ہوتا ہے"! نہایت پرکیف دوھا ہے -

काजल डालूँ किरकिरा, सुरमा दिया न जाय;
इन नैनन में पी बसे, दूजा कौन समाय ।

کاجل ڈالوں کرکرا' سرمہ دیا نہ جائے
ان نینن میں پی بسے' دوجا کون سمائے

ایک نازک طبع عورت کہتی ھے :—

مطلب—(اے ری سکھی) آنکھوں میں کاجل لگاتی ھوں تو کرکرا معلوم ھوتا ھے اور سرمہ کی تکلیف برداشت نہیں ھوتی - سچ ھے' جن آنکھوں میں پیا بسے ھوں اُن میں کوئی دوسری چیز کیسے سما سکتی ھے ؟

बामा भामा कामिनी, कहि बोलो प्रानेस;
प्यीरी कहत लजात, नँहि, पावस चले बिदेस।

باما [1] بھاما [2] کامنی ' کہ بولو پـرا نیس
پیاری کہت لجات نہیں' پاوس چلت بدیس

مطلب—شوھر پردیس جانے کی تیاری کررھا ھے اور وہ اپنی عورت کو "پیاری" کہ کر مخاطب کر رھا ھے - اِس پر وہ عورت جل کر کہتی ھے- "اے پران پیارے! تم اب مجھ کو پیاری نہ کہو' بلکہ اِس کے بجائے کمبخت لڑاکی ' بد صورت وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرو - کیا موسم برسات میں پردیس جاتے وقت (تم کو مجھے) پیاری کہتے ھوئے شرم نہیں آتی ؟ (کیوں کہ اگر میں تم کو پیاری ھوتی تو اِس برکھا رت میں مجھے چھوڑ کر تم پردیس ھرگز نہ جاتے) -

चातक चाहत स्वाति-जल, चकई चाहत भोर ;
वैसे हम तुम मिलन को, जैसे चन्द्र चकोर।

1—کمبخت - 2—لڑاکی -

چاتک چاهت سواتی ' جل چکئی چاهت بهور
ویسے هم تم ملن کو جیسے چلدر چکور

چاتک - پپیہا جو صرف سواتی کا پانی پیتا ہے - چکئی ' چکوا - سرخاب کا جوڑا جو دن کے وقت تو ساتھ رهتے هیں مگر رات هوتے هی ایک دوسرے سے جدا هوجاتے هیں -

مطلب—جس طرح پپیہا ' سواتی کی بوند کے لیے مشتاق اور بیتاب رهتا ہے اور چکئی صبح هونے کے لیے بےچین رهتی ہے ؛ (اُسی طرح) میں بھی تم سے ملنے کے لیے (مضطرب رهتی هوں) - اور جس طرح چاند کی طرف چکور دیکھتا رهتا ہے (اُسی طرح میں تمھاری راہ دیکھتی رهتی هوں) - تشبیہیں کتنی موزوں اور محبت آمیز هیں -

प्रियतम पाती प्रेम की, हम से लिखी न जात।
टपकि-टपकि अँसुवा चुवत, अच्छर तक विनसात॥

پریتم پاتی[1] پریم کی ' هم سے لکھی نہ جات
ٹپک ٹپک آنسواں چوت ' اچّھر تک بنسات[2]
(کبیر)

مطلب—پیارے ! اپنا قصۂ محبت مجھ سے لکھا نہیں جاتا- (دل میں جذبات کا ایسا تلاطم اُٹھتا ہے کہ) ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے هیں اور تمام حروف (بھیگ کر) خراب هو جاتے هیں -

मन के भीतर हित नहीं, मुख से किया सनेह;
जल में ज्यों नेाई पड़े, सीतल होय न देह!

من کے بھیتر هت نہیں ' مکھ سے کیا سنیہہ
جل میں جیوں چھائیں پڑے ' سیتل هوے نہ دیہہ

1—خط - 2—خراب هوتے هیں -

هت—پیار و محبت ' سیتل— ٹھنڈا ' دیہہ—جسم -

مطلب—اگر دل کے اندر محبت نہیں ہے تو منھ سے کہنے سے کیا ہوتا ہے - جس طرح پانی میں سایہ پڑنے سے بدن ٹھنڈا نہیں ہوتا - (اِسی طرح اگر دل میں محبت نہیں ہے تو صرف زبانی محبت جتانے سے کچھ فائدہ نہیں) - کتنی داد طلب تشبیہ ہے !

लाज छुटी गेहौ छुटयो, सब से छुटयो सनेह ;
सखि कहियो वा निठुर सों, रही छूटबे देह ।

لاج چھٹی ' گیہو چھوٹیو ' سب سوں چھٹیو سنیہہ
سکھی کہیو وا نٹھر ' سوں رھی چھوٹبے دیہہ

مطلب—اُس کی محبت میں شرم و حیا جاتی رہی - مکان چھٹا اور سب کی محبت بھی چھوڑنا پڑی- اے سکھی ! اُس بےدرد سے کہنا کہ اب صرف تن سے روح نکلنے کو اور باقی ہے -

तनिक सी काँकरी जा के परै, वह पीर के मारे धीर धरे ना
ऐ री सखी कल कैसे परै, जब आँख में आँख परै निकरै ना ।

تنک سی کانکری جا کے پرے وہ پیر کے مارے دھیر دھرے نا
اے ری سکھی کل کیسے پڑے جب آنکھ میں آنکھ پڑے نِکرے نا

مطلب—کسی کی آنکھ میں جب چھوٹی سی کنکری پڑ جاتی ہے تو درد کے مارے اُسے چین نہیں پڑتا - اے ری سکھی ! اگر آنکھ میں آنکھ پڑ کر نہ نکلے تو پھر کیسے چین پڑ سکتا ہے - کتنا پرکیف اور جدت آمیز خیال ہے -

عورتوں کی کھری محبت اور وفا کو ثابت کرنے کے لیے ذیل میں چند اور دوہے " جذبات بھاشا " مصنفۂ جناب " نیاز " فتحپوری سے انتخاب کر کے پیش کیے جاتے ہیں -

बिरह घरी लखि जोगिनो कहि आई कई बार ।
अरे आओ भजि भीतरे बरसत आज अंगार ॥

برہ بری لکھ جوگلو ' کہ آئی کے بار   ارے آؤ بھج بھیترے' برست آج انگار

مطلب—موسم برسات میں مینھ برس رہا ھے اور جگنو اُڑ رھے ھیں - اُس وقت ایک سوختۂ مفارقت اپنی سکھی سے بار بار کہتی ھے کہ اندر بھاگ چلو ' آج تو انگارے برس رھے ھیں ! (موسم بر شگال میں مینھ کے برسنے اور جگنو کے اُڑنے سے فرقت زدہ عورت کی بےقراری اور تپش میں اور اضافہ ھوتا ھے) -

कत दृग भरे सबार, मन आयो भायो नहीं
डाले दृगन पखार, मिलन भये तोह दर्शन बिन

کت درگ بھرے سجار ' هم آیو بھایو نهیں
ڈالے درگن پکھار ملن بھئے توز درشن بن

اِس دوھے کے پہلے مصرع میں خطاب کرنے والا مرد ھے اور دوسرے میں عورت کی طرف سے اُس کا جواب ھے - شوھر جو عرصے کے بعد پردیس سے لوٹ کر آیا تو فرط حسرت سے اُس کی بیوی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے - یہ دیکھ کر شرھر چھیڑتا ھے کہ :—"تمھاری آنکھیں پر آب کیوں ھیں ؟ معلوم ھوتا ھے میرا آنا شاید ناگوار ھوا ھے ! " - عورت جواب دیتی ھے کہ " یہ بات نہیں ھے' میری آنکھیں جو تمھارے فراق میں بیمار تھیں آج تمھارے آنے پر صحتیاب ھوئی ھیں اور یہ اُن کا غسل صحت ھے!"-

बाल कहा लाल भई लोयन कोयन माँहि ।
लाल तिहारे दृगन की पड़ी दृगन में छाँहि ॥

بال کہا لائی بھئی ' لوین کوین مانہ
لال تہارے درگن کی' پڑی درگن میں چھانہ

کسی نازنین کا محبوب، ایک شب، مکان سے باہر کہیں رہا ہے اور اِس رشک اور جلن کی وجہ سے اُس نازنین نے ساری رات جاگ کر اشک باری کی حالت میں کاٹی ہے - صبح کو جب وہ آتا ہے تو اپنی خِفّت مٹانے کے لیے اُس بچاری پر یہ الزام رکھتا ہے کہ " یہ تمہاری آنکھوں میں سرخی کہاں سے آئی ؟ (کیا رات بھر........ شب بیداری کی ہے ؟) " وہ جواب دیتی ہے کہ " تمہاری آنکھوں کی سرخی کے انعکاس کی وجہ سے میری آنکھیں بھی سرخ ہوگئی ہوں گی ! "- تھیں دونوں کی آنکھیں سرخ ! ایک کی پرعیش رات گزارنے کی وجہ سے اور دوسرے کی رات بھر رونے کے سبب سے ! عورت کے اِس جواب کی داد ممکن نہیں ہے -

پس اردو غزلیات اور ہندی دوہروں سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ سچے عاشق اور معشوق کے درمیان، ظلم و ستم کی گنجائش ذرہ بھر بھی نہیں ہوتی - اردو شاعری میں عاشق مرد کو قرار دیا جاتا ہے ، جو اپنے عشق صادق اور صبر و وفا کے لیے شہرۂ آفاق ہوتا ہے - اُس کی جانب سے عورت (معشوق) پر ظلم و ستم کا خیال کرنا کفر ہے - ہندی شاعری میں عاشق عموماً عورت کو قرار دیا جاتا ہے - وہ اپنے معشوق (شوہر یا پریتم) کے لیے اپنی سچی اور بے غرض محبت و وفاداری میں یکتا و بےمثال ثابت ہونے کی کوشش کرتی ہے - اُس کی طرف سے بھی مرد پر ظلم و ستم کرنے کا خیال ناممکن ہے - اِس لیے اردو شعرا کا معشوق کے ظلم و ستم کی مبالغہ‌آمیز شکایت کرنا ، محض ایک وہمی اور فرضی دیرینہ رسم ہے - پاکیزہ حسن و عشق کے راز کو سمجھنے کے لیے اِس بے معنی رسم کا ترک کرنا اشد ضروری ہے -

اعتراض دھم

اردو غزل کی بابت ایک اور نہایت ضروری بات ظاہر کرنا باقی رہ گئی ہے - وہ یہ ہے کہ اگرچہ اردو غزل

میں بیشتر عشق مجازی ہی کا راگ الاپا جاتا ہے' لیکن ہمارے قدیم اور بعض جدید شعرا اُس کی بھی مؤثر اور نیچرل تصویر کھینچنے میں بعض اوقات قاصر نظر آتے ہیں - جن واقعات اور واردات کا ذکر شعرا کرتے ہیں وہ اکثر خلاف فطرت انسانی اور بعید از قیاس ہوتے ہیں ؛ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا کلام بے جان' بے اثر اور لاطائل ہو کر رہ جاتا ہے -

بطور نمونہ چند شعر ملاحظہ ہوں :—

اللہ رے لاغری ! کہ ترے ناتواں کی نعش
اُڑتی صبا کے دوش پہ مثلِ غبار ہے
(بیدل)

تنکا سمجھ کے دوُر کرے بزم یار سے
فرّاش دیکھ لے' جو مرے جسم زار کو
(ناسخ)

روے زمیں پہ ایسا ' میں بسمل تپاں ہوا
اُڑ کر لہو مرا ' شفقِ آسماں ہوا
(آتش)

ناتواں میری طرح سے ہو ' جو عشق حسن سے
کوہ سے بھاری ' ترازو میں ہو پلّہ ' کاہ کا
(آتش)

نہایت سخت جاں ہوں میں' نہایت سخت جاں ہوں میں
نہ ٹوٹے خنجر برّاں کہیں ' یہ مجھ کو خطرہ ہے

وقت پر کیا کام آئی ہے ' مری یہ لاغری
موت بھی شرما گئی' خالیِ اُسے بستر ملا

نگاہ شوق کی گرمی ہے' اُڑ جاتا ھے رنگ اُس کا
تری تصویر' تجھ سے بھی زیادہ' نازنیں نکلی
(بیخود موھانی)

کیا قیامت ھے کہ عارض اُن کے نیلے پڑ گئے
میں نے تو بوسہ لیا تھا خواب میں تصویر کا

موجزن رھتے نہ دریا جو مرے اشکوں کے
سفرِ آب نہ ھندو نہ مسلماں کرتے
(آتش)

میں نے روکا رات 'غالب' کو وگرنہ دیکھتے
اُس کے سیلِ گریہ میں' گردوں کفِ سیلاب تھا
(غالب)

ایسے اشعار' اگر نظرِ غور و انصاف سے دیکھا جائے تو ' بالکل بے کار ھیں - اُن سے سامع یا قاری کے دل پر نہ کوئی اثر پڑتا ھے ؛ نہ کوئی خاص لطف حاصل ھوتا ھے - واقعات دنیا سے اُن کا کوئی تعلق ھی نہیں ھے - غزل کے لیے بہترین مضامین تو وھی ھیں جو عموماً عشاق کو پیش آتے ھیں - اُس کے بعد صرف وہ مضامین ھیں جو ممکن الوجود اور ممکن الوقوع یعنی عقل و عادت کے قریب ھوں - بعید از قیاس مبالغے اور دور از کار تشبیہات و اِستعارات ممکن ھے کہ قصیدہ کے لیے موزوں ھوں' مگر غزل کے لیے وہ نہایت خشک ' بے مزہ اور لایعنی ھیں - نہایت خوشی کی بات ھے کہ دَور جدید کی سیاسی' تمدنی اور معاشرتی اصلاحات کے ساتھ ھماری اُردو غزل کے مذاق میں بھی ایک قابل قدر ترقی اور خوشگوار اصلاح کی لہر دوڑتی ھوئی نظر آنے لگی ھے - دور جدید کی اُردو شاعری نے جس طرح مختلف قدرتی مناظر اور دل‌کش اشیا کی تصویرکشی و نیز جذبات نگاری میں حقیقت نگاری سے کام لینا شروع کیا ھے ' اُسی طرح

معشوق کے جذبات اور اُس کے طور و طریقہ کی ترجمانی کرتے وقت اِس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ وہ کوئی قصائی یا جلاد نہیں ہے - اُس کا دل بھی عام انسانی جذبات اور خصوصیات کا حامل ہے - اِس کے علاوہ کلام کے پیرایۂ بیان سے بھی ہر حالت میں معشوق مجازی کا صنف نازک سے ہی ہونا ہے مترشح ہوتا ہے - بےجا مبالغہ ' ابتذال ' تصنع اور بھونڈی تشبیہات سے یک لخت گریز کیا جا رہا ہے - شعر کے ظاہری حسن سے زیادہ اُس کی معنوی خوبیوں کا خیال رکھنا ' شعرا کا نصب‌العین بن گیا ہے - حسن و عشق کی تنگ اور فرسودہ قید سے آزاد ہو کر اُردو غزل اب ہمہ‌گیر بن گئی ہے - اُس میں فلسفۂ حیات ' حقیقت زندگی ' بےثباتی دنیا اور عشق آلٰہی کا اظہار ' عام طور سے کیا جانے لگا ہے - سخن‌گوئی کا صحیح مذاق پیدا کرنے کے لیے شعرا کو چاہیے کہ وہ دور جدید کے نامور اور باکمال شعرا اقبال ' طباطبائی ' چکبست ' عزیز ' صفی ' حسرت موہانی ' فانی بدایونی ' ثاقب ' شہیر مچھلی شہری وغیرہ کے کلام کا بغور مطالعہ کریں -

---

تذکرۂ کتب

اگلی سہ ماہی (اپریل - جون سنہ ۱۹۳۹ع) میں -

پنجاب	سے زبان ' ریاضیات ' مذہب ' تاریخ و جغرافیہ ' اور افسانے پر سب سے زیادہ کتابیں چھپیں - پھر

ات ' طب ' سوانح ' شاعری اور طبیعیات کا نمبر رہا - اِس کے بعد
ت ' قانون اور فلسفے پر تصنیفات شائع ہوئیں - آرٹ ' ڈراما اور
ے پر کوئی کتاب نہیں نکلی - تفصیل یہ ہے :—

سوانح	۱۱	شاعری	۱۱
افسانہ	۳۳	سیاست	۴
تاریخ و جغرافیہ	۵۲	فلسفہ	۱
زبان	۱۱۵	مذہب	۵۳
قانون	۳	ریاضیات	۹۳
طب	۱۱	طبیعیات وغیرہ	۱۰
متفرقات	۱۷		

یہ کل (۳۸۴) کتابیں ہوئیں - ہندی میں آرٹ' سوانح ' افسانہ'
' سیاست ' فلسفہ ' طبیعیات اور سفرنامے پر کوئی کتاب نہیں
- باقی علوم پر جو تصنیفات شائع ہوئیں' اُن کی تعداد (۵۹) ہے -

و' پی	میں شاعری ' مذہب ' تاریخ و جغرافیہ اور سیاست پر زیادہ ' اور بقیہ علوم پر کم کتابیں نکلیں -

سوانح اور ڈراما پر کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی - شائع شدہ
ں کی فن‌وار تفصیل یہ ہے :—

افسانہ	۱	شاعری	۲۰
تاریخ و جغرافیہ	۵	سیاست	۴
زبان	۲	فلسفہ	۱
قانون	۱	مذہب	۵
طب	۱	ریاضیات و میکانک	۲
متفرقات	۲	طبیعیات وغیرہ	۱
		سفر نامہ	۱

یہ تعداد (۴۶) تک پہنچتی ہے - ہندی میں سفرنامے کے علاوہ تمام علوم پر کتابیں چھپیں ؛ جن کی مجموعی تعداد (۳۹۹) ہے -

دونوں صوبوں کی اہم اُردو مطبوعات یہ ہیں :—

"سوانح"

۱—سوانح حیات سبھاش چندر بوس—از رگھوبنس چوپرا - صفحات ۱۱۲ - سنائی برقی پریس، امرتسر -

۲—سوانح حیات موجدِ طبِ جدید—از دوست محمد - حکیم احمد دین مرحوم ساکن شاہدرہ کے حالات - صفحات ۲۷۲ - صابر الکٹرک پریس، لاہور -

۳—ماتا ہری—از خلیل احمد - مشہور جاسوس کے حالات - صفحات ۲۰۵ - مرکنٹائل پریس، لاہور -

۴—لینن—از محمد اشرف ، ایم ، اے - پی ، ایچ ، ڈی - ڈی ، ایس، ماسکے کی کتاب "لینن" کا اُردو ترجمہ - صفحات ۲۲۰ - تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاہور -

"افسانہ"

۵—چشم عنکبوت - از افضل مرزا ، بی - اے - ایک انگریزی ناول

کا ترجمہ - صفحات ۳۲۰ - حجازی پریس، لاہور -

۶—شب غم—از ایم اسلم - صفحات ۲۱۸ - تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاہور -

۷— آزادی ہند—از چودھری افضل حق - صفحات ۳۲۸ - آزادی ہند پریس، لاہور -

۸—الحمراء کے افسانے—از غلام عباس- واشنگٹن اروِنگ کے پانچ قصوں کا ترجمہ - صفحات ۱۵۲ - دوسرا ایڈیشن - امرت الکٹرک پریس، لاہور -

۹—ساز ہستی—از عبدالاحد، محزوں - صفحات ۲۰۰ - تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاہور -

۱۰—آخری تحفہ—از پریم چند - تیرہ مختصر افسانوں کا مجموعہ - صفحات ۲۵۶ - دوسرا ایڈیشن - حجازی پریس، لاہور -

۱۱—اسلامی شمشیر، جلد دوم - صفحات ۲۲۴ -

" تاریخ و جغرافیہ "

۱۲—انگلینڈ کی تاریخ—از ڈاکٹر بی، بی، موزمدار - صفحات ۱، ۲، ۲۳۸، ۸ - ہندستانی پریس، بانکی پور -

" قانون "

۱۳—چہار قانون—از مرزا فریدوں بیگ - صفحات ۴۴۰ - آٹھواں ایڈیشن - ایجوکیشنل الکٹرک پریس، جالندھر -

۱۴—قانون اسٹامپ، جلد دوم-از گردھاری لال سگّو - صفحات ۱۷۹- جنرل برقی پریس، جالندھر -

" طب "

۱۵—کرشمات پھٹکری—از علی شہر - صفحات ۱۴۰ - جنرل برقی پریس، جالندھر -

۱۶-- رازِ نسواں--از عزیز ' ایم ' اے- صفحات ۹۶ - وزیر ھند پریس'
امـرتسر -

۱۷--مصباح الحکمت--از محمد فیروزالدین ایچ ' پی ' ال ال -
صفحات ۱۳۲۰ - یونانی طب پر ایک کتاب - دوسرا ایڈیشن - برانچ
کواپریٹیو کیپٹل پریس ' لاھور -

۱۸--جامع الحکمۃ ' جلد دوم--از محمد حسن قرشی - صفحات
۱۲۲۰ - صابر الکٹرک پریس ' لاھور -

''متفرقات''

۱۹--بہتـر دیہات--از ایف ' ایل برائن - دیہات-سدھار پـر
''بٹر ویلیجز'' کا ترجمہ - صفحات ۳۳۹ - امرت الکٹرک پریس ' لاھور -

۲۰--سامدرک رتناکر--از پنڈت درگا دت - صفحات ۱۰۰- آزادیِ ھند
پریس ' لاھور -

۲۱--بنیادی قومی تعلیم-- از ڈاکٹر ذاکر حسین - صفحات ۲۴۰ -
مفیدعام پریس ' لاھور -

''شاعری''

۲۲--سُریلی بانسری--از سید انور حسین' آرزو - صفحات ۲ ' ۱۵۶'
۸' ۴' ۱۰' ۸' ۸ - نظامی پریس لکھنٔو -

''مذھب''

۲۳--شریمد بھگوت گیتا - نثر میں ترجمہ - گیلانی الکٹرک پریس '
لاھور -

''سفر نامہ''

۲۴--خضر منزل--از عبدالشکور خاں- ھندستان کے اھم مقامات کا
سفر نامہ - رفاہ عام پریس' آگرہ -

هندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ الٰہ آباد

کے مطبوعات

۱—از منۂ وسطیٰ میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات -
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ' ایم - اے ' ایل ایل ایم '
سی - بی - اے' مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر مجلد ۱ روپیہ -

۲—اُردو سروے رپورٹ - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب
ایم - اے - ۱ روپیہ -

۳—عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ندوی- ۴ روپیہ -

۴—جرمن (ناٹن ڈراما) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب'
ایم-اے' ایم-آر' اے-ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۵—فریبِ عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب '
رواں- ۲ روپیہ -

۶—کبیر صاحب- مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی- ۲ روپیہ -

۷—قرونِ وسطیٰ کا ہندستانی تمدن - از رائے بہادر مہا مہو اُپادھیا
پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا ' مترجمۂ منشی پریم چند-
قیمت ۴ روپیہ -

۸—ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -

۹—ترقیِ زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب
ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت - قیمت ۴ روپیہ -

۱۰—عالمِ حیوانی - از بابو برجیش بہادر ' بی-اے' ایل ایل بی -
۶ روپیہ ۸ آنہ -

۱۱—معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین' ایم-اے' پی ایچ ڈی-
مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۲—فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت مجلد
۱ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۳—مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتارام کوہلی ' ایم-اے-
قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۴—جواہرِ سخن - مرتبۂ مولانا کیفی چریا کوٹی - جلد اول -
قیمت مجلد ۵ روپیہ ' غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ - جلد دوم-
قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۸ روپیہ - جلدسوم -
قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ' غیر مجلد ۲ روپیہ - جلد چہارم-
قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ' غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۵—علم بلغهائي - از مسٹر وصی‌الله خاں - ایل - اے - جی ۔
قیمت مجلد ۲ روپیه ۸ آنه ' غیر مجلد ۲ روپیه -
۱۶—انقلابِ روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنٹو - قیمت مجلد ۳ روپیه ' غیر مجلد ۲ روپیه ۸ آنه ۔
۱۷—چلد دکھلی پھلهاں - از محمد نعیم‌الرحمان ' ایم - اے ' استاد عربی و فارسی ' الهٰ‌آباد یونی‌ورسٹی - قیمت ۱ روپیه ۴ آنه -
۱۸—تاریخِ فلسفۂ سیاسیات - از محمد مجیب ' بی-اے (آکسن) جامعۂ ملیۂ اسلامیه - دهلی - قیمت مجلد ۴ روپیه ۸ آنه غیر مجلد ۴ روپیه -
۱۹—انگریزی عهد میں هندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامه عبدالله یوسف علي صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیه ' غیر مجلد ۳ روپیه ۸ آنه -
۲۰—فلسفۂ جمال - از ریاض‌الحسن صاحب ' ایم - اے - قیمت ۱ روپیه -
۲۱—دیوانِ بیدار - از جلیل احمد قدوائی صاحب - ام-اے قیمت مجلد ۲ روپیه ' غیر مجلد ۱ روپیه ۸ آنه -
۲۲—نفسیاتِ فاسده - از معتقد ولی‌الرحمان صاحب ' ایم - اے- قیمت مجلد ۸ روپیه ۸ آنه ' غیر مجلد ۸ روپیه -
۲۳—سلطان‌الهند محمد شاه بن تغلق - از پروفیسر آغا مهدی حسین ' ایم - اے ' پی - ایچ - ڈی ' ڈی-لٹ - قیمت مجلد ۳ روپیه ' غیر مجلد ۲ روپیه ۸ آنه -
۲۴—نظام شمسی - مترجمۂ شیخ جگو ' بی - اے ' ایل - ٹی ' قیمت ۹ روپیه -
۲۵—سلطان محمود غزنوی - مترجمۂ سید جمیل حسین- ایم - اے (علیگ) - قیمت ۱ روپیه -

زیر طبع

۲۶—رقعات غالب - مرتبۂ مولوي مهیش پرشاد صاحب -

هندستانی اکیڈیمی - یو' پی الهٰ‌آباد -

پرنٹر—غلام اصغر' سٹی پریس' الهٰ‌آباد- پبلشر—ڈاکٹر تارا چند' هندستانی اکیڈیمی- الهٰ‌آباد -

ہندستانی اکیڈمی کا تماہی رسالہ

اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ع

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

سالانہ چندہ چار روپے

فہرست مضامین

صفحہ

ہندستانی اکیڈیمی صوبۂ متحدہ کے مقاصد

۱—اُردو اور ہندی ادب کی حفاظت اور اُن کی ترقی اور نشو و نما کی کوشش کرنا ۔

(الف)—مختلف مضامین کے مطبوعات میں سے منظور شدہ کتابوں پر اِنعام دینا ۔

(ب)—معاوضے وغیرہ کے ذریعے غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرانا اور اُن کو شائع کرنا ۔

(ج)—یونیورسٹیوں اور علمی اِداروں میں وظائف دے کر یا دوسرے ذرائع سے اُردو اور ہندی زبانوں میں تصنیف یا ترجمے کے کاموں کی حوصلہ افزائی کرنا ۔

(د)—اکیڈیمی کے محسنوں کو اعزازی فیلو منتخب کرنا ۔

(ہ)—ایک کتب خانہ قائم کرنا اور اُس کا اِنتظام رکھنا ۔

(و)—مشہور ارباب علم و فضل کو علمی مقالات کے لیے مدعو کرنا ۔